بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر تذکرہ انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ

مرتب

الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

ایڈیشن - I

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر تذکرہ

انبیاءکرامؑ،صحابہ کرامؓ

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	حضرت آدم علیہ السلام	4
2	قابیل و ہابیل	7
3	حضرت شیث علیہ السلام	10
4	حضرت ادریس علیہ السلام	11
5	حضرت نوح علیہ السلام	13
6	حضرت ابراہیم علیہ السلام	17
7	حضرت اسماعیل علیہ السلام	21
8	حضرت اسحاق علیہ السلام	21
9	حضرت یعقوب علیہ السلام	21
10	حضرت یوسف علیہ السلام	22
11	حضرت لوط علیہ السلام	28
12	حضرت یونس علیہ السلام	29
13	حضرت ایوب علیہ السلام	30
14	حضرت داؤد علیہ السلام	33
15	حضرت سلیمان علیہ السلام	37
16	حضرت ہارون علیہ السلام	41
17	حضرت موسیٰ علیہ السلام	43
18	حضرت الیاس علیہ السلام	51
19	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	52

صحابہ کرامؓ

20	حضرت ابوبکر صدیقؓ (دور خلافت 11ھ تا 13ھ)	59
21	حضرت عمر فاروقؓ دور خلافت 13ھ تا 23ھ	67
22	حضرت عثمانؓ دور خلافت 24ھ تا 35ھ	75
23	حضرت علیؓ دور خلافت 35ھ تا 40ھ	83
24	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	92

25	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	96
26	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ	104
27	حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ثالث بالخیر)	111
28	حضرت طلحہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صاحبِ اُحد)	113
29	حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حواری رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم))	115
30	حضرت ابوعبیدہ بن الجرح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امین الامت)	117
31	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شاہ سوارِ اسلام)	119
32	حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مستجاب الدعوات)	121
33	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	123
34	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	127
35	حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ	131
36	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	134
37	اہل صفہ	138
38	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	143
39	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	152
40	حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	157
41	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	161

حضرت آدم علیہ السلام

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ظہور ریاست بنی آدم کا فیصلہ فرمایا، تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک مٹھی خاک سرخ وسفید سیاہ زمین سے لائیں۔ حضرت عزرائیلؑ بحکم خداوندی ایک مُٹھی خاک کی تمام روئے زمین سے جمع کر کے لائے، اور بموجب حکم الٰہی اس کو مکہ اور طائف کے درمیان رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹی پر بارانِ رحمت برسایا۔ اور پھر اپنی قدرت کامل سے حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا اس مٹی سے بنایا۔ پھر چالیس برس تک وہ قالب بے جان پڑا رہا۔

پھر جب عنایت الٰہی نے چاہا کہ حضرت آدمؑ کا اقبال روشن اور بنی آدمؑ کا مرتبہ شرافت تمام مخلوق پر ظاہر ہو تو روح پاک کو حکم صادر ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بدن میں داخل ہو، لیکن روح لطیف، خاک کثیف میں داخل ہونے سے جھجکی، تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ''ادخل ایھا الروح فی ھذا الجسد'' ''اے روح داخل ہو اس جسم میں''۔ تب روح جسم مبارک میں داخل ہوئی۔ جس جگہ روح پہنچتی بدن خاکی جو ٹھیکرے کی طرح تھا، گوشت اور پوست سے بدل جاتا، جب سینے میں پہنچی (دل نے کام شروع کیا) تو حضرت آدم علیہ السلام نے اُٹھنے کا ارادہ کیا اور وہیں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 11 فرمایا ہے ''کَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا'' یعنی ''انسان جلد باز ہے''۔ اس وقت حضرت آدمؑ نے چھینکا اور الہام الٰہی سے کہا ''الحمدللہ''۔ اس کریم اور رحیم نے اپنی رحمت سے فرمایا ''یرحمک اللہ''۔ تو سب سے پہلی رحمت الٰہی حضرت آدمؑ کے شامل حال ہوئی۔

جب حضرت آدمؑ کے جسم میں روح داخل ہوگئی تو اللہ نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں، سب فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں، کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے''۔ اس نافرمانی پر ابلیس راندہ درگاہ ہوا اور ملعون ہوا۔

حضرت آدمؑ بہشت میں رہنے لگے۔ اور ان کی طبیعت مشتاق ہمدم ہوئی، پھر جب حضرت آدمؑ سوئے تو حضرت آدم علیہ السلام کے پہلو سے حضرت حوا علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو اپنے پہلو میں ایک خوبصورت عورت کو پایا، پوچھا ''تو کون ہے''؟ حضرت حوا علیہ السلام نے جواب دیا ' میں تیرے بدن کا جُزو ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری پسلی سے پیدا فرمایا ہے''۔ تب حضرت آدم علیہ السلام سجدہ شکر بجالائے تب اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کے سامنے ان دونوں کا نکاح کیا۔ اور دونوں کو حکم دیا کہ جنت میں رہو اور اس کے میوے اور پھل کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا (یعنی گیہوں کے درخت میں سے کچھ نہ کھانا)۔

ابلیس لعین پر چونکہ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی تھی اور بارگاہ الٰہی سے راندہ گیا تھا اس لئے وہ اس تدبیر میں ہوا کہ کس طرح بہشت میں بیٹھے آدمؑ اور حواؑ کو وہاں سے نکالے۔ اس کا دل حسد اور کینہ سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے حضرت آدمؑ کو کہا ''میں تم کو ایک درخت بتاتا ہوں اگر تم اس کا تھوڑا سا میوہ کھا لو گے تو تم ہمیشہ زندہ رہو گے'' ، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ''اس درخت کے قریب جانے سے مجھے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے میں یہ نافرمانی نہیں کروں گا''۔ پھر شیطان نے قسم کھائی ''میں تمہارا خیر خواہ ہوں'' اور حضرت حواؑ کے دل میں وسوسہ ڈالا، دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ تب بہشت کے باشندے (فرشتے) آواز دینے لگے ''آدم اور حوا دونوں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عاصی ہوئے''۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے انہیں پُکار ہوئی، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا ''اے آدمؑ تجھے رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے'' حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ''میں بہت شرمندہ ہوں''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اور پُکارا ان کو ان کے رب نے، اور کہا کہ میں نے تم کو اس درخت سے منع کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ شیطان تمہارا کُھلا دشمن ہے''۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 22)

تب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام خوب روئے، اور حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ میری مغفرت فرما دیں''، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! تم نے محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جان لیا؟ جبکہ میں نے تو ان کو اب تک پیدا نہیں فرمایا''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے رب! آپ نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرما کر مجھ میں جان ڈالی۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ جس ذات کا نام آپ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ملایا ہے اس سے بڑھ کر آپ کے نزدیک کوئی اور محبوب نہیں ہو سکتا''۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! تو نے سچ کہا، بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ترین ہیں، جب تو نے ان کے وسیلہ سے مجھ سے مانگا ہے تو میں نے تیری بخشش کر دی، اور اگر محمد خاتم

النبیین ﷺ نہ ہوتے تو میں آپ کو بھی پیدا نہ کرتا''۔(ابن کثیر۔تفسیر روح البیان)

تب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چند کلمات سکھائے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 23)

ترجمہ: ''اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور تو نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نامُرادوں میں سے ہو جائیں گے''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا''اب تم دونوں (شیطان اور آدم) ایک دوسرے کے دشمن ہوئے، اب تم کو زمین پر ٹھہرنا ہے، اور اس میں ہی کام چلانا ہے، تم اس میں ہی جیو گے اور اسی میں ہی مرو گے پھر اس سے نکالے جاؤ گے''۔(سورۃ الاعراف، آیت نمبر 25،24)

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا علیہ السلام کو زمین پر اتار دیا۔حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ (old name of sri Lanka) میں ہندوستان کا ایک جزیرہ ہے وہاں اُتارا اور حضرت حوا علیہ السلام کو خراساں میں۔حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے کے بعد چالیس سال تک رُوتے رہے-ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا''اے آدم علیہ السلام مرنے سے پہلے حج کرلو''۔موت کی خبر سُنتے ہی یہ ڈرے اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور حج کا قصد کیا۔جس جگہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا قدم پڑتا وہاں گاؤں اور بستی بن جاتی اور جس جگہ وہ ٹھہرتے اور قیام کرتے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو شہر بنا دیتا۔

اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ مکہ معظّمہ تک حضرت آدم علیہ السلام کے تیس قدم ہوئے تھے۔جب وہ مکہ کے نزدیک پہنچے تو تمام فرشتے ان کے پاس آئے اور کہا ''اے آدم ہزار برس سے ہم اس گھر کا طواف کر رہے ہیں''۔اس وقت اس گھر کا نام بیت المعمور تھا۔اور اندر باہر اس کا ظاہر تھا۔اس کے اوپر خیمہ زبرجَد کا تھا اور اس کی طنابیں سونے کی تھیں اور جو میخیں اس کی تھیں وہ آج ستون ہیں۔حضرت آدم علیہ السلام میدان عرفات میں جب آرام کے لئے بیٹھے تو حضرت حوا علیہ السلام کو جدہ کی طرف آتے دیکھا۔انہوں نے اُٹھ کر انہیں اٹھالیا اور دونوں زار و قطار رونے لگے، چنانچہ ان کے رونے سے آسمان کے فرشتے بھی روئے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کی ملاقات کے بعد اللہ نے اُنہیں اولادِ کثیر سے نوازا۔حضرت حوّاؑ جب اُمید سے ہوتیں، تو ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے۔جب دوبارہ اُمید سے ہوتیں، تو پھر ایک لڑکا اور لڑکی ہوتے۔پہلے والے لڑکے کی شادی، دوسری مرتبہ والی لڑکی سے اور دوسرے والے لڑکے کی پہلی والی لڑکی سے شادی کر دی جاتی۔چنانچہ پہلی مرتبہ قابیل اور اُن کی بہن اقلیمیا پیدا ہوئی۔دوسری مرتبہ ہابیل اور اُن کی بہن یہودا پیدا ہوئی۔حضرت آدمؑ نے اقلیمیا کی شادی ہابیل سے اور یہودا کی شادی قابیل سے کرنا چاہی، مگر قابیل نے یہودا سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔وہ اقلیمیا سے شادی کرنا چاہتا تھا، کیوں کہ وہ یہودا سے زیادہ خُوب صورت تھی۔حضرت آدمؑ نے ہر چند سمجھایا، لیکن وہ بہ ضد رہا۔آخر حضرت آدمؑ نے دونوں بیٹوں سے فرمایا''تم دونوں اپنی قربانی کوہِ صفا پر لے جاؤ، اللہ کے حکم سے آسمان سے آگ آئے گی، جو حق کا فیصلہ کردے گی''(اس زمانے میں جب اللہ کے لیے قربانی کی جاتی تو آسمان سے ایک آگ آتی جس کی قربانی وہ آگ کھالیتی اس کی قربانی قبول ہوجاتی۔)(روح المعانی)۔دونوں اپنی قربانیوں کو لے کر جبلِ صفا پہنچے، چونکہ ہابیل حق پر تھا، اس لیے اُس کی قربانی قبول کر لی گئی، اس پر قابیل، ہابیل کا جانی دشمن ہوگیا اور پھر ایک دن اُس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔

ہابیل کے قتل کے بعد قابیل کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اُس کی لاش کیسے چُھپائے؟ وہ لاش کو کندھوں پر رکھ کر مارا مارا پھرتا رہا۔آخر کار اللہ نے ایک کوّے کے ذریعے اُسے بھائی کی لاش دفنانے کا طریقہ سِکھایا۔

قرآنِ پاک میں ہے''پھر اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا، جو زمین کھودنے لگا تاکہ اُسے بتائے کہ بھائی کی لاش کو کیسے چُھپائے۔کہنے لگا کہ افسوس میری حالت پر، کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوّے کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چُھپا دیتا۔پھر وہ بہت پشیماں ہوا''۔(سورہ المائدہ، آیت نمبر 41)

حضرت آدم علیہ السلام ہابیل کے قتل کی وجہ سے بیقرار رہتے تھے تب اللہ پاک نے حضرت جبرائیلؑ کو ان کی تسلی کے واسطے بھیجا انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بحکمِ خدا بتایا''اللہ پاک انہیں ایک فرزند رشید عنایت کرے گا جسکی نسل سے پیغمبر پیدا ہونگے''۔چنانچہ ہابیل کے مرنے کے پانچ سال بعد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں فرزند پیدا ہوا جسکا نام''شیث''رکھا اسکا مطلب ہے''اللہ کا دیا ہوا تحفہ''۔یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہابیل کے قتل ہونے کے بعد اللہ پاک نے انکو شیث علیہ السلام عطا فرمائے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:''بیٹو! میرا جنت کے پھل کھانے کو جی چاہ رہا ہے''۔وہ تلاش کے لئے نکل

کھڑے ہوئے انہیں سامنے سے فرشتے آتے ملے جن کے پاس حضرت آدم علیہ السلام کا کفن اور خوشبو تھی اور ان کے پاس کلہاڑے، اور ٹوکریاں بھی تھیں۔ انہوں نے کہا: ’’آدم کے بیٹو تمہیں کس چیز کی تلاش ہے‘‘؟ انہوں نے کہا ’’ہمارے والد بیمار ہیں اور جنت کے میوے کھانے کی خواہش رکھتے ہیں‘‘۔ فرشتوں نے کہا ’’واپس چلے جاؤ تمہارے والد فوت ہونے والے ہیں۔ اور جب فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے آئے تو حضرت حوا علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا وہ حضرت آدم علیہ السلام سے چمٹ گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا ’’مجھ سے الگ ہو جاؤ پہلے بھی مجھے تمہارے ذریعے سے ہی مصیبت پہنچی تھی مجھے میرے رب کے فرشتوں کیساتھ دینے دو‘‘۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح کو قبض کیا، پھر ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور خوشبو لگائی، بعد ازاں ان کی قبر کھودی اور لحد تیار کی۔ پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر میں داخل ہوئے اور ان کو قبر میں اتار دیا، پھر اس پر اینٹیں رکھ کر قبر سے باہر آئے اور اس پر مٹی ڈال کر کہا: ’’اے بنی آدم! تمہارے لیے مردوں کو دفن کرنے کا یہ طریقہ ہے‘‘۔ (مسند احمد، جلد 3، حدیث نمبر 3098)

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ ان کی عمر 960 برس تھی۔ کچھ کے مطابق آپ کی عمر 957 سال تھی۔

آپ علیہ السلام کا انتقال جمعہ کے روز ہوا۔ (ابن خزیمہ) حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سال بعد حضرت حواؑ کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کہاں دفن ہوئے اس میں اختلاف ہے، مشہور ہے کہ انہیں ہندوستان کے پاس سری لنکا میں دفن کیا گیا، ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جبل ابی قبیس دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے موقع پر انکی اور حضرت حواؑ کی میتوں کو ایک تابوت میں ڈال کر کشتی میں رکھ لیا تھا اور پھر طوفان کے بعد انہیں بیت المقدس میں دفن کر دیا۔ (تاریخ طبری)

****

قابیل وہابیل

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 27 تا 31 میں فرماتا ہے:

ترجمہ:''اورانہیں پڑھ کرسناؤ آدمؑ کے دو بیٹوں کی سچی خبر، جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک قبول ہوئی اور دوسری قبول نہ ہوئی۔ تو بولا دوسرا قسم ہے تجھے میں ماردوں گا، (پہلے نے) کہا کہ اللہ اس کو قبول کرتا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ بے شک تو اگر قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ مجھ تک بڑھائے گا تو میں اپنا ہاتھ (تجھے مارنے کے لئے) تجھ تک نہ بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہانوں کا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں ہی تیرے پلڑے میں جائیں کہ تو دوزخی ہوجائے کہ بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ پھر اس کے نفس نے اسکے بھائی کے قتل کو چاؤ دلایا تو اس نے بھائی (ہابیل) کو قتل کر دیا۔ تو رہ گیا نقصان میں، تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین میں تا کہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح چھپائے اپنے بھائی کی لاش کو، بولا ہائے خرابی میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا پھر وہ رہ گیا پچھتاتا ہوا''۔

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسی قصے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، اور آئمہ سلف نے اس کے بارے میں جو کچھ درج کیا ہے ہم یہاں اس کا خلاصہ بیان کریں گے۔

قابیل کی ہٹ دھرمی:

حضرت ابن مسعودؓ مرہؓ ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ اکرامؓ اجمعین سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہر حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کی شادی دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی سے کرتے تھے۔ دستور کے مطابق ہابیل نے قابیل کی بہن کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا، قابیل عمر میں بڑا تھا اور اس کی بہن بہت خوبصورت تھی، قابیل کا خیال تھا کہ وہ ہابیل پر فوقیت رکھتا ہے۔

حضرت آدمؑ نے حکماً ارشاد فرمایا کہ ''قابیل اپنی بہن کی شادی ہابیل سے کردو''، قابیل نے انکار کر دیا، حضرت آدمؑ نے دونوں کو قربانی دینے کا حکم دیا اور خود ادائیگی حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کی حفاظت کے لئے آسمانوں کو حکم دیا کہ تم میری اولاد کی حفاظت کرنا تو آسمانوں نے انکار کر دیا۔ زمینوں سے کہا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا، پہاڑوں سے کہا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا، قابیل نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔

جب آپ حضرت آدمؑ مکہ روانہ ہوگئے تو دونوں بیٹوں نے اپنی اپنی قربانی کی۔ ہابیل نے جو کہ مال مویشی والے تھے ایک فربہ بکری کا بچہ قربانی کے لئے پیش کیا، قابیل نے اپنی زرعی پیداوار میں سے فصل کا ایک ناکارہ ردی گھٹا قربانی کے لئے پیش کیا، یہ دونوں اقسام کی قربانی کھلے میدان میں پہنچادی گئیں۔ آسمان سے آگ اتری اور اس نے ہابیل کی قربانی کو بھسم کر دیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ اس وقت قربانی کی قبولیت کی نشانی بھی یہی تھی کہ قربانی کی چیز کو کسی بلند جگہ پر رکھ دیا جاتا تھا۔ آسمان سے آگ ظاہر ہوتی تو جس قربانی کو جلا ڈالتی وہ اللہ کے ہاں مقبول تصور کی جاتی، اور جسے آگ چھوڑ دیتی وہ مردود سمجھی جاتی۔ قربانی قبول نہ ہونے کی وجہ سے قابیل غضبناک ہوا اور کہا کہ اگر تو میری بہن سے نکاح کرنے سے باز نہ آیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ متقین اور پرہیزگاروں کی ہی قربانی قبول فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بخدا ہابیل قابیل سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھا لیکن خوف گناہ قابیل کی طرف ہاتھ بڑھانے سے مانع رہا۔

ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو تشویش تھی کہ آیا ان کے بیٹوں کی قربانی قبول ہوئی ہے کہ نہیں۔ جب ہابیل کی قربانی قبول اور قابیل کی قربانی مردود ہوئی تو قابیل نے حضرت آدمؑ سے کہا کہ آپ نے ہابیل کی قربانی قبول ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے۔ اس لئے اس کی قربانی قبول ہوگئی ہے چونکہ میری قربانی قبول ہونے کے لئے آپ نے دعا نہیں کی اس لئے میری قربانی مردود ہوگئی ہے۔ اس وقت قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

قابیل قاتل ہابیل ہلاک:

ایک رات ہابیل کو بکریاں چراتے ہوئے رات ہوگئی، حضرت آدمؑ نے قابیل کو بھیجا کہ جاؤ دیکھو ہابیل کو کہاں دیر ہوگئی۔ قابیل تلاش کے لئے نکلا جب ہابیل مل گیا تو قابیل نے کہا کہ تیری قربانی قبول ہوگئی میری کیوں نہیں ہوئی؟ ہابیل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے، یہ سن کر قابیل آگ بگولہ ہوگیا اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہی ٹکڑا زور سے ہابیل کے سر پر مارا، اور ایک ہی وار نے اسے ہلاک کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہابیل آرام کر رہے تھے قابیل نے ایک بڑا پتھر ان کے سر پر مارا اور انہیں ہلاک کر دیا۔

سورہ مائدہ آیت نمبر 28 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''بے شک اگر تو اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا، کہ تجھے قتل کروں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے تمام جہانوں کا''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جب دو مسلمان ایک دوسرے پر اپنی تلواریں لئے حملہ آور ہوتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں''۔ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ قاتل تو جہنمی ہوا مگر مقتول کا کیا قصور آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ بھی تو اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنے کا حریص تھا'' (لیکن داؤ نہ چل سکا) (صحیحین)

ہابیل اور قابیل کے قصے میں اگرچہ ہابیل قابیل سے زیادہ توانا اور مضبوط تھا لیکن اس نے قابیل کو ختم کرنے کے لئے اس پر کوئی وار نہ کیا بلکہ کہا: (سورہ مائدہ آیت نمبر 29)

ترجمہ: ''میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلڑے میں ہوں اور تو دوزخی ہو جائے بے شک بے انصافوں کی سزا یہی ہونی چاہئے''۔ (یعنی دوزخ)

میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلڑے میں پڑیں کے بارے میں ارشاد ہے کہ بعض لوگوں کے بارے میں اب اتفاق پیش آسکتا ہے کہ روز محشر مقتول قاتل سے اپنے جرم کے بارے میں مطالبہ کرے گا، قاتل کی نیکیاں اگر اس ظلم کا بدلہ نہ لے سکیں تو مقتول کے گناہ قاتل کے ذمہ لگا دیئے جائیں گے۔

اُمت مسلمہ کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ہدایت:

جب حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف فتنوں نے سر اٹھایا تو اس وقت حضرت سعد بن وقاصؓ نے فرمایا "میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا، عنقریب ایک فتنہ اٹھے گا، اس وقت بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا"۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اگر کوئی شخص اس وقت میرے گھر میں داخل ہو کر مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھائے تو میرے لیے کیا حکم ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تم ابن آدم کی طرح ہو جانا"۔ (یعنی جو رویہ ہابیل نے اختیار کیا تھا تم بھی وہی رویہ اختیار کر لینا) (احمد، ابو داؤد، ترمذی)

حضرت حزیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "اس وقت تم حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے جو بہتر تھا تم اسی کی طرح ہو جانا''۔

ہابیل کی قتل گاہ:

دمشق کے شمالی علاقے میں قاسیون پہاڑ ہے وہاں ایک زیارت گاہ ہے، جسے مغارۃ الدّم کہا جاتا ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ یہ بات اہل کتاب سے ملی ہے اس کی صحت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا اظہار افسردگی:

مورخین کہتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کو اپنے بیٹے ہابیل کے قتل کی خبر ملی تو آپ بہت ہی افسردہ ہوئے اور کہا،

ترجمہ: ''شہر اور ساکنین شہر کے انداز بدل گئے روئے زمین بھی غبار آلود ہو گیا، ہر رنگ و ذائقہ بھی بدل گیا، اور خوبرو چیزوں کی آبرو بھی کم ہو گئی''۔

حضرت آدمؑ کو جواب ملا:

ترجمہ: ''اے ہابیل کے والد گرامی قتل دونوں ہی ہو گئے، زندہ ذبح کئے ہوئے مردہ کی طرح ہے''۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ قابیل بہت جلد عذاب میں گرفتار ہو گیا تھا۔ جس دن اس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا اس دن اس کی پنڈلی اس کی ران سے مل گئی تھی، جس طرف سورج جاتا اس کا چہرہ بھی اسی طرف گھوم جاتا، یہ عذاب اسے اپنے والدین سے نافرمانی اور اپنے بھائی سے حسد کی بناء پر پہنچا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ سرکشی (بغاوت) اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی سزا بلا تاخیر دنیا میں ہی دے دی جائے، اور آخرت میں بھی گناہ گار کے لئے عذاب کو جمع رکھا جائے۔ حضرت آدمؑ کے ہاں جب حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت آدمؑ کی عمر 130 برس کی تھی ان کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام 800 سال تک زندہ رہے، پھر اولادِ آدم روئے زمین میں پھیل گئی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نسآء آیت نمبر 1 میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے۔''

طبرانی میں ہے حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ''آؤ میں تمہیں بتاؤں فرشتوں میں سب سے افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام اور انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام، دنوں میں جمعہ اور مہینوں میں رمضان، راتوں میں لیلۃ القدر اور عورتوں میں مریم علیہ السلام بنت عمران (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ؟)

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ''روز محشر ہر جنتی کو اس کے نام سے پکارا جائے گا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابو محمد کنیت سے صدا دی جائے گی''۔

بخاری ومسلم میں حدیث معراج میں ہے کہ ''جب آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت آدم علیہ السلام پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو خوش آمدید کہا، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں بہت سارے لوگ ہیں، جب وہ اپنے دائیں طرف لوگوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرائیل علیہ السلام یہ کیا ہے ،فرمایا یہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، دائیں طرف والے لوگ جنتی اور بائیں طرف والے لوگ دوزخی ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے دائیں جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب نظر دوڑاتے ہیں تو آزادہ (غمگین) ہوتے ہیں''۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عقل ان کی ساری اولاد کی عقل کے برابر تھی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات جب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ انہیں نصف حسن عطا کیا گیا ہے یہ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت آدم علیہ السلام کے حسن کا نصف تھا صحیحین کی حدیث ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت میں پیدا فرمایا''۔

وصال حضرت آدم علیہ السلام اور وصیت حضرت شیث علیہ السلام:

شیث کے معنی ہیں عطیہ۔ حضرت شیث علیہ السلام کا نام ان کے والدین حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام نے اسی لئے رکھا کہ یہ فرزند انہیں اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے قتل کئے جانے کے بعد عطا فرمایا۔ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے تھے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو صحائف اور چار آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، جن میں سے پچاس صحائف حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے حضرت شیث علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا اور انہیں شب و روز کے اوقات اور ان اوقات میں عبادت کی تعلیم دی۔ حضرت آدمؑ کا وصال جمعۃ المبارک کو ہوا، فرشتے جنت سے حنوط (ایک قسم کی خوشبو) اور کفن لے کر آئے۔ حضرت آدمؑ کے وصال پر سورج اور چاند کو سات دن تک گرہن لگا رہا۔ موت کے فرشتے نے آپ کی روح قبض کی، فرشتوں نے آپ کو غسل دیا تجہیز و تکفین کی خوشبو لگائی اس کے بعد لحد کھودی، اور ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ پھر فرشتوں نے قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد کہا ''اے ابو البشر کے بیٹو یہ تمہارا طریقہ تدفین و تکفین ہے'' حضرت آدمؑ کے بعد معاملات کے نگہبان حضرت شیثؑ ہوئے۔

ابن حبانؒ کی ایک روایت جو انہوں نے ابوذرؓ کے توسط سے بیان کی ہے کہ حضرت شیثؑ پر 50 صحائف نازل ہوئے۔ جب حضرت شیثؑ نصاب زندگی کی تکمیل کر چکے، تو انہوں نے اپنے بیٹے انوش کو امور کی نگہبانی کی وصیت کی۔ انوش کے وصال کے بعد قینن اور قینن کے بعد مہلائل ان کے جانشین اور امور کے نگہبان مقرر ہوئے۔ ایران کے عجمیوں کا خیال ہے کہ مہلائل سات ممالک کے بادشاہ تھے یہی وہ مہلائل تھے جنہوں نے درخت کٹوائے، شہر آباد کئے، بڑے بڑے مکانات اور قلعوں کو تعمیر کیا۔ شہر بابل اور اقصیٰ کو آباد کیا، انہوں نے ہی ابلیس اور اس کے لشکروں کو زمین سے نکال کر بیابانوں اور پہاڑوں میں دھکیل دیا اور شریر جنات کو قتل کیا تھا۔ مہلائل کا ایک بہت بڑا تاج اور بیش قیمت تاج تھا، آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت کا فریضہ بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ چالیس سال تک آپ کی حکومت کا ستارہ چمکتا رہا اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے انتقال کے بعد یرد اور یرد کے بعد خنوخ پر نگہبانی اور ذمہ داریوں کا بوجھ پڑا۔

****

حضرت شیث علیہ السلام

حضرت آدمؑ ہابیل کے قتل کئے جانے کے بعد بے قرار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حضرت آدمؑ کی تسلی کے لئے بھیجا، اور خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک اور فرزند عطا فرمائے گا کہ اس کی نسل سے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ سردار بنی آدم پیدا ہوگا۔ چنانچہ ہابیل کے قتل کئے جانے کے پانچ سال بعد حضرت شیثؑ پیدا ہوئے۔ وہ حسن وخوبصورتی میں حضرت آدمؑ کی مثل تھے اور حضرت آدمؑ کو اپنی تمام اولاد سے زیادہ پیارے تھے اسی لئے حضرت آدمؑ نے اپنی وفات سے قبل ان کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ حضرت شیثؑ اکثر حضرت آدمؑ سے بہشت کے احوال سنا کرتے تھے اور آسمانی صحیفوں کا مضمون بھی دریافت کرتے تھے۔ حضرت شیثؑ اکثر اوقات تنہائی میں رب تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے آپ بہت زیادہ وظائف اور طاعات میں مشغول رہتے، آپ ہمیشہ تہذیب واخلاق کو پیش نظر رکھتے اور نفس کو ریاضت میں مبتلا رکھتے۔ حضرت شیثؑ کے زمانے میں بنی آدم دو قسموں میں تقسیم تھے بعض حضرت شیثؑ کی تابعداری کرتے تھے اور بعض قابیل کی اولاد کے وفادار تھے۔ حضرت شیثؑ سب کو نصیحت فرماتے لیکن کچھ مان لیتے اور کچھ اڑے رہتے۔ حضرت شیثؑ فرمایا کرتے تھے کہ حقیقی مومن میں مندرجہ ذیل خصلتیں ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو پہچاننا

نیک اور بد کو جاننا

نیکی کی رغبت رکھنا

بادشاہ وقت کا کہنا ماننا

ماں باپ کا کہنا ماننا اور ان کے حق کو پہچاننا

صلہ رحمی کرنا

لوگوں سے نیکی اور محبت کا برتاؤ کرنا

محتاجوں اور مساکین کو صدقہ دینا

گناہوں سے پرہیز کرنا

مصیبتوں پر صبر اور ہمیشہ شکر الٰہی میں رہنا

حضرت شیثؑ نوسو بارہ برس کی عمر پا کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ حضرت حواؑ ہر مرتبہ جڑواں بچے پیدا کرتیں تھیں، حضرت شیثؑ تنہا پیدا ہوئے آپ ہی سے آگے چل کر حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے، حضرت شیثؑ پر پچاس صحائف نازل ہوئے۔

****

حضرت ادریس علیہ السلام

یہ حضرت شیثؑ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں-قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ مریم آیت نمبر 56 تا 57)

ترجمہ: "اور اس کتاب میں ادریسؑ کو یاد کرو، بے شک وہ صدیق پیغمبر تھا اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا"۔

حضرت ادریسؑ روئے زمین پر سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے بعد آئے اور آپ نے 308 سال زندگی پائی۔اور سب سے پہلے حضرت ادریسؑ نے ہی قلم کے ساتھ لکھائی کی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام پر 30 صحیفے نازل کئے-

نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:"ان تمام صحائف میں یہ تھا کہ عاقل کے لیے ضروری ہے کہ جب تک وہ مغلوب العقل نہ ہوجائے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کرے:

1۔ ایک حصے میں اپنے رب کی عبادت کرے۔

2۔ دوسرے حصے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ پورے دن میں کتنے اچھے کام کیے اور کتنے برے؟

3۔اور تیسرے حصے کو کسب حلال میں خرچ کرے۔

عاقل پر ضروری ہے اپنے اوقات کی نگہبانی کرے، اپنے حالات کی درستگی میں لگا رہے، اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے، جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا ہے اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔عاقل کے لیے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے سوا سفر نہ کرے۔یا آخرت کا توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ جائز ہو"۔(فضائل اعمال-مولانا زکریا)

علماء تفسیر و احکام میں اکثر کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے واعظ و تبلیغ کا سلسلہ جس نبی نے باقاعدہ شروع کیا وہ حضرت ادریسؑ ہی تھے۔علم نجوم آپ کے معجزات میں سے ہے، یہ زمین پر عبادت کرتے تھے اور فرشتے ان کو آسمان پر لے جاتے تھے۔یہ ہر روز ایک لباس تیار کرتے اور لباس تیار کرتے وقت ہر دم تسبیح پڑھتے اور لباس تیار کرنے کی اجرت کسی سے نہ لیتے تھے۔ایک دن کام سے فارغ ہوئے تو امر الٰہی سے انسان کی صورت میں ملک الموت آپ کے پاس مہمان بن کر آئے۔حضرت ادریسؑ ہر روز روزہ رکھا کرتے تھے اور شام کے وقت افطار کے لئے آسمان سے ایک خوان آتا تھا، آپ جتنا کھانا کھالیتے باقی آسمان پر واپس چلا جاتا تھا۔اس شام جب وہ کھانا آیا تو حضرت ادریسؑ نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا،لیکن مہمان نے اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا بس عبادت کرتا رہا۔رات گزر گئی جب دن نکلا تو حضرت ادریسؑ نے مہمان سے کہا"اے مسافر چلو باہر صحرا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں"، ملک الموت نے حامی بھر لی اور پھر دونوں بزرگ باہر آ گئے۔ایک گندم کے کھیت پر سے گزرے تو ملک الموت نے کہا" چلو کچھ خوشے گندم کے توڑ کر کھاتے ہیں"، حضرت ادریسؑ نے کہا تعجب ہے " رات حلال کھانے کی طرف تو نے توجہ نہ دی اور اب حرام کی طرف رغبت رکھتا ہے "۔اس کے بعد ایک باغ میں سے گزرے وہاں پر انگور دیکھ کر ملک الموت نے کھانے کی خواہش ظاہر کی ،حضرت ادریسؑ نے کہا " کسی غیر کے کھیت میں تصرف حرام ہے"۔اس کے بعد ملک الموت نے ایک بکری دیکھی اور کہا"اس کو حلال کر کے کھالیتے ہیں"، حضرت ادریسؑ نے کہا "بے گانی چیز کو ذبح کر کے کھانا منع ہے"۔اس طرح یہ دونوں چند روز تک باہر گھومتے رہے۔

پھر حضرت ادریسؑ کو گمان ہوا کہ یہ شخص ابن آدم میں سے نہیں ہے پوچھا "بھائی مجھے ظاہر تو کرو تم کون ہو"؟اس نے عرض کیا "میں عزرائیلؑ ہوں"، حضرت ادریسؑ نے کہا "بھائی کیا تم ہی تمام مخلوق کی روح قبض کرتے ہو "؟اس نے جواب دیا"ہاں! میں ہی سب کی روح قبض کرتا ہوں"، حضرت ادریسؑ نے کہا"چند دن سے تم میرے ساتھ ہو ان دنوں میں روح کیسے قبض کی"؟اس نے جواب دیا" جان قبض کرنا میرے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تمہارے ہاتھ کے نیچے روٹی رکھی ہوئی ہو یعنی جس کی اَجل کا حکم ہوا۔میں اللہ کے حکم سے ہاتھ بڑھا کر اس کی روح قبض کر لیتا ہوں"۔

پھر فرشتے نے کہا "اے ادریسؑ میں تیرے ساتھ رشتہ داری قائم کرنا چاہتا ہوں"، حضرت ادریسؑ نے کہا کہ "میں تیرے ساتھ رشتہ داری تب بناؤں گا جب تم موت کی تلخی کا ذائقہ ایک بار مجھے چکھا دو گے، تاکہ خوف اور عبرت مجھ میں زیادہ ہو اور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرسکوں"۔حضرت عزرائیلؑ نے جواب دیا"میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کسی کی جان نہیں لے سکتا"،تب حضرت ادریسؑ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی "اے رب میری التجا یہ ہے کہ مجھے موت کی تلخی کا ذائقہ معلوم ہو تاکہ میں زیادہ تیری عبادت کرسکوں" ،اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کو حکم دیا" حضرت ادریسؑ کی جان قبض کرلو"، پھر عزرائیلؑ نے

حضرت ادریسؑ کی جان قبض کر لی۔

اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ادریسؑ کو دوبارہ زندہ کر دیا۔حضرت ادریسؑ نے زندہ ہوتے ہی عزرائیلؑ کو گود میں لے لیا،اس طرح دونوں میں رشتہ برادری کا ہو گیا۔حضرت عزرائیلؑ نے حضرت ادریسؑ سے معلوم کیا"موت کی سختی کو کیسا پایا"؟ فرمایا"ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی زندہ جانور کی کھال اتاری جا رہی ہو"۔حضرت عزرائیلؑ نے کہا"اے بھائی جیسا کہ میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے،ایسا تو میں نے کبھی بھی کسی کے ساتھ نہیں کیا"۔پھر حضرت ادریسؑ نے کہا"اے بھائی مجھے دوزخ دیکھنے کا شوق ہے تاکہ عبرت حاصل کرسکوں اور خوف خدا سے زیادہ عبادت کرسکوں"۔تب حضرت عزرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر انہیں ساتوں طبق دوزخ کے دکھا دیئے۔پھر حضرت ادریسؑ نے کہا "اے بھائی مجھے جنت دیکھنے کا شوق ہے تاکہ میں رغبت عبادت میں زیادہ سے زیادہ کرسکوں"۔پھر حضرت ادریسؑ کو حضرت عزرائیل جنت کے دروازے پر لے گئے اور وہاں سے انہوں نے جنت کے نظارے کئے۔پھر کہنے لگے "اے میرے بھائی میں نے جان کی تکلیف دیکھی پھر میں نے دوزخ کے نظارے کئے،اب میرا جگر گرمی کی شدت سے جل رہا ہے۔مجھے پیاس لگ رہی ہے اگر اجازت ہو تو جنت کے دروازے سے اندر جا کر ایک پیالہ پانی پی لوں"۔

حضرت عزرائیلؑ نے کہا "وعدہ کرو کہ واپس آ جاؤ گے"،انہوں نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ پانی پی کر میں واپس آ جاؤں گا"۔پھر بحکم الٰہی اپنی نعلین باہر درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ کر آئے،اور بہشت میں داخل ہو گئے۔اب چونکہ عہد باہر آنے کا کیا تھا اور نعلین بھی باہر درخت کے نیچے چھوڑ کر آئے تھے،تھوڑی ہی دیر کے بعد بہشت سے باہر نکلے اپنی نعلین کو اٹھایا اور بہشت میں آ کر درخت پر جا بیٹھے۔

کچھ دیر بعد ملک الموت نے ان کو آواز لگائی بہت تاخیر کر دی اب واپس آ جاؤ،اس کے جواب میں حضرت ادریسؑ نے فرمایا اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"كُلُ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْت

ترجمہ:''ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔(العمران آیت 185،سورۃ الانبیاء آیت 35،سورۃ العنکبوت آیت 57)

میں تو جان کنی کا مزا چکھ چکا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،بہشت میں پہنچنے کے بعد نہ ان کو کوئی تکلیف ہوگی اور نہ ہی وہ وہاں سے باہر جائیں گے۔یعنی جو بہشت میں گیا پھر وہ واپس نہ آئے گا"اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کہ جو بہشت میں گیا پھر وہ واپس نہ آئے گا،میں اب جنت سے باہر نہیں آؤں گا"۔باری تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی "اے عزرائیلؑ تو ادریس کو یہیں چھوڑ کر واپس چلا جا،میں نے اس کی تقدیر میں یوں ہی ہونا لکھا تھا"۔اس طرح حضرت ادریسؑ موت کا مزا چکھ کر دوزخ کو دیکھ کر بہشت میں جا رہے ہے،تب حضرت عزرائیلؑ بولے:

ترجمہ:"بہشت حرام ہے انبیاء اکرامؑ پر جب تک خاتم الانبیاء اس میں داخل نہ ہو جائیں"۔(طبرانی 1/289 الرقم 942 الھندی فی کنز العمال 11/416 الرقم 31953)

تب حضرت ادریسؑ بولے میں بہشت کے اندر نہیں جا رہا ہوں۔(یعنی باہر ہی ہوں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ''اٹھا لیا ہم نے اس کو اونچے مقام پر''تو حضرت ادریسؑ کو اونچے مقام پر اٹھا لیا گیا۔حضرت ادریسؑ کے جانے کے بعد ان کے اہل و عیال روزآنہ گریہ وزاری کرتے رہے،ایک دن ابلیس نے انہیں کہا کہ میں حضرت ادریسؑ کی ایک مورت تمہیں بنا دیتا ہوں،تم ان کو دیکھ کر ان جیسی عبادت کرنا وہ بھی خوش ہو جائیں گے۔اس طرح حضرت ادریسؑ کے اہل وعیال ابلیس کے کہنے میں آ گئے اور ابلیس نے انہیں حضرت ادریسؑ کی ایک مورت بنا کر دی،جو صرف بول نہیں سکتی تھی۔تمام لوگ اس کو دیکھ کر خوش ہوئے،اور پھر ان کی سی عبادت کرنے لگے۔لیکن جلد ہی ان کے بچوں نے اس مورت کو پوجنا شروع کر دیا،حتیٰ کہ بت پرستی تمام عالم میں پھیل گئی۔مشرق سے مغرب تک تمام بت پرست بن گئے،کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کو نہ جانتا تھا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجا تاکہ وہ دین حق کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

****

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیثؑ کی اولاد میں سے تھے۔آپ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک ہزار سال بعد دنیا میں تشریف لائے۔انبیاء میں حضرت نوحؑ سب سے پہلے نبی ہیں جن کا واسطہ ایسی قوم سے پڑا جو کفر وشرک کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔حضرت نوحؑ کا ذکر قرآن پاک کی بہت سی سورت میں آیا ہے۔حضرت نوحؑ ان کی قوم کا تذکرہ عذاب،طوفان،نجات،اصحاب،کشتی اور دیگر احکامات بیان کئے گئے ہیں۔

سورہ الاعراف،سورہ یونس،سورہ ہود،سورہ انبیاء،سورہ مومنون،سورہ شعراء،سورہ عنکبوت،سورہ الصفٰت،سورہ قمراور سورہ نوح میں ان سے متعلق تفصیلی واقعات موجود ہیں۔

سورہ الاعراف،آیت نمبر 59-64

ترجمہ:''بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔اس کی قوم کے سردار بولے ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں،انہوں نے کہا''اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں میں تو تمہارے رب کا رسول ہوں۔اور رب کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں،اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے،اور کیا تمہیں اس بات کی حیرت ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی،تمہیں میں سے ایک انسان کے ذریعے کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔تو انہوں نے اسے جھٹلایا ،تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی۔اور اپنی آیات جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا،بے شک وہ اندھا گروہ تھا''۔

سورہ یونس،آیت نمبر 71-73

ترجمہ:''اور انہیں نوحؑ کی خبر سناؤ،جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم کو میرا آنا اور اللہ کی نشانیاں سنانا شاق ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔تم اپنے معبودوں کو اپنے ساتھ ملا لو،اور تمہاری تدبیر تمہارے گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہیئے،پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے۔اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں،تو انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انہیں ہم نے نائب بنایا۔اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو ہم نے ڈبو دیا۔تو کیسا انجام ہوا ڈرائے جانے والوں کا''؟

سورہ الانبیاء،آیت نمبر 76-77

ترجمہ:''اور نوحؑ کو جب اس نے پکارا اس سے پہلے تو ہم نے اس کی دعا قبول کی۔اور اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی۔اور ہم نے ان لوگوں پر اس کی مدد کی،جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بے شک وہ بُرے لوگ تھے پس ہم نے ان کو ڈبو دیا''۔

سورہ عنکبوت،آیت نمبر 14-15

ترجمہ:اور ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا،تو وہ ان میں نوسو پچاس برس رہا،پھر انہیں طوفان نے آلیا۔اور وہ ظالم تھے پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو تمام جہاں کے لئے نشانی بنا دیا''۔

سورہ الصفٰت،آیت نمبر 75-82

ترجمہ:''اور بے شک ہمیں نوحؑ نے پکارا،اور ہم کیا ہی اچھا قبول فرمانے والے ہیں،اور ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی۔اور ہم نے اس کی اولاد باقی رکھی اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تاریخ باقی رکھی۔نوحؑ پر سلام ہو تمام جہانوں میں- بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل ایمان بندوں میں سے ہے پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا''۔

سورہ حدید،آیت نمبر 26

ترجمہ:''اور بے شک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا،اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور بہت سے لوگ ان میں فاسق ہیں''۔

سورہ تحریم،آیت نمبر 10

ترجمہ:اللہ کافروں کو مثال دیتا ہے اور نوح کی عورت اور لوط کی عورت (دوسزا وار عورتیں)۔ہمارے دو مقرب

بندوں کے نکاح میں ہیں، پھر انہوں نے ان سے دغا کیا تو وہ اللہ کے سامنے ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ اور فرمادیا گیا کہ تم (دو عورتیں) جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جاؤ''۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی ان کے ساتھ کشتی میں سوار نہ ہوا تھا، جب پانی زیادہ ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو پکارا کہ کشتی میں سوار ہو جا لیکن اس نے کہا نہیں میں پہاڑ پر پناہ لے لوں گا۔ ابھی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ پانی کی ایک لہر نے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

''حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت ہے اور اس عرصے میں لوگ فطرت اسلام پر رہے''۔ (بخاری، طبری، حاکم)

اس صالح زمانے کے گزر جانے کے بعد قوم بت پرستی میں مشغول ہو گئی۔ اس بت پرست کا آغاز کیسے ہوا اس کا سبب وہی تھا جیسے امام بخاریؒ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

ترجمہ: ''اور وہ بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا، ودا، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو''۔

دراصل یہ نام حضرت نوحؑ کی قوم کے نیک بندوں کے تھے ان لوگوں کا وصال ہو گیا تو شیطان نے ان کے بعد والے لوگوں کو بہکا دیا اور یہ بات دل میں ڈال دی، کہ ان نیک لوگوں کی مورتیاں بنا کر رکھ لو تا کہ ان کو دیکھ کر ان کی سی عبادت کرنے کا شوق پیدا ہوتا رہے، اور انہی لوگوں کے نام پر ان کے نام مقرر کر لو، لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پہلی نسل نے ان کو دیکھ کر ان کی سی عبادت کر لی، دوسری نسل نے دیکھا کہ ان کے والدین ان بتوں کے سامنے بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں کچھ ان میں سے سمجھ گئے اور کچھ نادان ان کو پوجنے لگے، تیسری نسل بالکل بت پرست ہو گئی۔

حضرت ابن عباسؓ کے مطابق یہی بت مشرکین عرب کے لئے پوجا کا مرکز بنے رہے۔

عروہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں، کہ ودا، یغوث، سواع، نسر حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے تھے ان میں سب ہی متقی اور پرہیزگار تھے، سب سے بڑا متقی ان میں ودا تھا۔ یہ پانچ بت ان کے نزدیک بڑے عظمت اور مرتبے والے تھے دو بت مرد کی صورت میں اور سواع عورت کی صورت میں، یغوث شیر کی شکل میں، یعوق گھوڑے کی شکل میں، اور نسر کرگس کی شکل میں۔ یہ بت قوم نوحؑ سے منتقل ہوتے ہوئے عرب تک پہنچے اور مشرکین کے مختلف قبائل نے ایک ایک کو اپنے لئے مختص کر لیا۔

وَدّا اور اس کی پوجا:

حضرت ابن ابی حاتمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت باقرؒ نے بتایا کہ وَدّا نیک متقی اور صالح انسان تھا اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھا، شہر بابل میں اس کا انتقال ہوا اور وہیں اس کو دفن کیا گیا۔ اس کی تدفین کے بعد وہیں لوگوں نے اس کی قبر پر جمع ہو کر گریہ وزاری شروع کر دی شیطان نے انہیں بہکایا کہ تم لوگ یہاں آتے ہو (وہ انسانی شکل میں آیا) میں ان کی شکل کا مجسمہ بنا دیتا ہوں تم لوگ اسے اپنے گھر میں رکھ لینا۔ تم لوگ غم بھی غلط کر لینا اور ان کی یاد بھی تازہ رہے گی۔ لوگوں نے رضامندی ظاہر کی شیطان نے فوراً وَدّا کی شکل کا ایک مجسمہ بنا دیا جسے ان لوگوں نے اپنی مجلس میں رکھ لیا۔ اب اس کے پاس آنے لگے اور اپنی اپنی عبادت کرنے لگے۔ شیطان نے جب دیکھا تو کہا کہ میں تم سب لوگوں کے گھر اس کی ایک ایک شکل بنا دیتا ہوں تا کہ تم (اپنے اپنے گھروں میں اس کی زیارت کر سکو) لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اس طرح ہر گھر میں ایک ایک بت پہنچ گیا اور آئندہ نسلیں (چھوٹے بچے) صبح و شام اپنے ماں باپ کو اس بت کے پاس بیٹھا عبادت کرتے دیکھتے، انہوں نے اس بت کو ہی پوجنا شروع کر دیا۔

حضرت آدمؑ کے بعد جب ہر طرف روئے زمین پر بت پرستی ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو بھیجا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے لوگوں کو توحید کا پیغام دیا اور اللہ کی عبادت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت نوحؑ نے قوم کو سمجھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت (کمی بیشی) نہیں کیا اور ہر ممکن حربہ استعمال کیا۔ علانیہ تبلیغ فرماتے رہے، چھپ چھپ کر کرتے رہے۔ کبھی قوم کو رضائے الٰہی کی امید دلاتے، کبھی ان کو وعیدیں سناتے، لیکن ان کی قوم کی بت پرستی اور گمراہی نہ گئی۔ لوگوں نے عملی طور پر آپ کو ستانا شروع کر دیا۔

سورہ ہود، آیت نمبر 33-32

ترجمہ: ''کفار بولے اے نوحؑ تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے۔ تو لے آؤ وہ عذاب جن کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو، اگر تم سچے ہو۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ وہ اللہ تم پر لائے گا اگر وہ چاہے اور تم اس کو تھکا نہ سکو گے''۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی نوسو سال کی محنت کے باوجود کوئی مثبت ردعمل سامنے نہ آیا، اور قوم کے پاس بھی بت پرستی کا کوئی جائز اور معقول عذر نہ تھا تو قوم نے کہا "اے نوح علیہ السلام اب اس جھگڑے کو ختم کرو اور عذاب لے آؤ"۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کو کوئی عاجز نہیں سکتا وہ قادر اور بے نیاز ہے جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے "کن" ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے"۔

جب حضرت نوحؑ کی کاوشیں درجہ انتہا کو پہنچ گئیں اور آپ نا امید اور مایوس ہو گئے تو انہوں نے فرمایا،

ترجمہ: "اے رب میں مغلوب ہوں میری مدد کر"۔ (سورہ قمر، آیت نمبر 10)

تو اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود، آیت نمبر 36 میں فرمایا:

ترجمہ: "اور نوحؑ کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم میں سے جتنے لوگ ایمان لے آئے ہیں اب ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہ لائے گا غم نہ کرو اس پر جو وہ کرتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ کی مدد قریب آچکی ہے، اور وہ مدد عجیب و غریب واقعے کی صورت میں ہے"۔

سورہ ہود، آیت نمبر 37 ترجمہ: "اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں اب مجھ سے بات نہ کرنا اور یہ ضرور ڈبو دیئے جائیں گے"۔

مفسرین کے نزدیک کشتی کی بلندی تیس گز تھی۔ اور اس کی تین منزلیں تھیں، نچلی منزل میں چوپائے اور وحشی جانور، درمیانی منزل میں انسان اور بالائی منزل پر پرندے تھے۔ دروازہ چوڑائی میں تھا اور ڈھکن سا تھا جسے بند کر دیا جاتا تھا۔

نزول عذاب سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا کہ کشتی میں حیوانات سے ایک ایک جوڑا، حلال جانور میں سے ایک ایک جوڑا، اور دیگر اسی طرح کشتی پر سوار کر لو تا کہ ان کی نسل باقی رہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کشتی میں سب سے پہلے پرندے سوار کئے گئے اور سب سے آخر میں گدھا داخل ہوا، ابلیس بھی گدھے کی دم سے لٹک کر کشتی میں سوار ہو گیا۔ حضرت ابن عباسؓ کے مطابق یہ عورتوں سمیت 80 افراد تھے اور حضرت کعبؓ کے مطابق یہ 72 افراد تھے، جن میں حضرت نوحؑ، آپ کے تین بیٹے بیویاں اور یام کی بیوی تھی جبکہ یام خود راہ نجات سے بھٹک کر کافروں کا ساتھی بن گیا تھا۔ حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے حام، سام، یافث اور یام تھے۔ اہل کتاب کے نزدیک یام کو کنعان کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ غرق ہو گیا تھا۔ ان سب کی ماں حضرت نوحؑ کی بیوی بھی ان لوگوں کے ساتھ غرق ہو گئی تھی۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا عابر طوفان الٰہی سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا۔

سورہ قمر، آیت نمبر 12-10

ترجمہ: "تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میری مدد کر تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے ہوئے پانی سے اور زمین سے چشمے جاری کئے تو دونوں پانی مل گئے"۔

مفسرین اکرام کی ایک جماعت اور تورات کے مطابق پانی سطح زمین سے پندرہ گز کی بلندی تک پہنچ گیا تھا۔ اس وقت کے لوگ جان بچانے کے لئے پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔

سورہ ہود، آیت نمبر 42-43

ترجمہ: "اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے پر تھا، اے میرے بچے میرے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ وہ بولا کہ اب میں کسی پہاڑ کی راہ لوں گا اور وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ حضرت نوحؑ نے کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اسی وقت ان کے بیچ میں موج آ گئی اور وہ ڈوبتوں میں رہ گیا"۔

سورہ ہود، آیت نمبر 44

ترجمہ: اور حکم فرمایا "اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا۔ اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری، اور فرمایا گیا کہ دور ہوں ظالم لوگ"۔

اور اس طرح روئے زمین پر کوئی منکر اور سرکش باقی نہ بچا یعنی اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی کافر کو بھی بستا ہوا نہ چھوڑا۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا جو ان کے کہنے پر کشتی میں سوار نہ ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں حضرت نوحؑ سے کہا، "اے نوحؑ جو تیری اطاعت اور فرمانبرداری قبول نہ کرے وہ تیرا کہاں ہوا؟" جب

روئے زمین میں پانی خشک ہوگیا تو کشتی حکم الٰہی سے جودی پہاڑ پر آئی ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا '' اے نوحؑ کشتی سے اتر سلامتی وبرکتوں کے ساتھ جو تجھ پر تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہے"۔حضرت نوحؑ ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرتے تھے آپ ہمیشہ روزے رکھتے تھے۔

طبرانی میں ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا پوری زندگی روزہ رکھا،حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف زندگی روزہ رکھا،حضرت ابراہیمؑ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے"۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب حضرت نوحؑ کا وقت وصال قریب آیا، تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو طلب کیا اور کہا کہ میں تمہیں دو چیزوں کو کرنے اور دو چیزوں سے رک جانے کی وصیت کرتا ہوں۔جن دو چیزوں کو تم نے کرنا ہے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ کا ورد ہے، بے شک یہ ہر چیز کے لئے کافی ہے اور اسی کے توسط سے اللہ تعالیٰ بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔اور جن دو چیزوں سے تمہیں روکتا ہوں وہ شرک اور بڑائی ہے"۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا '' یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ شرک کا تو ہمیں پتا ہے یہ بڑائی کیا ہے؟ کیا ہم میں سے کسی کے پاس خوبصورت جوتے ہوں اس کے تسمے بھی خوبصورت ہوں، اور وہ ان کو استعمال کرتا ہو یہ بڑائی ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" نہیں"۔فرمایا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ عمدہ لباس زیب تن کرنا بڑائی ہے"؟ فرمایا "نہیں"۔فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اچھی سواری پر سوار ہونا بڑائی ہے"؟ فرمایا" نہیں"۔فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ حلقہ اثر بڑا ہونا یا اس میں نمایاں ہوکر بیٹھنا بڑائی ہے"؟ فرمایا" نہیں"۔عرض کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پھر بڑائی کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا '' حق کی تکذیب اور مخلوق کی تحقیر (حقیر سمجھنا) بڑائی ہے''۔(السلسلۃ الصحیحۃ ،بیہقی)

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت نوحؑ کی عمر سات سو اسی سال بتائی ہے، آپ کا مزار مبارک شہر بقاء عراق میں ہے جسے اب '' کرک نوح'' کہا جاتا ہے، اسی مناسبت سے وہاں ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے۔

****

حضرت ابراہیم علیہ السلام

جب سام بن نوحؑ کی کوئی اولاد عرب وعجم میں نہ رہی، تو نمرود جو کنعان بن سام بن نوح کا بیٹا تھا۔ یہ ملک عجم سے نکلا، یہ چونکہ قوت اور سلطنت کا مالک تھا اس لئے اس نے اپنی سلطنت ملک شام میں قائم کرلی، ترکستان کو فتح کیا، اولاد یافث بن نوحؑ کو اپنا فرمانبردار بنایا۔ بعد میں ہندوستان میں آ کر اولاد حام بن نوحؑ کو اپنا مطیع کیا اور ملک درہم کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد تمام جہان مشرق سے مغرب تک اپنے قبضے میں کرلیا۔ اور آج جس کو بابل کہتے ہیں وہاں تخت پر بیٹھا اور ہر طرف سے خراج وصول کرنے لگا۔

ہفت اکلیم کی بادشاہت صرف 4 لوگوں کو نصیب ہوئی، دو ان میں سے مسلمان تھے اور دو کافر۔ حضرت سلیمانؑ اور سکندر ذوالقرنین مسلمان تھے نمرود بن سلطان اور بخت نصر یہ دونوں کافر تھے۔ آذر جو سام کی اولاد میں سے تھا اس کا کام نمرود بادشاہ کی چوکیداری تھا۔ وہ رات بھر ایک ہاتھ میں شمع اور ایک ہاتھ میں ننگی تلوار لئے چوکیداری کرتا تھا۔ ایک دن نمرود کو اس کے نجومیوں نے بتایا کہ خدا خیر کرے آسمان پر ایک عجیب ستارہ نمودار ہوا ہے، جو کبھی نظر نہیں آیا، نمرود نے پوچھا کیسا ستارہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آج سے تین رات، اور دو دن میں ایک بچہ باپ کی پشت سے ماں کے رحم میں آئے گا، وہ تمہاری بادشاہت کو ختم کردے گا۔ نمرود نے حکم دیا کہ ان تین دنوں میں جتنی عورتوں کو حمل ہو وہ ضائع کردیے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، لیکن آذر کی بیوی جوان ہی دنوں میں حاملہ ہوئی تھی نے اپنے حمل کو چھپائے رکھا۔ جب پورے نو ماہ ہوگئے تو آذر کی بیوی نمرود بادشاہ کے خوف سے شہر سے باہر ایک غار میں چلی گئی، وہاں پر حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ شام ہوتے ہی غار کے منہ پر ایک پتھر رکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو غار میں ہی چھوڑ کر روتی ہوئیں گھر چلیں گئیں، ان کے جانے کے بعد حضرت جبرائیلؑ غار میں آئے اور بچے کے ہاتھ کے دونوں انگوٹھے انہوں نے بچے کے منہ میں ڈال دیئے، ایک انگوٹھے سے شہد اور دوسرے سے دودھ نکلا اور بچے کا پیٹ بھر گیا۔ دوسرے دن ان کی والدہ آئیں تو بچے کو ہشاش بشاش پایا اور متعجب ہوئیں۔ پھر اسی طرح گھر لوٹ آئیں، پھر آہستہ آہستہ ان کی والدہ نے غار میں آنا کم کردیا۔ اب وہ ہر ہفتہ آتیں اور آپ کو تندرست توانا پا کر بہت تعجب کرتیں اور خوش بھی ہوتیں۔ اس طرح سات سال گزر گئے ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ماں سے پوچھا ''اُمی من ربک'' ترجمہ: "اے میری ماں تیرا خدا (پالنے والا) کون ہے"؟ وہ بولیں "تیرا باپ ہے جو مجھے کھانے اور پینے کو دیتا ہے"۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا "میرے باپ کا رب کون ہے"؟ انہوں نے جواب دیا "اکبر (ستارے) ہیں-" انہوں نے کہا "اکبر کا رب کون ہے"؟ ان کی بات کو سن کر ان کی ماں خاموش ہوگئیں۔ اس کے بعد وہ بیٹے کے پاس سے رخصت ہوئیں، گھر آ کر انہوں نے تمام باتیں اپنے شوہر آذر کو بتائیں اس نے یہ باتیں سن کر اپنی بیوی سے کہا ''یہی لڑکا نمرود کا دشمن ہوگا''۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت ابراہیمؑ بستی میں آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ قوم کے لوگ اپنی حاجات اپنی ہی بنائی ہوئی مورتیوں سے طلب کرتے ہیں اور بعض لوگ بتوں کو اور چاند اور سورج کی پرستش کرتے ہیں، انہوں نے لوگوں کو ان چیزوں کی پرستش سے روکا اور ایک خدا پر ایمان لانے کے لئے کہا، لیکن لوگ نہ مانے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں کو لاجواب کرنے کے لئے پہلے ایک ستارے کو اپنا رب ٹھہرایا لیکن وہ کچھ دیر کے بعد غروب ہوگیا، تو لوگوں کو کہا "یہ رب نہیں ہے"۔ اگر یہ رب ہوتا تو اعلیٰ حال سے ادنیٰ حال میں نہیں جاتا"، پھر چاند اور سورج کو بھی ایسے ہی رب ٹھہرایا، لیکن ان کے غروب ہونے کے بعد کہا "یہ بھی رب نہیں ہیں"۔ اور اپنا رب ایک ہی ہستی کو ٹھہرایا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ لیکن ان کے باپ آذر نے کہا کہ ''میرا رب تو نمرود ہے''۔ جب نمرود کو معلوم ہوا کہ آذر کا بیٹا ایک خدا پر ایمان لانے کے لئے کہتا ہے، تو اس نے کہا "رب تو میں ہوں"۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا "میرا رب مشرق سے سورج کو نکالتا ہے تو مغرب سے نکال کر دکھا- "تو نمرود لاجواب ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا "آپ اور یہ پوری قوم گمراہی میں ہیں ایک خدا پر ایمان لائیں"۔

قرآن پاک سورہ الانبیاء، آیت نمبر 56-55 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: انہوں نے کہا ''ابراہیم کیا تو ہمارے پاس سچی بات لے کر آیا ہے یا تو ہمارا مذاق اڑا رہا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا اور تمہارا رب ایک ہی ہے اور وہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ لیکن آذر اور باقی قوم کے لوگ اپنے بتوں کی حمایت ہی کرتے رہے"۔

تب حضرت ابراہیمؑ نے کہا:

ترجمہ: "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں فکر کروں گا تمہارے بتوں کی جب تم لوگ کہیں جاؤ گے"۔ (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر 57)

یہ بات انہوں نے اپنے آپ سے چپکے سے کہی تھی۔(تفسیر سورۃ الانبیاء آیت 69-57)

پھر جب ان کی قوم ایک میلے میں شرکت کرنے کے لئے گئی،اور حضرت ابراہیمؑ باوجود اس کے کہ آذر نے آپ کو جانے کے لئے کہا لیکن آپ نہ گئے۔اور سب لوگوں کے جانے کے بعد آپ بت خانے میں آئے اور ایک کلہاڑی سے تمام بتوں کو توڑ دیا،اور کلہاڑی کو ایک بڑے بت کی گردن میں لٹکا دیا،جس کو نہ توڑا تھا۔جب لوگ واپس آئے اور بتوں کا یہ حشر دیکھا تو لوگ سمجھ گئے کہ یہ اسی جوان کا کام ہے جو لوگوں کو بتوں کی پوجا سے روکتا ہے،پس حضرت ابراہیمؑ کو بلایا گیا،اور ان سے پوچھا "یہ بت کس نے توڑے ہیں"؟ تو انہوں نے کہا" اپنے اس بڑے بت سے معلوم کرو،جس کے پاس کلہاڑی ہے"۔انہوں نے کہا "یہ کیسے جوابدے گا؟ اور یہ کیسے توڑ سکتا ہے؟ یہ تو بے جان ہے"۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں سے کہا" تم لوگوں کی عقلوں میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ ایک بے جان کیسے حاجات پوری کر سکتا ہے؟ یہ اپنے اوپر سے ایک مکھی بھی نہیں ہٹا سکتا۔تو تمہارے کام کیسے آئے گا"؟ بادشاہ نمرود روز روز حضرت ابراہیمؑ کی اس قسم کی حرکات سے تنگ آ چکا تھا۔اور وہ ڈر بھی گیا تھا اس نے لوگوں سے کہا" اس نوجوان کو ایسی سزا دی جائے جو باقی تمام لوگوں کے لئے باعث عبرت ہو۔اور آئندہ کوئی بھی اس قسم کے دعوے نہ کرے"۔تمام قوم نے نمرود کے حکم سے لکڑیاں جمع کیں اور اس میں آگ بھڑکائی جب آگ خوب بھڑک اٹھی،تو حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھایا گیا۔حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا "کچھ حاجت ہے"؟۔فرمایا اللہ ''کو معلوم ہے مجھے کیا حاجت ہے''،منجنیق چلائی گئی اور حضرت ابراہیمؑ آگ پر جا پڑے،پھر لوگوں نے دیکھا کہ یہ شعلہ مارتی ہوئی آگ آپ کو نہ جلا سکی،یہ آپ کے لئے گلزار بن گئی۔

اللہ عزوجل نے قرآن پاک کی سورہ الانبیاء،آیت نمبر 69 میں فرمایا:

ترجمہ:''ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو ابراہیمؑ پر''۔

یہ دیکھ کر نمرود اور اس کا وزیر دونوں حیران ہوئے اور حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے نمرود نے کہا''اے ابراہیمؑ تیرا پروردگار بہت بڑا ہے کہ اس نے شعلہ مارتی ہوئی آگ سے تجھے محفوظ رکھا''۔یہ کہتا ہوا نمرود واپس اپنے محل چل دیا۔وہ خائف ہو گیا تھا اور اپنی بادشاہی کو چھوڑنے کے خوف کی وجہ سے ایمان نہ لایا،لیکن اس کی بیٹی ایمان لے آئی۔

ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے پوچھا" اے خداوند تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے"؟ قرآن پاک میں اللہ نے اس بارے میں سورۃ البقرہ،آیت نمبر 260 میں فرمایا:

ترجمہ:''اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب مجھے دکھلا کہ تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے''؟ تو (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کیا تجھے یقین نہیں ہے؟ فوراً ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: یارب مجھے یقین ہے کہ تو حق ہے لیکن میں ذرا اپنے دل کی تسکین چاہتا ہوں۔(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) تم پکڑ لو چار جانور اور ان کو اپنے سے مانوس کر لو،پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سامنے پہاڑ پر ڈال دو،پھر ان کو بلاؤ تو یہ چاروں جانور تمہارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

بحکم الٰہی حضرت ابراہیمؑ چار جانور لائے،ایک ان میں سے مور تھا،ایک مرغ ایک کوّا اور ایک کبوتر۔ان کو انہوں نے پالا اور اچھی طرح سے اپنے ساتھ مانوس کر لیا۔کہ آپ کی آواز سے دوڑے آتے تھے پھر ان سب کو ذبح کر ڈالا،پھر ان کی تقسیم اس طرح کی کہ ایک پہاڑ پر سارے جانوروں کے سر رکھے ایک پر پیر،ایک پر دھڑ اور ایک پر،پَر رکھے۔اور اپنے دل میں اطمینان بھی کر لیا کہ آج قدرت کے مناظر بھی دیکھیں گے۔پھر انہوں نے پہاڑوں کے بیچ ہی کھڑے ہو کر ایک جانور کو پکارا تو اس کا سر آ کر ہوا میں کھڑا ہوا،پھر دھڑ اس سے آ کر مل گیا،پھر پیر لگے پھر پَر لگ گئے۔اور وہ جانور آپ کے پاس دوڑتا ہوا چلا آیا،اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے باری باری تمام جانوروں کو بلایا اور چاروں بن کر دوڑے چلے آئے،تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکمت پر اس کا شکر ادا کیا۔

آگ میں ڈالے جانے اور اس میں سے صحیح سلامت نکل آنے کے باوجود جب کسی نے آپ کی بات نہ مانی تو آپ شام چلے گئے،وہاں پر ہی شادی کی ان کی بیوی کا نام سارہ تھا۔وہاں کے بادشاہ نے حضرت سارہ کے تحفے کے طور پر حضرت حاجرہ کو دیا،بعد میں آپ نے حضرت حاجرہ سے بھی شادی کر لی۔اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ اور حضرت حاجرہ کو لے کر کنعان چلے گئے۔پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت حاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اونٹ پر سوار کیا اور بیت المقدس گئے اور وہاں سے خانہ کعبہ کا سفر کیا۔پھر آپ حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ میں چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔حضرت حاجرہ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر گئیں اور انہوں نے سات چکر لگائے اسی اثناء میں حضرت اسماعیل علیہ

السلام کو پیاس کی شدت نے ستایا،اورآپ علیہ السلام نے اپنے پاؤں روتے ہوئے زمین پر رگڑے،آپ علیہ السلام کے پاؤں کی رگڑ سے وہاں شگاف ہوااور پھراس میں سے پانی ابلنے لگا۔حضرت حاجرہ بہت خوش ہوئیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا اور خود بھی سیر ہو کر پانی پیا۔یہ آبِ زم زم تھا،(آبِ زم زم کی یہ خاصیت ہے کہ یہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے)پھر حضرت حاجرہ ایک پتھر لائیں اور چشمے کے منہ کو بند کر دیا۔کچھ ہی دیر بعد ایک قافلہ وہاں سے گزرا ان کے پاس بہت سی بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے،انہوں نے حضرت حاجرہ اور بچے کو وہاں دیکھا اور قریب ہی چشمے کو دیکھا تو بہت حیران ہوئے کیونکہ انہیں معلوم تھا یہاں آس پاس کہیں بھی پانی کا وجود نہ تھا۔انہوں نے حضرت حاجرہ سے پانی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔انہوں نے حضرت حاجرہ سے وہاں رہنے کی اجازت چاہی آپ نے بخوشی اجازت دے دی،اب یہ تمام لوگ یہاں رہنے لگے،اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان ہی لوگوں کے ساتھ پرورش پانے لگے۔

کچھ عرصے بعد حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ علیہ السلام سے ملنے کے لئے آئے،حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت المقدس سے خانہ کعبہ آئے تو انہوں نے وہاں لوگوں کو آباد دیکھا۔یہ ادھر ادھر حضرت حاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تلاش کر رہے تھے کہ حضرت حاجرہ علیہ السلام نے آپ کو پہچان لیا اور اپنی رہائش پر لے آئیں۔اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نو سال تھی،یہاں آنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم ملا۔انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت حاجرہ علیہ السلام سے کیا،انہوں نے کہا "جو حکم اللہ تعالیٰ کا"اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا۔حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چلے تو راستے میں شیطان نے آپ کو ورغلایا کہ تیرا باپ تجھے ذبح کرنے کے لیے لے کر جا رہا ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے پوچھا "ہم کہاں جا رہے ہیں"؟حضرت ابراہیم نے کہا"اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تیری قربانی کا حکم دے رہا ہے،اے میرے بیٹے مجھے بتاؤ کہ تمہاری اس میں کیا مرضی ہے"؟انہوں نے جواب دیا کہ ''جس میں آپ کا رب راضی ہے اس میں میں راضی ہوں''۔پس مقررہ جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس طرح لٹایا کہ آپ کا منہ دوسری طرف رہے۔اور پھر آپ کی گردن پر بڑے زور سے چھری چلا دی لیکن جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو دنبے کو ذبح کیا ہوا پایا،اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پاس کھڑے ہوئے تھے۔حضرت ابراہیم نے اللہ کا شکر ادا کیا اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت حاجرہ علیہ السلام کے پاس چھوڑ کر حضرت سائرہ علیہ السلام کے پاس بیت المقدس چلے گئے۔کچھ عرصے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور خانہ کعبہ بنانے کا حکم فرمایا اور جگہ کی نشاندہی بھی کر دی۔

قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:اور جب اٹھانے لگے ابراہیم اور اسماعیل بنیادیں اس گھر کی تب کہنے لگے کہ اے رب قبول کر(ہماری یہ محنت)تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔(سورۃ البقرۃ،آیت نمبر 127)

اور پھر کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے۔

ترجمہ:''اے رب اس شہر کو امن وامان والا بنانا،اور روزی دے یہاں کے رہنے والوں کو میووں سے،جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور آخرت پر''۔(سورۃ البقرۃ،آیت نمبر 126)

جب خانہ کعبہ بن کر تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

ترجمہ:''اور اعلان کر دو لوگوں میں کہ آئیں میرے پاس حج کے لئے،اس گھر میں پیدل اور سواری پر اگرچہ ان کے اونٹ دبلے پتلے ہی ہوں''۔(سورۃ الحج،آیت نمبر 27)

یہ حکم سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا''یا رب میری آواز یہاں کون سنے گا؟یہ کہاں تک جائے گی''؟اللہ تعالیٰ نے فرمایا''آواز کو پہنچانا ہمارا کام ہے''۔حضرت ابراہیم ایک بلند پہاڑ پر چڑھ گئے اور لوگوں کو حج کے لئے اس گھر کی دعوت دی۔اس آواز کو سب نے سنا چاہے جو زندہ تھے یا ماں باپ کے ارحام اور پشت میں تھے۔اور جس کی قسمت میں حج تھا اس نے لبیک کہا جس کی قسمت میں ایک بار حج تھا اس نے ایک مرتبہ لبیک کہا اور جس کی قسمت میں جتنے حج تھے انہوں نے اتنی ہی بار لبیک کہا۔خانہ کعبہ بنانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہ السلام کے پاس چلے گئے۔

کچھ عرصے کے بعد ان کے پاس کچھ مہمان آئے،حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس کھانا رکھا لیکن دیکھا کہ مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ

بڑھاپا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا تو کہا "اے ابراہیم ہم تیرے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، اور تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دینے آئے ہیں"۔ان کی بیوی نے جب یہ سنا تو ہنس پڑیں اور کہا "ہائے خرابی میں بچہ پیدا کروں گی میں تو اب بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے"۔اور تعجب کا اظہار کیا تو فرشتوں نے کہا "تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور برکت ہے تم پر اور تمہارے گھر پر"۔ پھر انہوں نے کہا "اللہ تمہیں ایک نیک صالح فرزند اور پیغمبر عطا فرمائے گا جس کا نام اسحاقؑ ہوگا، اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام ہوں گے جن کی پشت سے ہزاروں انبیاء اکرام علیہ السلام پیدا ہوں گے"۔(تفسیر سورہ ہود، آیت نمبر 69-72)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحائف نازل ہوئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ حضرت محمد مصطفیٰ (خاتم النبیین ﷺ) سے پوچھا "اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتابیں نازل فرمائیں اور کتنے صحیفے"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "100 صحیفے اور چار کتابیں۔ 50 صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے، 30 حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے، 10 حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نازل ہوئے 10 حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ اس کے علاوہ چار کتابیں ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن مجید"۔
حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا "حضرت ابراھیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا خاص بات تھی"؟ ارشاد فرمایا "وہ سب ضرب المثل تھی۔ مثلاً ''او مسلط اور مغرور بادشاہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تو مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے اور تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے۔ کیونکہ مظلوم کی فریاد کو میں رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو"۔(فضائل اعمال-مولانا زکریا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی تو آپ علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسماعیلؑ کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹے کا نام ''قیدار'' تھا۔ حضرت اسحاقؑ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام عیص اور دوسرے کا نام یعقوب تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کی بیٹی کی شادی عیص سے ہوئی تھی۔

****

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام- حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت حاجرہ علیہ السلام کے بطن سے اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ علیہ السلام کے بطن سے تھے- حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام سے 14 سال بڑے تھے-

حضرت سارہ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام میں قیام پزیر رہیں- حضرت حاجرہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکہ میں آکر آباد ہوئیں- ان کی آمد پر چشمہ زم زم جاری ہوا اور پھر مکہ کی اس ریگستان وادی میں لوگ آکر آباد ہونا شروع ہوئے- حضرت اسماعیلؑ ہر سال مکہ سے اپنے والد کی زیارت کے لئے ملک شام جایا کرتے تھے اور وہاں حضرت اسحاقؑ اور دوسرے لوگوں سے ملاقات کر کے واپس آجایا کرتے تھے۔ کچھ روایات میں حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے بتائے ہیں ایک ان میں سے قیدار تھا، اور ایک ثابت۔

ایک دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کو ارشاد ہوا "اے اسماعیل تم مغرب کی زمین پر جاؤ اور وہاں کے باشندوں کو اللہ کی طرف بلاؤ۔ اور دعوت حق دو"- چنانچہ بحکم خداوندی آپ فوراً وہاں گئے اور تقریباً پانچ برس خلق خدا کی ہدایت کی۔ یہاں تک کے تمام بت پرست مسلمان ہو گئے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (سورۃ مریم، آیت نمبر 54)

ترجمہ: "اور یاد کرو اسماعیل کو کہ وہ اپنے وعدے کا پکا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی-" اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو صادق الوعد فرمایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس شام گئے- اپنی بیٹی کی شادی حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے عیص سے کر دی۔ اور پھر واپس مکہ چلے آئے- ایک سال بعد انتقال فرمایا اور حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ آپ علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی، آخری وقت تک آپ علیہ السلام مکہ میں رہے۔ آپ علیہ السلام کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق ہو گئے، مگر دو بیٹے ثابت اور قیدار مکہ میں ہی رہے اور بیشتر اہل عرب اور اہل حجاز ان ہی کی نسل میں سے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے تھے- اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل کنعان پر پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت اسحاقؑ کی بیوی اہل کنعان کے سردار کی بیٹی تھی، ان کے دو بیٹے تھے عیص اور یعقوب۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی شادی عیص سے کر دی۔ عیص کی اولاد میں سے سوائے حضرت ایوب علیہ السلام کے کوئی نبی نہیں ہوا- عیص کے ایک بیٹے کا نام روم تھا، اب جو شہر روم کے نام سے آباد ہے اس کو اس نے ہی بسایا تھا۔ آج کل اس کو استنبول بھی کہتے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام نے 160 برس کی عمر پائی اور اپنی ماں حضرت سارہ علیہ السلام کے قریب دفن کئے گئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ اپنے ماموں کے پاس ملک شام چلے گئے- ان کے ماموں کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام ''لیا'' اور دوسری کا نام ''راحیل'' تھا۔ یہ دونوں بہنیں آپ علیہ السلام کے نکاح میں آئیں- اس وقت کی شریعت میں دو بہنیں ایک آدمی سے شادی کر سکتیں تھیں، شریعت محمدی میں اس کی ممانعت ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہونے کے بعد ان کو پیغمبری ملی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے بے شمار انبیاء اکرام علیہ السلام ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب بنی اسرائیل تھا- اس لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی-

****

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السّلام، حضرت یعقوب علیہ السّلام کے بیٹے، حضرت اسحاق علیہ السّلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پڑپوتے ہیں۔ والدہ راحیل، حضرت یوسف علیہ السّلام کے چھوٹے بھائی، بنیامین کی پیدائش کے وقت انتقال کر گئی تھیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کو 12 بیٹوں سے نوازا تھا،لیکن راحیل کے بطن سے دو بیٹے، یوسفؑ اور بنیامین ہی ہوئے۔ اب یہ بن ماں کے بھی تھے اور دس سوتیلے بھائیوں سے چھوٹے بھی۔ پھر شدید قربت اور محبّت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی پیشانی پر چمکتے نورِ نبوّت کا مشاہدہ بھی کر لیا تھا۔

قرآنِ کریم میں حضرت یوسف علیہ السّلام کا قصّہ

اللہ عزّ وجل نے قرآنِ کریم کی ایک سو گیارہ آیات پر مشتمل پوری ایک سورت،''سورۂ یوسف''میں حضرت یوسفؑ کے واقعے کو بیان فرمایا ہے۔اس سورت میں بیان کردہ واقعہ کو''احسن القصص''، یعنی''بہترین واقعہ'' کہا گیا ہے۔ دراصل، اس سبق آموز واقعے میں حسد وعناد کا انجام، نفسِ عمّارہ کی شورشیں، عبرتیں، حکمتیں، مواعظ و نصائح، انسانی عوارض و حوادث، بشری لغزشیں، صبر واستقامت اور رضا و تسلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور رحم و کرم کی کرشمہ سازیاں جس دِل چسپ اور خُوب صورت انداز میں پیش کی گئی ہیں، وہ رہتی دنیا تک کے لیے انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ قرآنِ پاک میں حضرت یوسف علیہ السّلام کا نامِ مبارک چھبیس مرتبہ آیا ہے، جن میں سے چوبیس بار سورۂ یوسف میں، جب کہ سورۂ انعام اور سورۂ غافر میں ایک، ایک بار آپؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ یوسفؑ کی شانِ نزول

روایت میں ہے کہ جب آنحضرت خاتم النّبیین ﷺ مکّہ معظّمہ میں تشریف فرما تھے اور آپ خاتم النّبیین ﷺ کی خبر مدینہ طیبہ پہنچی، تو وہاں کے یہودیوں نے اپنے چند آدمی اس کام کے لیے مکّہ معظّمہ بھیجے کہ وہ جا کر آپ خاتم النّبیین ﷺ کی آزمائش کریں۔ اُنھوں نے مبہم انداز میں سوال کیا''اگر آپ خاتم النّبیین ﷺ سچّے نبی ہیں، تو ذرا یہ بتلایئے کہ وہ کون سے پیغمبر تھے، جن کا ایک بیٹا مُلکِ شام سے مِصر لے جایا گیا اور باپ اُن کے غم میں روتے روتے نابینا ہو گئے؟'' دراصل یہ سوال یہودیوں نے اس لیے منتخب کیا تھا کہ اس کی کوئی عام شہرت تھی اور نہ مکّے میں کوئی اس واقعے سے واقف تھا، کیوں کہ اُس وقت مکّے میں اہلِ کتاب میں سے کوئی نہ تھا، جس سے بحوالہ تورات و انجیل اس قصّے کا کوئی جز معلوم ہوسکتا۔ اُن کے سوال پر پوری سورۂ یوسف نازل ہوئی، جس میں حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا پورا واقعہ مذکور ہے اور اتنی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ تورات اور انجیل میں بھی اتنی تفصیل نہیں۔ اس لیے اس کا بیان کرنا آنحضرت خاتم النّبیین ﷺ کا کُھلا معجزہ تھا۔ (معارف القرآن، ج5ص29)

حضرت یوسفؑ کا خواب

حضرت یوسفؑ ابھی سنِ بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے کہ اُنہوں نے ایک خواب دیکھا۔ جس کا اپنے والد سے یوں ذکر کیا''اے ابّا جان! مَیں نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''(سورۂ یوسف 4:) اُنہوں نے کہا''پیارے بیٹے! اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی فریب کاری کریں۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کُھلا دشمن ہے۔''(سورۂ یوسف 5:)

سوتیلے بھائیوں کا حسد

حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائی ان سے حسد کرتے تھے۔ اُنہوں نے آپس میں کہا کہ''یوسفؑ کو (یا تو جان سے) مار ڈالو یا اُسے کسی مُلک میں پھینک آؤ۔ پھر ابّا کی توجّہ صرف ہماری طرف ہو جائے گی اور اُس کے بعد ہم اچھی حالت میں ہو جائیں گے۔'' اُن میں سے ایک نے کہا کہ''یوسفؑ کو قتل تو نہ کرو، بلکہ کسی اندھے کنویں (کی تہہ) میں ڈال آؤ تاکہ کوئی (آتا جاتا) قافلہ اُسے نکال کر لے جائے، اگر تم کو کچھ کرنا ہی ہے، تو یوں کرو۔''(سورۂ یوسف 10,9:) مفسّرین لکھتے ہیں کہ کنویں میں ڈالنے کی تجویز بڑے سوتیلے بھائی، یہودا نے دی تھی۔ اگلے دن دسوں بھائی والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا''ابّا جان! آخر آپؑ، یوسفؑ کے بارے میں ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے۔ ہم تو اُن کے خیر خواہ ہیں۔ کل آپؑ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خُوب کھائے پیے اور کھیلے۔ اس کی حفاظت کے ہم ذمّے دار ہیں۔'' حضرت یعقوبؑ نے کہا''یہ اَمر مجھے غم ناک کیے دیتا ہے کہ تم اُسے لے جاؤ اور یہ بھی خوف ہے کہ تم (کھیل میں) اُس سے غافل ہو جاؤ اور اُسے بھیڑیا کھا جائے۔'' اُنہوں نے

جواب دیا ''ہم جیسی طاقت وَر جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اُنھیں بھیڑیا کھا جائے، تو ہم بالکل نکمّے ہی ہوئے۔'' (سورۂ یوسف 14 تا 11)

حضرت یوسفؑ بھائیوں کے ہمراہ

قرآنِ پاک میں بیان کیا گیا ہے'' پھر جب وہ اس کو لے کر چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنویں کی تہہ میں پھینک دیں، تو ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی بھیجی کہ یقیناً (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم ان کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور وہ تجھے نہ پہچانیں گے۔'' (سورۂ یوسف 15:) روایت میں ہے کہ اُس وقت حضرت یوسف علیہ السّلام کی عُمر سات سال تھی۔ (مظہری)

کنویں کے اندر

امام قرطبیؒ اور دیگر مفسّرین نے حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے- اُنہیں ایک ڈول میں رکھ کر کنویں میں لٹکا دیا، جب نصف تک پہنچے تو ڈول کی رسّی کاٹ دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی حفاظت فرمائی اور حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا تو اُنہوں نے حضرت یوسفؑ کو کنویں کے اندر ہی ایک چٹان پر بٹھا دیا۔ آپؑ تین روز تک اس کنویں میں رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا بڑا بھائی یہودا دوسرے بھائیوں سے چُھپ کر روزانہ اُن کے لیے کھانا، پانی لاتا اور ڈول کے ذریعے اُن تک پہنچا دیتا تھا۔ (معارف القرآن ج5 ص36)

والد کے سامنے آہ و بکا

حضرت یوسفؑ کے بھائی عشاء کے وقت آہ و بکا کرتے والد کے پاس پہنچے اور کہنے لگے'' ابّا جان! ہم سب تو دوڑنے میں لگ گئے تھے اور یوسفؑ کو ہم نے سامان کے پاس بٹھا دیا تھا۔ ایک بھیڑیا آیا اور اُسے کھا گیا۔ اور آپؑ ہمارا کیوں یقین کرنے لگے، اگرچہ ہم کتنے ہی سچّے ہوں۔'' (سورۂ یوسف 17) حضرت یعقوبؑ نے فرمایا'' (حقیقت یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دِل سے (یہ بات) بنا کر لائے ہو۔ بس میرے لیے صبر ہی بہتر ہے اور جو تم بیان کرتے ہو، اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔'' (سورۂ یوسف 18)

اللہ کی جانب سے امداد

تفسیر قرطبیؒ میں ہے کہ ایک تجارتی قافلہ، جو مُلکِ شام سے مِصر جا رہا تھا، راستہ بھول کر اس غیر آباد جنگل میں پہنچ گیا۔ قافلے کے لوگ پانی کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ ایک شخص مالک بن دُعر اُس کنویں تک پہنچ گیا۔ اُس نے پانی لینے کے لیے ڈول ڈالا، حضرت یوسفؑ نے ڈول کی رسّی پکڑ لی۔ مالک بن دُعر نے ڈول کو بھاری دیکھ کر اوپر کھینچا، لیکن جب اس نے ڈول کے ساتھ ایک نوعُمر بچّے کو دیکھا، تو خوشی سے پکار اٹھا'' ارے! بڑی خوشی کی بات ہے۔ یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا۔''

بھائی کو فروخت کر دیا

مفسّرین لکھتے ہیں کہ سوتیلا بھائی، روزانہ کھانا لایا کرتا تھا، اُس روز جب وہ کنویں پر آیا اور یوسفؑ کو نہ پایا، تو بھائیوں کو بلا لایا۔ سب یوسفؑ کو تلاش کرتے قافلے والوں کے پاس جا پہنچے اور اُن سے کہا'' تمہارے پاس جو لڑکا ہے، وہ ہمارا غلام ہے، ہم سے بھاگ آیا ہے۔ اب یہ ہمارے لیے بے کار ہے۔ تم چاہو، تو اُسے خرید لو۔'' قافلے والے ایک اجنبی جگہ پر تھے، سو، ان دَس بھائیوں کے خوف سے اُنہیں خریدنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت ابنِ عبّاسؓ فرماتے ہیں کہ ان بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو بیس درہم میں فروخت کر کے آپس میں دو، دو درہم تقسیم کر لیے۔ (ابنِ کثیر)

بازارِ مصر میں

قافلے والوں نے حضرت یوسفؑ کو مصر کے بازار میں فروخت کر دیا۔ (ابنِ کثیر)

تفسیر قرطبیؒ میں ہے کہ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر قیمتیں لگانا شروع کیں، یہاں تک کہ حضرت یوسفؑ کے وزن کے برابر سونے، وزن کے برابر مُشک اور وزن کے برابر ریشمی کپڑے میں فروخت کر دیئے گئے۔ حضرت یوسفؑ کو خریدنے والا شخص عزیزِ مصر، یعنی وزیرِ مملکت تھا، جو خزانہ اور امورِ سلطنت پر مختار تھا۔

زلیخا کا حضرت یوسفؑ پر فریفتہ ہونا

عزیزِ مصر، حضرت یوسفؑ کو خوش خوش اپنے گھر لے آیا اور بیوی کو نصیحت کی کہ اسے بہت پیار و محبّت سے رکھو۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے'' مِصر والوں میں سے جس نے اُسے (حضرت یوسفؑ کو) خریدا تھا، اُس نے اپنی بیوی سے کہا'' اسے بہت عزّت و احترام کے ساتھ رکھو، بہت ممکن ہے کہ ہمیں فائدہ

پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنالیں۔'' یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسفؑ کے قدم جما دیئے۔'' (سورۂ یوسف 21:) کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپؑ سنِ شباب پر پہنچ گئے۔عزیزِ مصر کی بیوی، زلیخا آپؑ کے حُسن سے بہت متاثر تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی نیّت بدلنے لگی اور اُس نے آپؑ پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ یہ عورت شیطان کے چنگل میں پھنس کر دعوتِ گناہ پر مُصر ہے، تو باہر نکلنے کے لیے دروازے کی جانب بھاگے۔ زلیخا پکڑنے کے لیے اُن کے پیچھے دوڑی، اُن کی قمیص کا پچھلا دامن اُس کے ہاتھ میں آ گیا، جسے اُس نے اپنی طرف کھینچا، تو وہ پھٹ گیا۔ حضرت یوسفؑ باہر نکلے، تو سامنے عزیزِ مصر کھڑا تھا۔ پیچھے زلیخا بھی باہر آ گئی، اُس نے شوہر کو دروازے پر کھڑا دیکھا، تو معصوم بن گئی اور حضرت یوسفؑ پر الزام لگاتے ہوئے گویا ہوئی'' جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بُرا ارادہ کرے، تو بس اُس کی سزا یہی ہے کہ اُسے قید کر دیا جائے اور اُسے کوئی دردناک سزا دی جائے۔'' (سورۂ یوسفؑ 25) حضرت یوسفؑ نے جب دیکھا کہ اُس عورت نے الزام اُن ہی پر لگا دیا ہے، تو صُورتِ حال واضح کر دی'' بولے! یہی مجھے اپنی نفسانی خواہش پورا کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔'' (سورۂ یوسف 26:)

زلیخا کے عشق کے چرچے

یہ واقعہ دربارِ خاص سے ہوتا ہوا شہر کی خواتین تک میں عام ہوگیا۔ اُنہوں نے زلیخا کو بدنام اور اسے لعن طعن کرنا شروع کر دیا، جس کا ذکر قرآنِ کریم میں یوں کیا گیا ہے'' اور عورتوں نے شہر میں چرچا کیا کہ عزیز کی عورت اپنے غلام کو چاہتی ہے، اس کی محبّت میں فریفتہ ہوگئی ہے، ہم تو اسے صریح غلطی پر دیکھتے ہیں۔'' (سورۂ یوسف، 30) زلیخا جب ان عورتوں کے طنز سے تنگ آ گئی، تو اُس نے ان عورتوں کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کرلیا، عورتوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھیں

'' سبحان اللہ! یہ انسان ہرگز نہیں، یہ تو یقیناً کوئی بہت بزرگ فرشتہ ہے۔'' جب زلیخا نے دیکھا کہ یہ عورتیں تو یوسفؑ کے جلوۂ حسن سے مبہوت و مدہوش ہوگئی ہیں، تو اُس نے کہا'' یہی وہ غلام ہے، جس کے بارے میں تم مجھ پر لعنت ملامت کر رہی تھیں۔ مَیں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا، لیکن اس نے اپنے آپ کو روک لیا اور جو کچھ مَیں کہہ رہی ہوں، اگر یہ وہ کام نہ کرے گا، تو قید کر دیا جائے گا اور رسوا ہوگا۔'' (سورۂ یوسف 32,31)

حضرت یوسفؑ کی دُعا

مفسّرین لکھتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد آپؑ نے اپنے ربّ سے التجا کی'' اے میرے پروردگار! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے، اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تُو مجھ سے اُن کے فریب کو نہ ہٹائے گا، تو مَیں اُن کی طرف مائل ہوجاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہوجاؤں گا۔'' (یوسف 33:)

جیل روانگی

حضرت یوسفؑ کی عفّت و پاک دامنی ثابت ہونے کے باوجود، عزیزِ مصر نے اُنہیں حوالۂ زنداں کر دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے جیل جانے کی دُعا قبول فرما کر ایک طرف تو اُنھیں عورتوں کی چال بازیوں سے بچا لیا، تو دوسری طرف شاہِ مصر کے قُرب اور حکومت میں شامل ہونے کے مواقع فراہم کر دیے۔ آپؑ قیدیوں کی خبرگیری کرتے اور اُن سے پیار و محبّت سے پیش آتے۔ چناں چہ بہت جلد قیدیوں میں مقبول ہوگئے۔

قیدیوں کے خواب اور اُن کی تعبیر

محل کے دو خاص آدمی بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں گرفتار کر کے قید خانے لائے گئے۔ اُن میں سے ایک شاہی ساقی یعنی بادشاہ کو مشروبات پلانے والا اور دوسرا، باورچی تھا۔ ایک رات اُن دونوں نے عجیب و غریب خواب دیکھے، جس کی تعبیر کے لیے حضرت یوسفؑ سے رجوع کیا گیا۔ ایک نے خواب میں خود کو شراب نچوڑتے دیکھا اور دوسرے نے دیکھا کہ وہ اپنے سَر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہے، جسے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا'' اے میرے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرّر ہوجائے گا، لیکن دوسرا سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔'' (اور پھر ایسا ہی ہوا) آپؑ نے دونوں اشخاص میں سے جس کی نسبت خیال کیا کہ وہ رہائی پاجائے گا، اُس سے کہا'' اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا لیکن شیطان نے اُن کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا اور آپؑ کئی برس جیل خانے ہی میں رہے۔

بادشاہ کا خواب اور اُس کی تعبیر

آپؑ سات سال جیل میں رہے، پھر اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب نبیؑ کی باعزّت رہائی کا بندوست فرما دیا۔ ہوا یوں کہ مصر کے بادشاہ نے ایک ایسا حیران

کُن اور پریشان کُن خواب دیکھا کہ درباری اور مصاحبین بھی اُس کی تعبیر نہ بتا سکے۔ قرآنِ پاک میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے ''اور بادشاہ نے کہا ''مَیں خواب دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں، جنھیں سات دُبلی گائیں کھاتی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک۔ اے درباروالو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر دینے والے ہو۔'' اُنہوں نے کہا'' یہ خیالی خواب ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔'' (سورۂ یوسف 43،44) اُس وقت دربار میں وہ شاہی ساقی بھی موجود تھا۔ اُسے جیل میں قید حضرت یوسفؑ یاد آ گئے۔ اُس نے بادشاہ سے کہا کہ'' اگر مجھے جیل خانے جانے کی اجازت عنایت فرمادیں، تو مَیں اس خواب کی تعبیر آپ کو لا دوں گا۔'' بادشاہ نے اُسے اجازت دے دی، تو وہ حضرت یوسفؑ کے پاس آیا۔ قرآنِ پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''جب وہ یوسفؑ کے پاس آیا، تو کہنے لگا'' اے یوسفؑ! آپؑ بڑے سچّے ہیں! آپؑ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں، جنہیں سات دُبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات ہی خشک، تاکہ مَیں اُن لوگوں کے پاس واپس (جا کر تعبیر بتاؤں) عجب نہیں کہ وہ (تمہاری قدر) جانیں۔'' یوسفؑ نے کہا'' تم لوگ سات سال تک متواتر کھیتی کرتے رہو گے، تو جو (غلّہ) کاٹو، تو تھوڑے سے غلّے کے سِوا، جو کھانے میں آئے، باقی خوشوں ہی میں رہنے دینا۔ اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے۔ وہ اس غلّے کو کھا جائیں گے، جو تم نے اُن کے لیے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا۔ صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا، جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خُوب مینہ برسے گا اور لوگ اس میں رَس نچوڑیں گے۔'' (سورۂ یوسف 46 تا 49) حضرت یوسفؑ نے نہ صرف خواب کی تعبیر بیان فرمائی، بلکہ اناج کو کیڑے سے محفوظ رکھنے کے لیے ہم دَردانہ مشورہ بھی دے دیا۔

رہائی سے پہلے الزام کی تحقیق کی شرط

شاہی ساقی نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر خواب کی تعبیر بیان کی، تو بادشاہ بہت حیران ہوا۔ اُس نے حکم جاری کیا کہ تعبیر بتانے والے کو دربار میں پیش کیا جائے۔ قاصد فوری طور پر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دربار میں چلنے کی درخواست کی۔ آپؑ نے فوری طور پر جانا پسند نہ فرمایا اور قاصد سے کہا'' اپنے بادشاہ کے پاس جا کر کہو کہ وہ پوچھیں کہ اُن عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے؟ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔'' اس پر بادشاہ نے عورتوں کو طلب کیا اور پوچھا۔ عورتوں نے جب حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی کی گواہی دے دی، تو زلیخا نے کہا'' (اصل یہی ہے کہ) مَیں نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بے شک سچّے ہیں۔'' (سورۂ یوسف 51)

حضرت یوسفؑ کو دربار میں لایا گیا، تو بادشاہ نے بڑا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور آپؑ سے خواب کی تمام تفصیلات اور اُن کا حل دریافت کیا۔ بادشاہ، آپؑ کی فہم و فراست اور فطانت و ذہانت سے بے حد متاثر ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا'' مجھے اس مُلک کے خزانوں پر مقرّر کر دیجیے، کیوں کہ مَیں حفاظت کر سکتا ہوں اور (اس کام سے) واقف بھی ہوں''۔ بادشاہِ مصر ایک جہاں دیدہ، تجربہ کار اور چہرہ شناس شخص تھا، اُس نے آپؑ کو خزانے سمیت اُمورِ مملکت میں مختارِ کُل بنا دیا۔

خوش حالی کے سات سال اور قحط کی ابتدا

شاہِ مصر کے خواب کے مطابق شروع کے سات سال خُوش حالی کے تھے۔ آپؑ نے بہترین حکمتِ عملی اختیار کرتے ہوئے تین اہم کام کیے (1) اناج کی پیداوار میں بڑے پیمانے پر اضافہ، بنجر زمینوں پر کاشت کا خصوصی انتظام (2) اناج کے استعمال میں احتیاط اور کفایت شعاری (3) اناج کی زیادہ سے زیادہ ذخیرہ اندوزی۔ خوش حالی کے دنوں میں آپؑ نے ایک وقت کھانے کا حکم فرمایا اور خود بھی اس پر سختی سے عمل پیرا ہوئے۔ سات برس بعد قحط کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ آپؑ نے عوام کو تاکید کر دی تھی کہ جس قدر ممکن ہو، اپنے گھروں میں غلّہ جمع کر لیں۔ ایک برس بعد آپؑ نے اعلان کروا دیا کہ اناج کی تقسیم صرف دربارِ شاہی سے ہو گی۔ لہٰذا، لوگ اناج کے حصول کے لیے وہاں کا رُخ کرنے لگے، جہاں حضرت یوسفؑ کی نگرانی میں اناج تقسیم کیا جاتا تھا۔ آپؑ نے غلّے کی فروخت کا ایک خاص پیمانہ بنایا تھا۔ کسی کو بھی ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلّہ نہیں ملتا تھا۔ قحط نے مصر کے علاوہ، شام اور فلسطین سمیت پورے خطّے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت یوسفؑ کی فیّاضی اور رحم دلی کی شہرت بھی دُور دُور تک پھیل چُکی تھی۔ لوگ جُوق در جُوق آتے اور اناج خرید کر چلے جاتے۔ حضرت یعقوبؑ کا خاندان، فلسطین میں تھا اور جب یعقوبؑ کو عزیزِ مصر (یعنی حضرت یوسفؑ) کی فیّاضی کا علم ہوا، تو بیٹوں سے کہا'' تم بھی مِصر جا کر اُس رحم دِل حکمران سے غلّہ لے آؤ۔''

برادرانِ یوسفؑ دربار میں

بنیامین کے علاوہ، دسوں بھائی شاہی دربار میں غلّہ لینے پہنچ گئے، جہاں حضرت یوسفؑ شان و شوکت کے ساتھ جلوہ افروز تھے۔ بھائی تو اُنھیں نہ پہچان سکے،

لیکن اُنھوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔ حضرت یوسفؑ سات برس کی عُمر میں اُن سے جدا ہوئے تھے اوراب چالیس سال کے ہو چکے تھے۔ (قرطبی ومظہری) آپؑ نے مزید اطمینان کے لیے اُن سے سوالات کیے اور فرمایا ''تم مِصری معلوم نہیں ہوتے، تمہاری زبان بھی عبرانی ہے۔ کہیں کسی دُشمن مُلک کے جاسوس تو نہیں ہو؟'' اِن سوالات کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے حالات کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔ سوتیلے بھائیوں میں سے ایک نے بتایا کہ وہ نبی زادے ہیں اور حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں'' ہم بارہ بھائی تھے، ایک بھائی کو بچپن میں بھیڑیا کھا گیا، جس کے غم میں ہمارے والد نابینا ہو چکے ہیں۔ ایک چھوٹا بھائی ہے، جسے والد کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔'' حضرت یوسفؑ نے اُنہیں شاہی مہمان خانے میں رکھا۔ جاتے ہوئے پورا اناج دیا اور کہا'' آیندہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لانا۔ اگر تم اُسے لے کر نہیں آئے، تو غلّہ ملے گا اور نہ خاطر مدارات ہوگی۔'' اس کے ساتھ ہی آپؑ نے خفیہ طور پر اُن کے اناج کی رقم بھی اُن کی بوریوں میں رکھوا دی۔ بھائیوں نے اپنی رقم کو واپس رکھا ہوا پایا تو بے حد خوش ہوئے اور خوشی خوشی اناج لے کر کنعان واپس آئے، پھر والد کو عزیزِ مصر کے حُسنِ سلوک، فیّاضی اور رحم دِلی کے واقعات سُنائے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اُنھوں نے حکم دیا ہے کہ اگر آئندہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ نہ لائے، تو اناج نہیں ملے گا، لہٰذا بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ ہم پھر غلّہ لائیں، ہم اس کی نگہبانی کریں گے۔ (حضرت یعقوبؑ) نے کہا'' مجھے تو اس کی بابت تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے، جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا۔ سو، اللہ ہی بہترین نگہبان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

بنیامین مصر میں اور چوری کا الزام

اناج ختم ہونے لگا، تو اُنہوں نے دوبارہ مِصر جانے کا قصد کیا اور بنیامین کو ساتھ لے جانے کے لیے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ سابقہ تجربے کی بنا پر بنیامین کو ساتھ بھیجنے پر آمادہ نہ تھے۔ لہٰذا، اُنھوں نے کہا کہ ''مَیں تو اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا، جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں ڈال کر مجھے قول اقرار نہ دو کہ اسے میرے پاس صحیح سالم لے آؤ گے۔ سوائے اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لیے جاؤ (یعنی تمہیں کوئی اجتماعی مصیبت پیش آجائے یا تم سب ہلاک ہو جاؤ)۔'' جب اُنہوں نے عہد کر لیا، تو حضرت یعقوبؑ نے اُنہیں ہدایت کی'' اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا، بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور مَیں اللہ کی تقدیر تو تم سے نہیں روک سکتا۔ (بے شک) حکم اسی کا ہے۔ مَیں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہلِ توکّل کو اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔'' (سورۂ یوسف۔ 67-66) یہ گیارہ تندرست و توانا اور جوان بھائی تھے، لہٰذا ان سب کے ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کی صورت میں نظرِ بد کا احتمال تھا۔ اسی لیے حضرت یعقوبؑ نے اُنھیں الگ، الگ دروازوں سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ نبی کریم خاتم النّبیین ﷺ کا ارشاد ہے'' نظر کا لگ جانا حق ہے۔'' (صحیح بخاری)

یہ سب بھائی بنیامین کو ساتھ لے کر عزیزِ مصر کے دربار میں پہنچ گئے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی کو پہچان لیا۔ آپؑ نے دو، دو بھائیوں کو ایک کمرے میں ٹھہرایا، اس طرح بنیامین تنہا رہ گئے، تو اُنہیں الگ کمرے میں رکھا اور پھر خلوت میں اُنہیں بتا دیا کہ وہ اُن کے حقیقی بھائی، یوسفؑ ہیں۔ دوسرے دن حضرت یوسفؑ نے بنیامین سمیت سب بھائیوں کا اناج اُن کے اونٹوں پر لدوا دیا اور وہ خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔ قرآنِ پاک میں ہے'' پھر جب اُنہیں اُن کا سامان دیا، تو اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا۔ پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا'' اے قافلے والو! تم لوگ تو چور ہو۔'' وہ اُن کی طرف متوجّہ ہو کر کہنے لگے'' تمہاری کیا چیز چوری ہوئی ہے؟'' وہ بولا'' بادشاہ کا پیالہ کھویا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے، اس کے لیے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلّہ انعام ملے گا اور مَیں اس کا ضامن ہوں۔'' وہ کہنے لگے کہ'' اللہ کی قسم! تم کو معلوم ہے کہ ہم اس مُلک میں اس لیے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چور ہیں۔'' اُنہوں نے کہا'' اچھا! اگر تمہارے سامان میں وہ پیالہ مل گیا، تو پھر اس چور کی سزا کیا ہو گی؟'' بھائیوں نے جواب دیا'' یعقوبؑ کی شریعت میں اس کی سزا یہی ہے کہ چور کو اس شخص کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔''''سب کو مع سامان حضرت یوسفؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ وہاں سب بھائیوں کے سامان کی تلاشی ہوئی اور آخر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی کے دَوران وہ پیالہ اُن کے سامان سے برآمد ہو گیا۔ جرم ثابت ہونے پر بنیامین کو جانے کی اجازت نہیں ملی۔''

بھائیوں کا آپس میں مشورہ اور کنعان واپسی

بھائیوں کو فکر تھی کہ والد کو کیا جواب دیں گے۔ اُنہوں نے حضرت یوسفؑ سے درخواست کی'' بنیامین کے والد بہت بوڑھے ہیں، اِس کی جگہ آپؑ ہم میں سے کسی کو روک لیں۔'' حضرت یوسفؑ نے فرمایا'' یہ ممکن نہیں۔ جس کے سامان سے مال برآمد ہوا ہے، وہی سزا کا مستحق ہے۔'' بھائی بڑے مایوس ہوئے اور آپس میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔ سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ'' کیا تمہیں یاد نہیں کہ اپنے والد سے بنیامین کو واپس لانے کا پختہ عہد کیا تھا۔ ہم سب اس سے پہلے یوسفؑ کے معاملے میں

بھی کوتاہی کر چکے ہیں، تو جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں، مَیں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں۔'' (سورۂ یوسف۔80) یہ بڑا بھائی یہودا تھا۔ باقی نو بھائی مِصر سے روانہ ہوئے اور کنعان پہنچ کر والد کو ساری صُورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ساتھ ہی اپنی صفائی بیان کرتے ہوئے گویا ہوئے ''اگر آپؑ کو ہماری باتوں کا یقین نہیں، تو آپؑ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیں، جہاں ہم مقیم تھے۔'' حضرت یعقوبؑ نے فرمایا ''مَیں تو اپنی پریشانی اور رنج و غم کی فریاد اپنے اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں، جو تم نہیں جانتے۔ میرے بیٹو! تم جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو پوری طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید وہی ہوتے ہیں، جو کافر ہیں۔'' (سورۂ یوسف 87-86)

حضرت یعقوبؑ کا خط

یہ سب بھائی حضرت یعقوبؑ کے اصرار پر دوبارہ عزیزِ مِصر کے دربار میں گئے اور نہایت عاجزی و انکساری سے بھائی کی رہائی کی اپیل کی۔ ساتھ ہی باپ کے بڑھاپے، ضُعف اور دوسرے بیٹے کی جدائی کے صدمے کا بھی ذکر کیا۔ حضرت یوسفؑ کا دِل بھر آیا، آنکھیں نم ناک ہوگئیں۔ روایت ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے عزیزِ مِصر کے نام ایک خط بھی لکھ کر دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے خط پڑھا، تو بے اختیار رونے لگے اور پھر اپنے راز کو ظاہر کر دیا۔ تعارف کی تمہید کے طور پر بھائیوں نے یہ واقعہ سنا تو گھبرا کر بولے ''کیا سچ مُچ تم ہی یوسفؑ ہو؟'' حضرت یوسفؑ نے جواب دیا ''ہاں! مَیں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے، تو اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (سورۂ یوسف۔90) بھائیوں نے جب حضرت یوسفؑ کی یہ شان دیکھی، تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کر لیا۔ آپؑ نے بھی پیغمبرانہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے اُنہیں معاف کر دیا۔

حضرت یوسفؑ کا کُرتا اور حضرت یعقوبؑ کی بینائی

حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو بہت سا اناج دیتے ہوئے کہا کہ ''میرا یہ کُرتا لے جاؤ، اسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دینا، اُن کی بینائی واپس آ جائے گی اور تم سب اپنے اہل و عیال کے ساتھ میرے پاس آ جاؤ۔'' قافلہ قمیص لے کر چلا ہی تھا کہ ڈھائی سو میل دُور، کنعان میں حضرت یعقوبؑ نے آس پاس کے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا ''اگر تم لوگ مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے، تو مجھے یوسفؑ کی خُوش بُو آ رہی ہے۔'' بھائی واپس کنعان پہنچے اور والد کے چہرے پر کُرتا ڈالا، جس سے اُن کی بینائی بحال ہوگئی۔ آپؑ نے بیٹوں سے فرمایا ''کیا مَیں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مَیں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں، جو تم نہیں جانتے؟'' (سورۂ یوسف 96)

حضرت یعقوبؑ، عزیزِ مِصر کے دربار میں

کچھ دنوں بعد حضرت یعقوبؑ اہلِ خانہ کے ہم راہ مِصر روانہ ہوگئے۔ حضرت یوسفؑ نے ایک بڑی سپاہ کے ساتھ شہر سے باہر والد اور خاندان والوں کا استقبال کیا۔ چالیس سال بعد ہونے والی اس ملاقات نے باپ، بیٹے یعنی اللہ کی دو پاکیزہ اور برگزیدہ ہستیوں کو آب دیدہ کر دیا۔ دونوں دیر تک ایک دوسرے کے گلے لگے رہے۔ آپؑ نے والد اور سوتیلی والدہ کو تختِ شاہی پر بٹھایا۔ پھر خود تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہوئے، تو شاہی آداب کے مطابق تمام درباریوں نے سجدہ کیا۔ یہ صُورتِ حال دیکھ کر خاندانِ یوسفؑ نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہ سجدۂ تحیّت تھا، جو اُممِ سابقہ میں جائز تھا۔ حضرت یوسفؑ کو اپنا بچپن کا خواب یاد آ گیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ''اے ابّا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے، جو مَیں نے بچپن میں دیکھا تھا اور جس کو میرے ربّ نے سچّا کر دکھایا۔ بادشاہ، حضرت یوسفؑ پر ایمان لے آیا تھا اور اُس نے امورِ سلطنت آپؑ کے سپرد کر دیے تھے۔ حضرت یوسفؑ کے خاندان نے مِصر ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور اس طرح بنی اسرائیل سرزمینِ مِصر میں آباد ہوگئے۔

حضرت یوسفؑ کا انتقال

حضرت یوسفؑ کا انتقال ایک سو بیس سال کی عُمر میں ہوا اور دریائے نیل کے کنارے دفن ہوئے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حضرت موسیٰ علیہ السّلامؑ کو مِصر چھوڑنے کا حکم دیتے ہوئے حضرت یوسفؑ کی میّت بھی اپنے ساتھ لے جانے کی ہدایت کی، جس پر وہ اُن کا تابوت فلسطین لے گئے اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السّلام کے برابر دفن کر دیا۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

حضرت لوط علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیمؑ کوخوشخبری دینے کے بعد فارغ ہو گئے تو حضرت لوطؑ کے پاس جانے کا اردہ ظاہر کیا۔حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ہی چلتا ہوں لیکن فرشتوں نے کہا کہ اے ابراہیمؑ ہم قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں تم ان کی تباہی نہ دیکھ سکو گے۔اس لئے آپ ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہوئے اور فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بتائی ہوئی جگہ پر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔حضرت لوطؑ کی تمام قوم سوائے (شہر سدوم کے لوگوں کے) ایک مشہور زمانہ بیماری میں مبتلا ہو چکے تھے۔یہ ایک بری فحاشی تھی انہوں نے عورتوں سے نکاح کرنے چھوڑ دیئے تھے اور آدمیوں نے آدمیوں سے تعلق قائم کر لیا تھا۔جب فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے تو یہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے،حضرت لوطؑ نے جب ان کو دیکھا تو بے حد پریشان ہوئے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا،(سورۃ ھود،آیت نمبر 77)

ترجمہ:''اور جب میرے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ بے حد رنجیدہ ہوئے،اور اپنے دل میں کہا کہ میرے لئے آج بڑا ہی سخت دن ہے''۔

لوطؑ کی بیوی وفادار عورت نہیں تھی لڑکوں کو دیکھتے ہی فوراً اپنی قوم کے پاس گئی اور ان کو بتایا کہ'' آج لوط کے پاس بہت ہی خوبصورت لڑکے آئے ہیں''،یہ سنتے ہی قوم کے لوگ ان لڑکوں کو لینے کے لئے بھاگے ہوئے حضرت لوطؑ کے پاس آئے۔انہوں نے اپنی قوم سے کہا "اے میری قوم کے لوگو قوم کی لڑکیاں تمہارے لئے حاضر ہیں،تم یہ کام کیوں کرتے ہو"؟انہوں نے کہا "ہمیں لڑکیوں سے کوئی غرض نہیں ہے ہم تو ان لڑکوں کے لئے آئے ہیں،جو تیرے پاس آج آئے ہیں انہیں ہمارے حوالے کر دو"۔حضرت لوطؑ آبدیدہ ہو گئے اور اپنے دل میں کہا "کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں ان کا مقابلہ کرتا"۔یہ سوچتے ہوئے آپ اندر فرشتوں کے پاس آئے اور تمام صورتحال سے فرشتوں کو آگاہ کیا۔فرشتوں نے جب دیکھا کہ حضرت لوطؑ بہت پریشان ہیں تو انہوں نے کہا:

ترجمہ:''اے لوطؑ ہم تیرے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ناممکن ہے کہ یہ لوگ تجھ تک پہنچ جائیں۔کچھ رات گئے آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے نکل جائیں اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے-آپ کی بیوی آپ کے ساتھ یہاں سے نہ جائے گی۔اس کو بھی اسی عذاب میں مرنا ہے۔یہ عذاب صبح کے وقت آئے گا کیا صبح قریب نہیں ہے''؟(سورۃ ھود آیت نمبر 81)

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت لوطؑ اور ان کے اہل وعیال کو اس بستی سے نکال کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچا دیا۔ان کی بیوی عذاب والوں میں شامل رہی-اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(سورۃ ھود،آیت نمبر 83-82)

ترجمہ:''اور پھر جب ہمارا حکم ہوا تو کر ڈالا بستی والوں کو اوپر اور نیچے اور برسائیں ان پر ہم نے پتھر کی کنکریں نشان لگی ہوئیں''۔

یعنی ہر پتھر پر اس کا نام تھا جس پر اس پتھر نے پڑنا تھا،اس طرح یہ لوگ بستی کے الٹنے پر آسمان سے گرے بادلوں میں پھنسے زمین پر گرے اور پتھروں سے چکنا چور کئے گئے۔اس طرح یہ پوری قوم سنگسار کر دی گئی۔

****

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونسؑ بہت مشہور پیغمبروں سے تعلق رکھتے ہیں-یہ حضرت لوطؑ کی اولاد میں سے تھے-حق تعالیٰ نے انہیں شہر نینوا میں جس کو آج کل دمشق کہتے ہیں پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور دعوت الی اللہ میں ہر وقت مصروف رہے،اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اور مہربانیاں یاد دلاتے رہے،اور انہیں غضب الہیٰ سے ڈرایا،لیکن کسی نے بھی فرمانبرداری نہ کی اور ہمیشہ آپ کی تکذیب کی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(سورۃ الصّٰفّٰت،آیت نمبر 147)

ترجمہ:''اور بھیجا اس کو ایک لاکھ سے کچھ زائد پر-''یعنی اگر عاقل بالغ شمار کئے جائیں تو ایک لاکھ تھے اور اگر چھوٹے بڑوں کو شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زائد تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا''اے یونس علیہ السلام آکر ہم کو پارہ پارہ بھی کر دیا جائے تب بھی ہم تم کو نبی نہیں کہیں گے''۔حضرت یونسؑ نے ایک دن اپنی قوم کے بڑے مجمع میں جا کر قوم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا''اے میری قوم اپنے خالق کو چھوڑ کر کیوں بت پرستی کرتے ہو؟ یہ بت نہ تو تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی تمہارا نقصان کر سکتے ہیں"۔ان کی قوم نے ان کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور کہا"ہم تیرے خدا کو کبھی نہیں مانیں گے"۔حضرت یونسؑ نے فرمایا"اے میری قوم اگر تم نے راہ گمراہی نہ چھوڑی تو کہیں اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل نہ کر دے"؟ان کی قوم نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا"اے یونسؑ یہ بتاؤ کہ یہ عذاب کیا چیز ہے؟اور وہ کیسا ہوتا ہے"؟اس قسم کے تمسخر والے جملے حضرت یونسؑ کی قوم ہر وقت کیا کرتی تھی،حضرت یونسؑ نے کہا"عذاب آتش دوزخ ہے-" کچھ لوگوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا "تو پھر لے آؤ اس میں کوئی مذائقہ نہیں"۔حضرت یونسؑ ہر طرح سے اپنی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن آخر یہ اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور ضد سے عاجز آ گئے،اور جب انہیں محسوس ہوا کہ قوم کا تمسخر حد سے بڑھ گیا ہے اور انہیں یہ امید نہ رہی کہ یہ قوم کبھی بھی دعوت الی الحق کو قبول کرے گی اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر گامزن ہو جائے گی۔تو پھر حضرت یونسؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس قوم کے لئے بددعا کی،ندا آئی''اے یونسؑ آپ عذاب طلب کرنے میں جلدی مت کرو''۔حضرت یونسؑ اپنی قوم سے کہہ چکے تھے کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تین دن میں عذاب آ جائے گا۔قوم کو تین دن کا کہہ کر حضرت یونسؑ کسی طرف چل دیئے اور چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچ گئے اور کشتی پر سوار ہو گئے۔جب یہ کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی تو بھنور کے چکر کھانے لگی۔یہ دیکھ کر کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا کہ اس کشتی میں کسی کا غلام ہے جو بھاگا ہوا ہے،کوئی نہ بولا تو کشتی والوں نے قرعہ اندازی کی،قرعہ حضرت یونسؑ کے نام کا نکلا۔چنانچہ کشتی والوں نے حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا اور کشتی بھنور سے نکل گئی۔جب حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا گیا تو اس وقت ایک بڑی مچھلی کو حکم ہوا کہ میرے پیارے بندے یونس کو نگل جا لیکن اس طرح کہ گزند نہ پہنچے یہ سنتے ہی ایک بڑی مچھلی حضرت یونسؑ کے قریب آئی اور حضرت یونسؑ کو ثابت نگل گئی۔حضرت یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ میں پہنچے تو بڑا ہی سخت اندھیرا تھا،اسی اندھیرے میں انہوں نے اپنے رب کو پکارا۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' (سورۃ الانبیاء،آیت نمبر 87)

ترجمہ:''پس پکارا یونسؑ نے ان اندھیروں میں)کوئی معبود نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے اور بے شک میں گناہگاروں میں سے ہوں''۔

مچھلی نے حضرت یونسؑ سے کہا کہ "اے پیغمبر مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تجھے اچھی طرح پیٹ میں رکھوں۔اور میرا پیٹ آپ کے واسطے زندان ہے اللہ جب چاہے آپ کو یہاں سے نکال دے گا"۔مسلسل چالیس روز تک حضرت یونس نے کچھ کھایا پیا نہیں تھا،اس لئے بدن کی تاب و طاقت جاتی رہی اور نہایت کمزور ہو گئے۔لیکن اس کمزوری کے باوجود بھی اپنے رب کا ذکر کرتے رہے اور اسی ذکر و اذکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال دیا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ:''پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تھا وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تو پھر البتہ رہتا یہ مچھلی کے پیٹ میں (ہمیشہ)"۔(سورۃ الصافات،آیت نمبر 144-143)

پس حضرت یونسؑ کی توبہ قبول ہوئی اور وہی مچھلی دریا کے کنارے آئی اور حضرت یونسؑ کو اُگل دیا۔جس جگہ مچھلی نے حضرت یونسؑ کو اُگلا تھا وہاں کوئی سایہ وغیرہ نہ تھا،پھر اللہ تعالیٰ نے وہاں پر کدو کی بیل کو اگایا اور اس نے حضرت یونسؑ پر سایہ کر دیا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہرنی کو حکم ہوا کہ وہ روز حضرت یونسؑ کو اپنا دودھ پلایا کرے۔جب حضرت یونسؑ کے جسم میں طاقت آئی تو اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ان کی قوم میں جانے کا حکم دیا۔حضرت یونسؑ کے ان کی قوم سے ناراض ہو کر جانے کے تین دن کے بعد قوم پر عذاب کے آثار نمودار ہوئے۔جن کو دیکھ کر یہ قوم گھبرا گئی اور سب کے سب جنگل میں نکل آئے۔اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور گریہ وزاری کی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور عذاب بھیجنا ملتوی کر دیا۔تمام قوم تائب ہو گئی۔اب اسی قوم نے حضرت یونسؑ کو تلاش کرنا شروع کیا-ادھر حضرت یونسؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کے پاس جانے کا حکم دیا۔حضرت یونسؑ کی قوم کے پاس جب ان کے نبی کی واپسی ہوئی تو وہ بے حد خوش ہوئے۔پھر حضرت یونسؑ سے انہوں نے شریعت سیکھی۔اس کے بعد تقریباً اکتیس برس حضرت یونسؑ اس قوم میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ زندہ رہے،پھر آپ کا انتقال ہو گیا۔قبر مبارک دمشق میں موجود ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوبؑ بہت مشہور پیغمبروں میں سے ہیں۔ آپ نہایت حلیم، نیک، صالح اور اعلیٰ درجے کے صابر تھے، آپ کا وطن ملک شام تھا۔ ابراہیم بن یوسفؑ کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ دس مساکین کو کھانا کھلاتے پھر خود کھانا کھاتے، جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو پہلے دس مساکین کو نیا کپڑا پہناتے پھر خود نیا کپڑا پہنتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال اور فرزند عنایت کئے تھے غرض وہ دنیاوی زندگی میں ہر طرح سے خوشحال تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ ایک دن شیطان مردود نے اللہ تعالیٰ سے کہا" یہ جو تیرا بندہ دن رات اتنی عبادت کرتا ہے اور جو لوگوں سے یہ حسن سلوک کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس مال اور اولاد خوب ہے، تو نے اس کو دولت اور فرزند خوب دیئے ہیں، اگر تو یہ چیزیں اس کو نہ دیتا تو یہ تیری عبادت اس طرح نہ کرتا، پس مجھ کو اس کے پاس جانے کی اجازت دے دے، پھر دیکھیں یہ کیونکر تیری بندگی کرتا ہے اور کس طرح ثابت قدم رہتا ہے، ہم ضرور اس کو کسی نہ کسی راستے سے گرا کر رہیں گے"۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ان کے پاس جانے کی اجازت دے دی تا کہ حضرت ایوبؑ کو آزمایا جاسکے۔ شیطان خوش ہو کر حضرت ایوبؑ کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت ایوبؑ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں شیطان نے ہر ممکن کوشش کی کہ حضرت ایوبؑ کا دھیان عبادت الٰہی سے ہٹادوں لیکن وہ اپنی کسی تدبیر میں کامیاب نہ ہوسکا، آخر منہ موڑ کر مردود لعین چلا گیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ایوبؑ نے بذات خود برائے آزمائش کے بلا اور مصیبت اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی تا کہ پریشانی کی حالت میں اور زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکوں اور زیادہ ثواب کا مستحق ہو جاؤں، بذریعہ وحی حضرت ایوبؑ کو بتایا گیا کہ ''اے ایوبؑ تو مجھ سے صحت و تندرستی مانگتا بجائے اس کے کہ تو نے مصیبت و بلا طلب کی ہے''۔

حضرت ایوبؑ نے اپنے پروردگار سے مؤدبانہ عرض کی ''اے میرے رب میرے لئے تیری طرف سے مصیبت بہتر ہے صحت و عافیت سے (تا کہ مصیبت پر صبر کا اجر پاسکوں)''، پس اپنی مرضی سے بیماری میں گرفتار ہوئے ان کے تمام بدن میں پھپھولے پڑ گئے اور پھر ان میں کیڑے پڑ گئے۔ اس کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی کہ اول نقصان مال و اسباب کا ہوا، اس کے بعد فرزندوں کی جدائی ہوئی۔ یکا یک تمام آرام و آسائش کی چیزیں جاتیں رہیں اور یہ اس طرح ہوا تھی ان کی اولاد تو چھت تلے دب کر مرگئی اور پھر جو ان کے پاس چالیس ہزار بھیڑ بکریاں تھیں آسمان سے آگ آئی اور سب کی سب جل گئیں، آپ اس وقت عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ ملازموں نے آکر آپ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا ''میں کیا کروں؟ جس کی چیزیں تھیں اس نے لے لیں'' یہ کہہ کر پھر آپ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ پھر آسمان سے آگ آئی اور جتنے بھی گائے، بیل تھے سب کو جلا دیا، چرواہے نے آکر اطلاع دی اے اللہ کے نبی آپ کے جتنے گائے بیل جنگل میں چر رہے تھے سب نذر آتش غیب ہو گئے ہیں، یہ سن کر حضرت ایوبؑ نے پھر کہا ''میں کیا کروں؟ جس کی چیزیں تھیں اس نے لے لیں'' اور پھر آپ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد شتر بانوں نے اطلاع دی کہ حضرت آپ کے ہزاروں اونٹ جل گئے ہیں یہ سن کر حضرت ایوبؑ نے کہا کہ ''اللہ کی یہی مرضی تھی'' اس کے بعد ساتھیوں نے اطلاع دی کہ حضور آپ کے تمام گھوڑوں کو آسمان کی آگ نے جلا کر خاک کر دیا ہے کوئی بھی نہیں بچا، حضرت ایوبؑ نے کہا ''ہم تو اسی میں راضی ہیں جس میں ہمارا رب ہم سے راضی ہے''۔ اس کے بعد تمام اثاثہ گھر دروازے، فرش و فروش، چھت و پردے سب آگ سے جل گئے، غرض کہ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ حضرت ایوبؑ عبادت میں مشغول رہے لوگوں نے آکر کہا حضرت کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آگ کے شعلے آپ کے سامنے آکر گر رہے ہیں اور اب تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ یہ سن کر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ ''لوگو اللہ کا شکر ہے کہ ابھی جان باقی ہے، بہر حال جو ہے وہ بہت بہتر ہے''۔

پھر دوسرے دن ان کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں معلم صاحب کے پاس پڑھتے تھے، اتفاق سے معلم صاحب کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے، واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت گر گئی ہے اور سب اس چھت کے نیچے دب کر مر گئے ہیں۔ حضرت معلم صاحب نے جا کر حضرت ایوبؑ سے کہا ''اے حضرت آپ کی اولاد سب کی سب چھت گرنے سے دب کر مر گئی ہے''، یہ سن کر حضرت ایوبؑ نے جواب دیا کہ ''وہ سب تو شہید ہوئے ہیں''۔ غرض سب کے سب زندہ مال و متاع، گھر بار سب کچھ جاتا رہا کوئی چیز باقی نہ رہی، غم فرزندان سے صبر کرتے اور اپنی بیوی کو سمجھاتے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد حالت نماز ہی میں ان کے جسم میں ایک پھپھولا پڑا اور پھر اس سے زخم بن گیا، یہاں تک کے تمام بدن زخم اور پھپھولوں سے بھر گیا، پھر ان میں کیڑے پڑ گئے۔ اس قدر زیادہ تکلیف سختی اور پریشانی کے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور عبادت میں ذرا بھی فرق نہ پڑا۔ بلکہ اور زیادہ عبادت میں مصروف رہتے۔ پھر جسم اتنا خراب ہو گیا کہ ایک ہی جگہ

پڑے رہتے اٹھنا بیٹھنا محال ہوگیا،اس طرح چار برس گزر گئے پھر ان کی آنکھوں میں بھی کیڑے پڑ گئے۔اب رشتہ دار،عزیز و اقارب اور محلے والے بھی ان کے پاس آنے سے گھبراتے بلکہ گھن کھاتے۔سب رشتہ داروں نے چھوڑ دیا، چار بیویوں نے چھوڑ دیا،صرف ایک بیوی جس کا نام رحیمہ تھا وہ بہت نیک بخت تھی،وہ ہر وقت حضرت ایوبؑ کی خدمت میں لگی رہتی،انہوں نے حضرت ایوبؑ سے کہا تھا''آپ کی صحت وتندرستی اور دولت کے زمانے میں میں آپ کی شریک حیات تھی،تو اب بیماری اور پریشانی میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گی اور آپ کو ہرگز چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔اور جہاں تک ہو سکے گا میں آپ کی خدمت کروں گی،اور اللہ نے چاہا تو یہ خدمت میری آخرت میں نجات کا سبب ہوگی''۔

پس اسی مصیبت اور پریشانی میں سات برس گزر گئے ان کے دو شاگرد بھی ان کے ساتھ رہے،جب رشتہ دار اور محلے والوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ یہ بیماری ہر ایک کو لگ جائے گی اس لئے حضرت ایوبؑ کو جنگل میں ہی چھوڑ کر آجانا چاہیئے۔تو ان کے دو شاگردوں نے ان کو ایک ٹاٹ میں لپیٹا اور ان کو گاؤں سے دور ایک اور گاؤں میں منتقل کر دیا۔دوسرے گاؤں والوں نے جب ان کی حالت دیکھی تو ان کو وہاں سے لے جانے پر مجبور کیا۔پھر آپ کو تیسرے گاؤں میں منتقل کر دیا گیا،وہاں پر بھی کچھ ہی عرصے کے بعد تمام لوگوں کو آپ کی بیماری کا علم ہوگیا اور وہاں کے لوگوں نے بھی ان کو کسی اور جگہ پر لیجانے پر زور دیا،اب آپ کے شاگردوں نے آپ کو اٹھایا اور ایک میدان میں لے جا کر ایک درخت کے سائے تلے آپ کو رکھ دیا،اور دونوں شاگرد وہاں کچھ عرصہ رہے اور پھر واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔صرف آپ کی بیوی رحیمہ مسلسل آپ کی خدمت میں لگی رہتی،وہ آپ کو چھوڑ کر گاؤں جاتی محنت مزدوری کرتی اور جو کچھ ملتا آپ کو لا کر کھلاتی اور خود کھاتی۔

ایک دن یہ اپنی عادت کے مطابق گاؤں گئیں لیکن کسی نے بھی ان کو کام کے لئے نہ بلایا،شام ہوئی تو یہ بہت پریشان ہوئیں کہ آج شوہر کو جا کر کیا کھلاؤں گی؟؟ یہ سوچا اور ساتھ ہی دل میں قرض لینے کا خیال آیا،یہ قریب ہی ایک کافر عورت کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ میرے شوہر بیمار ہیں،آج کہیں سے مجھے مزدوری نہیں ملی ہے مجھے کچھ رقم دے دیں۔کل انشاء اللہ کہیں سے کوئی مزدوری مل جائے گی میں تمہارا قرض اتار دوں گی۔اس عورت نے کہا کہ کل کی بات نہیں ہے،تیرے بال مجھے بہت پسند ہیں تھوڑے سے کاٹ کر دے دے،میں کھانے پینے کی چیزیں تجھے دے دوں گی۔بی بی رحیمہ یہ سن کر رونے لگیں اور کہا بہن میں یہ نہیں کر سکتی،میرا شوہر بیمار ہے عصا پکڑنے کی اس میں طاقت نہیں ہے وہ میرے یہ بال پکڑ کر اٹھتا بیٹھتا ہے اور اللہ کی عبادت کرتا ہے،لیکن وہ عورت نہ مانی،مجبور ہوکر ان کی بیوی نے اپنے بال کاٹ کر اس کافر عورت کو دے دیئے،اور اس نے کچھ کھانے پینے کا سامان ان بالوں کے عوض رحیمہ کو دے دیا۔اس وقت شیطان مردود نے بصورت پیر مرد کے حضرت ایوبؑ سے جا کر کہا کہ تیری بیوی کو فلانی عورت نے بدکاری کی چوری میں پکڑ کر سر کے بال کاٹ ڈالے ہیں۔

حضرت ایوبؑ اس بات کو سن کر بہت روئے،کہتے ہیں کہ اتنا روئے کہ اٹھارہ سال کی بیماری میں بھی کبھی اتنا نہیں روئے،لیکن یہ شیطان کی تہمت دینے سے اپنی بیوی پر روئے اور قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اگر اس بیماری سے نجات پا جاؤں گا تو رحیمہ کو سو درے ماروں گا۔

روایات ہیں کہ بعضوں نے کہا کہ حضرت ایوبؑ کے رونے کا سبب یہ تھا کہ ان کے دو شاگرد تھے وہ قرابت داروں میں سے تھے،جو ہمیشہ حضرت ایوبؑ کی خدمت اور تیمارداری کے لیے آیا کرتے تھے،ایک روز کہنے لگے کہ حضرت ایوبؑ کوئی گناہ نہ کرتے تو اس بیماری میں کیوں مبتلا کئے جاتے؟۔

ایک دوسری روایت میں یوں آیا کہ ایک دن وہ کیڑے ان کے زخم سے باہر نکل آئے تو حضرت ایوبؑ نے ان دونوں کیڑوں کو پکڑا اور اپنے جسم کے زخموں کے انہی گھاؤ میں رکھ دیا،جہاں سے یہ گرے تھے۔ تب انہوں نے ایسا کاٹا کہ ابتدائے بیماری سے اٹھارہ برس تک ان کو کبھی ایسی تکلیف نہ ہوئی تھی،تب آپ نے اللہ سے فریاد کی کہ''رب انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین''(سورہ الانبیاء،آیت نمبر 83)

ترجمہ:"(اور ایوبؑ نے پکارا جس وقت اپنے رب کو) الٰہی بے شک مجھ کو پہنچا ہے درد اور تو ہے مہربان سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا"۔

تب حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور حضرت ایوبؑ سے پوچھا کہ کیوں روتے ہو،تب انہوں نے جواب دیا کہ ان کیڑوں کا کاٹنا مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔تب حضرت جبرائیلؑ نے کہا "حضرت آپ نے مرض اللہ تعالیٰ سے خود مانگا تھا اور پھر جن کیڑوں کو اس نے آپ کے بدن سے گرا دیا تھا،آپ نے ان کو اٹھا کر اپنے گھاؤ میں خود رکھا ہے،یہ تکلیف اس وجہ سے ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بے گناہ کو سزا نہیں دیتا۔اور نہ اس نے کسی کو اس کا اختیار دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بندے کو وہ ضرور دیتا ہے جو وہ اللہ سے مانگتا ہے"۔

تب حضرت ایوبؑ نے درد سے اپنے رب کو پکارا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:(سورہ الانبیاء،آیت نمبر 84-83)

ترجمہ: ''اور پکارا ایوبؑ نے اپنے پروردگار کو مجھ کو بہت تکلیف پہنچی ہے اور تو مہربان ہے زیادہ سب مہربانی کرنے والوں سے، پس ہم نے سن لیا اُس کی پکار کو اور اٹھا دی ہم نے اس کی تکلیف، اور دیا ہم نے اس کو اور اس کی گھر والی کو، اور نصیحت دی ہم نے بندگی کرنے والوں کو۔''

جب حضرت ایوبؑ کی بلا اور تکلیف اللہ تعالیٰ نے دور کر دی تو ان کو شفاء نصیب ہوگئی، پھر اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے آکر فرمایا:

''اٹھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ نے رحم کیا تجھ پر اور راحت دی تجھ کو اور نجات دی تجھ کو غم سے"۔انہوں نے کہا" جبرائیل میں کیونکر اٹھوں مجھ میں تو ذرا بھی طاقت نہیں ہے"، حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا" آپ اپنے پیر کو زمین پر ماریئے"۔تب حضرت ایوبؑ نے اپنے پیر زمین پر مارا تو ایک چشمہ پھوٹ نکلا، حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ "اس میں نہاؤ اور اس کا پانی پیو۔اس طرح اللہ کے کرم اور فضل سے ٹھیک ہو جاؤ گے"۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ اسی جاری کئے ہوئے چشمے سے نہائے اور اور اسی کا پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بالکل ٹھیک ہو گئے۔اور اتنے خوبصورت ہو گئے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگے۔اور ایک چادر بہشت سے آئی اور آپ کو اوڑھا دی گئی، اس کے بعد آپ اٹھے اور سامنے ایک پُل تھا اس پر جا کر بیٹھ گئے۔ (ابن کثیر)

تھوڑی دیر کے بعد ان کی بیوی رحیمہ گاؤں میں محنت مشقت کر کے حضرت ایوبؑ کے لئے کچھ کھانا لے کر آئیں، اور حضرت ایوبؑ کو وہاں نہ پا کر پریشان ہو گئیں۔اور رونے لگیں اور سوچنے لگیں کہ ضرور کوئی شیر یا بھیڑیا آیا ہوگا، اور آپ کو اٹھا کر لے گیا۔اب وہ آپ کو پکارنے لگیں میدان میں چاروں طرف چیختی پکارتی رہیں، پھر روتی ہوئیں حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچ گئیں۔حضرت ایوبؑ نے بھی اجنبی بن کر پوچھا بی بی تم کیوں روتی ہو؟ وہ بولیں "یہاں ایک بیمار تھا اور میں اس کی بیوی ہوں میں اس کو تلاش کر رہی ہوں''۔(ابن ابوحاتم)

انہوں نے کہا" ان کا حلیہ کیسا تھا اور ان کا نام کیا تھا"؟ انہوں نے جواب دیا" نام ان کا ایوبؑ تھا وہ پیغمبر خدا تھے شکل وصورت اور جوانی وتندرستی میں تمہاری طرح تھے، لیکن بعد میں بیماری کے باعث کمزور ہو گئے تھے، کھال ان کی کیڑوں نے کھالی تھی، جسم پر سورج کی دھوپ بھی برداشت نہ تھی، کیڑوں نے ان کے جسم کو کھا لیا تھا یہاں تک کہ وہ کروٹ بدلنے کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے"۔ یہ سن کر حضرت ایوب علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا" میرا نام ایوب علیہ السلام ہے تم مجھے پہچانتی ہو"، یہ سن کر ان کی بیوی نے ان کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور فوراً پہچان لیا، اور خوشی کے مارے نہال ہو گئی اور بولی" حضرت یہ تو بتاؤ کہ آپ ٹھیک کیسے ہو گئے"؟۔حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا حال بیان کیا اور وہ چشمہ آب شفاء کا دکھایا، بی بی رحیمہ نے چشمے کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں۔پھر یہ دونوں اپنے گاؤں کے لئے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ گھر بھی اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا، اور ان کی اولاد بھی وہاں موجود ہے اور جو بیویاں چھوڑ کر چلیں گئیں تھیں وہ بھی واپس آگئیں ہیں۔تمام بھیڑ، بکریاں، بھینس، بیل، گھوڑے اور اونٹ سب زندہ ہو کر اسی طرح موجود ہو گئے جیسے پہلے موجود تھے۔یہ دیکھ کر آپ بے حد خوش ہوئے۔(تفسیر سورہ الانبیاء، آیت نمبر 84-83)

پھر اچانک ان کو اپنی بیوی رحیمہ کو ایک سو درے مارنے والی بات یاد آگئی تو چاہا کہ جو کچھ کہا تھا اس کو پورا کریں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ امین حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ''اس بیوی نے تمہارا آخری وقت تک ساتھ دیا ہے، پوری بیماری میں تمہاری تیمارداری کرتیں رہیں، جبکہ باقی بیویاں سب ساتھ چھوڑ گئیں تھیں اس لئے اس کو نہ مارنا''۔حضرت ایوبؑ نے کہا" میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر ٹھیک ہو گیا تو اس کو سو درے ماروں گا"، اس پر حضرت جبرائیلؑ نے کہا ''ایک مٹھ سینکوں کا لو جس میں سو خوشے گندم کے بالوں کے ہوں، پھر ایک مرتبہ وہ اپنی بیوی کو مارو، اس طرح سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی''۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور پکڑ اس نے اپنے ہاتھوں میں سینکوں کا مٹھا پس مارا اسے اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہوا'' (سورہ ص، آیت نمبر 44)

یعنی حضرت ایوبؑ نے حضرت جبرائیلؑ کے کہنے کے مطابق کیا۔

حضرت ایوبؑ بڑے صابر تھے اپنے صبر کی جزا میں صحت پائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا:

ترجمہ: ''تحقیق پایا ہم نے ان کو صبر کرنے والا اور اچھا بندہ، بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا''۔(سورہ ص، آیت نمبر 44)

پس ابتداء دنیا سے آج تک بحوالہ تاریخ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی آزمائش کی اور پھر اس کے صلے میں اپنی نعمتوں سے نوازا۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ اپنی رسالت اور حکومت کے ساتھ اڑتالیس برس اور زندہ رہے اور پھر انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ الراجعون۔

****

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام یہودا بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، تخت پر بیٹھنے کے چالیس برس کے بعد جب ان کو نبوت ملی (پیغمبری ملی) اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی قوت دی تھی کہ کوئی بادشاہ ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور یاد کرو ہمارے بندے داؤد کو جو صاحب قوت تھا اور ہماری طرف رجوع کرنے والا تھا''۔ (سورۃ ص، آیت نمبر 17) اور دوسری جگہ فرمایا:

ترجمہ: "اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جن جن چیزوں کا چاہا اسکو علم دیا"۔ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 251)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اے داؤد تحقیق ہم نے کیا ہے تجھ کو خلیفہ زمین میں، پس تو حکم کر درمیان لوگوں کے حق کے ساتھ اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی مت کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو یقیناً یہ بات تجھ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دے گی''۔ (سورۃ ص، آیت نمبر 26)

اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا خوش الحان کیا تھا کہ جب وہ زبور پڑھتے تھے تو ان کی خوش الحانی سے بہتا ہوا پانی رک جاتا تھا۔ زمین کے جانور، فضاء کے چرند پرند، اور جنگل کے درندے کھڑے ہو کر سنتے تھے۔ اور سب کے سب حضرت داؤدؑ کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ان کی تلاوت سن کر درختوں کی ہری پتیاں زرد پڑ جاتیں، پتھر موم کی مانند ہو جاتے اور بڑے بڑے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔ اور زبور کو پڑھتے وقت حضرت داؤدؑ کی آواز چالیس فرلانگ تک جاتی تھی اور اس آواز سے کافر بے ہوش اور مردہ دم ہو جاتے تھے، یہ حقیقت میں ان کا ایک معجزہ تھا۔ اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی انگلیوں میں ایسی تاب اور گرمی دی تھی، کہ ان کے چھونے سے لوہا پگھل کر نرم ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ سورہ سبا آیت 10 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور نرم کیا ہم نے داؤد کے واسطے لوہا''۔

یعنی اس کے ہاتھ میں آتے ہی لوہا مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا۔ اور بغیر کسی آلہ و ہتھیار اور بغیر آگ کے ہاتھ سے لوہے کو موم کی طرح موڑ کر زرہ بناتے اور لوگوں کو فروخت کرتے تھے، جبکہ دیگر لوگ آگ میں تپا کر لوہے کی زرہ تیار کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر 80)

ترجمہ: ''اور سکھائی اللہ تعالیٰ نے داؤد کو کاریگری کہ بنائے ایک قسم کا پہناوا (زرہ) تمہارا تاکہ بچائے تم کو لڑائی میں استعمال ہونے کے لیئے"۔

ایک زرہ اس وقت چار سو درہم میں فروخت ہوتی تھی۔ حضرت داؤدؑ کا یہ معمول تھا کہ زرہ کے فروخت کرنے کے بعد دو سو درہم محتاجوں اور درویشوں کو دیتے تھے۔ ایک سو درہم اپنے رشتہ داروں کو اور ایک سو درہم اپنے اہل خانہ اور اپنے اوپر خرچ کرتے۔ اپنے جملہ اوقات کو بھی تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، اور یہ طریقہ تھا کہ چند روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے، چند روز لوگوں کے درمیان انصاف کرتے اور چند روز اپنے گھر والوں کے کام کرتے۔ یہی طریقہ ان کی زندگی کا معمول بن چکا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا بلا میں مبتلا ہونا:

روایت ہے کہ حضرت داؤدؑ کا بلا میں مبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک روز کتاب صحیفہ (پہلے والے) پڑھ رہے تھے کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ کی بزرگی کا ذکر تھا۔ انہوں نے دل میں کہا "ان حضرات نے ایسے کون سے بزرگی کے کام کئے تھے کہ ان کو یہ بزرگی عطا کی گئی"؟۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب آیا، ''اے داؤدؑ ان پر ہم نے بہت سی بلائیں نازل کیں اور وہ ان میں ثابت قدم رہے اس وجہ سے میری طرف سے ان کو مرتبہ بزرگی عنایت کی گئی''۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی "ہم کو بھی کسی بلا میں مبتلا کریں۔ میں بھی صبر کروں گا اور ثابت قدم رہوں گا تاکہ میں بھی بزرگی پاؤں"۔

ان کے پاس حضرت جبرائیلؑ آئے اور کہا ''اے داؤدؑ اللہ تعالیٰ نے تم کو صحت و عافیت عطا کی ہے اور تم اپنی خواہش سے دکھ طلب کر رہے ہو، اب کچھ یوم کے بعد تم پر بلا نازل ہوگی''۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جب بادشاہ طالوت کی سلطنت ملی۔ اور قوم بنی اسرائیل پر بادشاہ مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے یہ اعلان کیا کہ "اللہ کی قسم میں اچھی طرح عدالت کروں گا۔ اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کروں گا"۔ لیکن یہ کہتے ہوئے انشاللہ کہنا بھول گئے''۔ ایک روایت میں ہے کہ بادشاہ طالوت کے اعتماد پر دعا کی کہ "اے پروردگار تو گناہ گاروں پر رحم فرما" اور اپنے آپ کو گناہ سے پاک تصور کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک عبادت خانہ بنوا رکھا تھا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام عبادت کی قوت اور اسلام کی سمجھ

بوجھ عطا کی گئی تھی۔ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام شب زندہ دار تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورہ ص آیت نمبر 18 اور 19 میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: "بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑ مسخر کئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور صبح کو اور پرندے جمع کئے اُس کے پاس سب اُس کے فرمانبردار"۔

سورۃ انبیاء آیت نمبر 80-79 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے اور پرندے کہ تسبیح کرتے تھے اور یہ ہمارے کام تھے اور ہم نے اسے ایک پہناوا بنانا سکھایا (زرہ) کہ تمہیں تکلیف سے بچائے"۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانے میں آلِ داؤد علیہ السلام عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک دن اپنے دل میں خیال کیا کہ اے باری تعالیٰ 24 گھنٹوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں جس میں داؤد علیہ السلام یا آل داؤد علیہ السلام میں سے کوئی عبادت کے لیئے عبادت خانے میں موجود نہ ہو"۔

قرآن پاک میں سورہ ص آیت نمبر 21 تا 25 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "اور کیا تمہیں اُن دعوے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد کی مسجد میں آئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اُن کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ اُن دونوں نے کہا ڈریئے نہیں۔ ہم دو فریق ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس ہم میں فیصلہ فرما دیجیے حق کے ساتھ اور نافرمانی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ دکھایئے۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک۔ اَب یہ میری دنبی بھی مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا بے شک یہ تیرے ساتھ زیادتی کرتا ہے اور بے شک ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے مگر وہ بہت تھوڑے ہیں"۔ (حضرت داؤد علیہ السلام جب فیصلہ کر چکے تو عبادت کا وقت گزر چکا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل نے ہی فیصلہ کر دیا۔ عبادت کے لیئے اللہ ہی وقت فارغ کرتا ہے تو عبادت ممکن ہوتی ہے) "اَب داؤد علیہ السلام سمجھے کہ ہم نے اُس کی جانچ کی تھی وہ سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔ تو ہم نے اُسے معاف فرمایا اور بے شک اُس کے لیے ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا ٹھکانا ہے"۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں "حضرت داؤد علیہ السلام اپنے گناہ کے بعد چالیس روز تک سجدے میں روتے رہے اور سر نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے سبزہ جم گیا اور ان کا سر چھپ گیا"۔ آواز آئی "اے داؤد بھوکا ہے تو کھانا ملے اگر تو پیاسا ہے تو پانی ملے اگر تو ننگا ہے تو کپڑا ملے"۔ آپ علیہ السلام نے ایسی دھاڑ ماری کہ آپ علیہ السلام کے خوف کی وجہ سے سامنے کی لکڑی جل گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور مغفرت اتار دی عرض کیا "الٰہی میرا گناہ میرے ہاتھ پر لکھ دے"۔ ان کا گناہ ان کی ہتھیلی پر لکھ دیا گیا۔ جب کھاتے پیتے یا کسی مقصد اور کام کے لیے ہاتھ بڑھاتے تو اس خطا کو دیکھ کر روتے۔ راوی کہتے ہیں کہ پانی کا پیالہ جب ان کے ہاتھوں میں آتا تو تہائی خالی ہوتا تھا۔ جب آپ علیہ السلام اپنی خطا دیکھتے تو ہونٹوں سے ملانے تک آنسوؤں سے لبریز ہو جاتا تھا۔ اور یہ بھی آپ علیہ السلام کے احوال میں مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا اور دعا یوں عرض کیا کرتے تھے:

"الٰہی جب میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں تو زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو جان میں جان آتی ہے تو پاک ہے۔ باری تعالیٰ میں تیرے بندوں میں سے جو طبیب ہیں ان کے پاس گیا سب کے سب تیرے پاس ہی علاج بتارہے ہیں تو خرابی ہے اس کے لیے جو تیری رحمت سے آس توڑ دے"۔

حضرت فضیلؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اور پھر چیختے ہوئے اپنا ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے پہاڑوں میں چلے گئے۔ درندے آپ علیہ السلام کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مجھے تم سے کوئی کام نہیں، مجھے تو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روئے اور جو میرے سامنے روتا ہوا آئے اور جو خطا دار نہیں اس کا خطا کار کے پاس کیا کام"؟ اور جب لوگ آپ علیہ السلام کو رونے سے منع فرماتے تو آپ علیہ السلام کہتے "مجھے رونے دو اس سے پہلے کہ رونے کا دن بھی ہاتھ سے جاتا رہے اور میں فرشتوں کے حوالے کر دیا جاؤں"۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے کہا "الٰہی میرے رونے پر رحم فرما۔ فرمایا اے داؤد علیہ السلام اپنا گناہ بھول گیا ہے اور رونا یاد ہے" عرض کیا "اے میرے آقا میں اپنے گناہ کو کیسے بھولوں گا؟ میرا تو یہ حال تھا کہ میں زبور پڑھتا تھا تو پرندے میرے سر پر سایہ کرتے تھے، وحشی جانور مجھے سننے آتے تھے اور میرے گرد اکٹھے ہو جایا کرتے۔ اے اللہ اب یہ کونسی وحشت ہے جو مجھ میں اور تجھ میں ہے؟"

آواز آئی "اے داؤد علیہ السلام وہ انس طاعت کا تھا، یہ وحشت گناہ کی ہے۔ اے داؤد علیہ السلام آدم میری ایک مخلوق ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔

پھر اپنی روح اس میں پھونکی اپنے فرشتوں سے اسے سجدہ کرایا۔ اپنے اکرام کی خلعت اس کو پہنائی۔ اپنے وقار کا تاج اس کے سر پر رکھا اور جب تنہائی کی شکایت کی تو حوا کو بنایا۔ پھر جنت میں رہنے کو جگہ دی اور جب اس نے نافرمانی کی تو ہم نے اسے اپنے پاس سے نکال دیا"۔ حضرت داؤد علیہ السلام معافی کے خواستگار ہوئے۔

یحییٰ بن ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز پیشتر ہی کھانا پینا بند کر دیتے تھے۔ جب ایک روزہ رہ جاتا تو جنگل کا رخ کرتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو فرماتے کہ شہروں، پہاڑوں، ٹیلوں، جنگلوں اور بت خانوں میں کہلا دو کہ لوگو اگر تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا اپنے نفس پر نوحہ سننا منظور ہو تو آجاؤ۔ جنگلوں اور ٹیلوں سے وحشی درندے، پہاڑوں سے جانور، گھونسلوں سے پرندے اور شہروں سے مرد اور عورتیں (پردوں میں) آجاتیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام آکر منبر پر چڑھتے۔ آپ علیہ السلام کے اردگرد بنی اسرائیل ہوتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام آپ علیہ السلام کے سر کے پاس کھڑے ہوتے۔ اول آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کرتے اور لوگ رونا شروع کر دیتے آہستہ آہستہ لوگ دھاڑیں مارنے لگتے۔ پھر آپ علیہ السلام جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے تو زمین کے اندر رہنے والے جانور اور وحشی جانور مارے خوف کے مرجاتے پھر قیامت کی دہشت کا ذکر کرتے اور اپنے او پر نوحہ کرتے تو ہر قسم کے جان داروں میں سے پرے کے پرے الٹ جاتے (مرجاتے) حضرت سلیمان علیہ السلام جب مُردوں کی کثرت دیکھتے تو آپ علیہ السلام سے کہتے "آپ علیہ السلام نے سننے والوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور بنی اسرائیل کے بہت سے گروہ مر گئے ہیں اور زمین کی بہت سی حشرات فنا ہو گئے ہیں"۔ یہ سن کر آپ دعا مانگنا شروع کر دیتے۔ وہ دعا ہی میں ہوتے تو بنی اسرائیل کا کوئی عابد اُن کو پکارتا اور کہتا "اے داؤد جزاء کے مانگنے میں آپ علیہ السلام نے جلدی فرمائی ہے"۔

یہ سن کر آپ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ جب سلیمان علیہ السلام آپ علیہ السلام کا یہ حال دیکھتے تو ایک چار پائی لاتے اور اس پر آپ علیہ السلام کو ڈالتے پھر پکارتے اور کہتے اگر کسی کا کوئی ساتھی، دوست، آشنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ تھا تو وہ چار پائی لے کر اسے اٹھا لائے کیونکہ جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خوف خدا نے فنا کیا ہے۔ پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام کو آرام ہوتا تو کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھتے اور اپنے عبادت خانے میں جا کر اندر سے دروازہ بند کر لیتے۔ پھر کہتے "اے داؤد علیہ السلام کے مالک کیا تو داؤد علیہ السلام سے ناراض ہے"؟ اور اس مناجات میں رہتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اندر آنے کی اجازت طلب کرتے اور ایک ٹکیہ جو کی لے کر اندر آتے اور عرض کرتے "بابا اس کو کھا کر جو بات کہنا چاہتے ہیں اس کو کہنے کی قوت پیدا کر لیں"۔ تو آپ علیہ السلام اس میں سے کسی قدر کھا لیتے۔ پھر بنی اسرائیل نکل کر رہتے"۔

یزید قاشیؒ راوی ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے۔ آپ ان کو اپنا واعظ سناتے اور ڈراتے۔ ان میں سے تیس ہزار موقع پر ہی مر گئے اور 10 ہزار کے ساتھ واپس لوٹے تھے۔ آپ علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ جب آپ علیہ السلام پر خوف کا غلبہ ہوتا اور آپ علیہ السلام گر کر تڑپنے لگتے تو وہ دونوں سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں تھیں تاکہ آپ علیہ السلام کے جوڑ الگ نہ ہو جائیں اور آپ علیہ السلام مر نہ جائیں۔

قرآن پاک میں سورہ ص آیت نمبر 26 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: "اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ میں بہکا دے گی۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے (بھٹکتے) بہکتے ہیں۔ اُن کے لیئے سخت عذاب ہے۔ اِس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے ہیں"۔

حضرت داؤد علیہ السلام اُس دور میں عدل وانصاف اور کثرت عبادت میں مقتدا اور بے مثال تھے۔ اور طرح طرح کی عبادت اور قرب الٰہی کی حصّول کی خاطر ہمہ وقت محو عبادت رہتے تھے۔ شب وروز اور شام وسحر میں کوئی ایسا لمحہ نہ ہوتا جس میں آپ یا آپ کے اہل خانہ میں سے کوئی محو عبادت نہ ہوتا۔ جیسا کہ قرآن پاک سورہ سبا، آیت نمبر 13 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: " اے داؤد والو شکر کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے بندے کم ہیں"۔

حضرت داؤد علیہ السلام علیہ السلام ستر لہجوں میں زبور کی تلاوت فرماتے تھے اور رات میں ایک وقت ایسا ہوتا تھا جس میں خود بھی روتے اور ہر چیز کو رلایا کرتے۔ جب آپ تلاوت فرماتے تو فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندے اپنی پرواز کو موقوف کر کے آپ علیہ السلام کے ساتھ شامل تسبیح ہو جاتے۔ پہاڑ آپ کے ساتھ صبح شام تسبیح کرتے۔ آپ علیہ السلام کی آواز سننے کے لیئے پرندے اور وحشی جانور آپ علیہ السلام کے اردگرد کھڑے ہو جاتے۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کو اگر کوئی انسان سُن لیتا تو عالم وجد میں رقص کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اِس ترنم کو سن کر

جن وانس پرندے چوپائے اور وحشی جانور کھڑے ہو جاتے۔ اور آواز کی سماعت میں اِس قدر مستغرق ہو جاتے کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوتا۔ یہاں تک کے بعض بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت داؤدعلیہ السلام نے فرمایا، "اے میرے صاحبو اللہ نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا اور تمہارا نبی بنا کر بھیجا۔ اور مجھ کو منع فرمایا تھا کہ نفس امارہ کی بات نہیں ماننا ورنہ خراب ہو جاؤ گے۔ پس میں نے اس بات کا خیال نہ کیا اور میں بھول گیا، اور نفس امارہ کی پیروی کی"۔ حضرت داؤدعلیہ السلام اس خطا پر تیس برس روئے، ان کے ماننے والے عابد چار ہزار کے لگ بھگ تھے۔ وہ بھی حضرت داؤدعلیہ السلام کے ساتھ رویا کرتے تھے۔ حضرت داؤدعلیہ السلام کا یہ حال ستر برس تک رہا، ایک دن حضرت داؤدعلیہ السلام بیت المقدس میں جا کر زمین پر سر رکھ کر رو رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے یہ خوشخبری لے کر آئے:

ترجمہ: "پس معاف کر دیا ہم نے اس کو اس کے کام پر اور ہمارے پاس اس کا ایک مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے"۔ (سورہ ص، آیت نمبر 25)

حضرت داؤدعلیہ السلام بیت المقدس کی منبر پر چڑھ کر شکر اللہ کا بجا لائے اور کہا "الٰہی تو نے میری توبہ قبول کی۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں اپنی خطا کو بھول ہی نہ جاؤں۔ تو میرے بدن پر ایک نشان خطا کا رکھ دے تاکہ اس گناہ کو میں اپنے تیئں نہ بھولوں، اور مجھے نشان دیکھ کر اپنا گناہ یاد رہے"۔ تب حسب خواہش اللہ تعالیٰ نے ان کی داہنی ہتھیلی پر اس گناہ کا نشان رکھ دیا۔ پھر حضرت داؤدعلیہ السلام ہمیشہ اس پر نگاہ رکھتے اور اپنی خطا اپنی بھول اور ماضی کی خطا کو بار بار یاد کرتے رہتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤدعلیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک صندوق انہیں لا کر دیا اور کہا کہ اپنے بیٹوں سے پوچھو اِس کے اندر کیا ہے؟ جو بتائے گا وہی سلطنت پائے گا۔ پندرہ بیٹوں میں سے کوئی جواب نہ دے پایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "اِس میں ایک انگوٹھی ایک چابک اور ایک خط ہے۔ انگوٹھی جنت کی ہے، جو شخص پہنے گا مشرق اور مغرب سب اِس پر روشن ہو جائے گا۔ تمام طیور پرندے جانور۔ وحشی جانور اُس کے تابع فرمان ہوں گے چابک دوزخ کا ہے۔ جب صاحب چابک اِس کو ہاتھ میں لے گا۔ تو جو شخص بھی صاحب چابک سے باغی ہوگا۔ یعنی اُس کی اطاعت نہ کرے گا وہ چابک خود بخود جا کر اُس کو معذب (عذاب) کرے گا۔ خط کے اندر پانچ مسئلے ہیں۔ ایمان، محبت، عقل، شرم اور طاقت"۔ حضرت داؤدعلیہ السلام نے دریافت کیا "ان پانچوں کا مقام و قرار بدن میں کس جگہ ہے۔ کوئی بیٹا جواب نہ دے سکا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "**ایمان و محبت کا مقام دل ہے۔ عقل کا مقام سر ہے۔ شرم کا مقام آنکھ ہے۔ اور قوت، طاقت کا مقام ہڈی ہے**"۔

جب حضرت داؤدعلیہ السلام نے یہ سُنا تو وہ انگوٹھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگلی میں پہنائی۔ چابک اُن کے ہاتھ میں دیا۔ بخوشی اُن کو تخت شاہی پر بیٹھایا۔ اور خود گوشہ نشینی اختیار کر کے اپنے عبادت خانے میں جا بیٹھے اُس وقت اُن کی عمر سو برس تھی۔ (جامع تواریخ)

یہ حوالہ جامع التواریخ سے لکھا ہے کہ "ایک دن ملک الموت اس عبادت خانے میں آئے حضرت داؤدعلیہ السلام نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو"؟ فرشتے نے جواب دیا "میں موت کا فرشتہ عزرائیل علیہ السلام ہوں اور یہاں پر تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں"، آپ نے فرمایا "مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو"۔ اس نے کہا "اب وقت نہیں رہا" یہ کہا اور آپ کی روح قبض کر لی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: "پس جب آتا ہے وقت اُن کا نہیں پیچھے رہ سکتے ایک ساعت اور نہ آگے نکل سکتے ہیں"۔ (سورہ الاعراف، آیت نمبر 34۔ سورہ یونس، آیت نمبر 219)

سدیؒ ابو مالک سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤدعلیہ السلام کا وصال ہفتہ کے دن اچانک ہوا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ داؤدعلیہ السلام کی میت پر سایہ کرو پرندوں نے اپنے پروں سے اس قدر سایہ کیا کہ زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ وصال کے وقت حضرت داؤدعلیہ السلام کی عمر مبارک 100 برس کی تھی۔ ابوسکن ہجری فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت داؤدعلیہ السلام، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال اچانک ہوا تھا۔ (ابن عساکر)

حضرت داؤدعلیہ السلام کی نماز جنازہ:۔

اسحاق بن بشرؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں وافر بن سلیمانؒ نے خبر دی انہوں نے ابوسلیمان فلسطینیؒ سے اور انہوں نے وہب بن منبہؒ سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ حضرت داؤدعلیہ السلام کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے شدید گرمی کی وجہ سے پرندوں نے سایہ کیا۔ آپ کے جنازہ میں لوگوں کے علاوہ 40 ہزار راہبوں نے بھی شرکت کی۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد حضرت داؤدعلیہ السلام کے سوا کوئی ایسا شخص فوت نہ ہوا جس کے وصال پر بنی اسرائیل نے اس قدر شدید غم کا اظہار کیا ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور آپ کو دفنا دیا۔

****

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ حضرت داوٴدؑ کے بیٹے تھے۔ یہ دونوں پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بھی بہت نیک خاتون تھیں اِس کے بعد(ابن ماجہ) میں ایک حدیث ہے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے اپنے بیٹے سے کہا"اے میرے لختِ جگر رات کو زیادہ نہ سویا کر۔ کیونکہ رات کو زیادہ سونا قیامت کے دن بندے کو فقیر اور محتاج بنادے گا" ۔(ابن ماجہ)

یہودی اور عیسائی حضرت سلیمانؑ کو پیغمبر نہیں مانتے بلکہ صرف ایک بادشاہ مانتے ہیں،قرآن پاک میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔سورۃ النساء کی آیت نمبر 163 میں فرمانِ الٰہی ہے کہ:

ترجمہ:''یقیناہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ حضرت نوحؑ اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی۔اور ہم نے وحی کی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف اور ہم نے داوٴدؑ کو زبور عطا فرمائی''۔

حضرت سلیمانؑ بچپن ہی سے بے حد ذہین اور فیصلہ کرنے میں ماہر تھے۔سورۃ الانبیاء آیت نمبر 78.79 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

ترجمہ: ''اور داوٴدؑ اور سلیمانؑ کو یاد کرو جب کہ وہ کھیت کے معاملے میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس کھیت کو چر گئیں تھیں۔اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے اور ہم نے اس چیز کی سمجھ حضرت سلیمانؑ کو دے دی۔ان تمام کو ہم نے علم وحکمت دیا تھا۔ہم نے داوٴدؑ کو پہاڑوں کو قبضہ میں کرنے کی طاقت دی تھی،وہ آپؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے اسی طرح پرندے بھی (تسبیح کرتے تھے) اور یہ ہم ہی کرنے والے تھے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داوٴدؑ کے پاس آئے اور اپنا جھگڑا بیان کرنے لگے۔مدعی نے کہا"اس آدمی کی بھیڑوں نے میری ساری فصل تباہ کردی ہے"۔حضرت داوٴدؑ نے کہا"اس آدمی کی فصل کی قیمت دوسرے آدمی کی مینڈھیوں کی قیمت کے برابر ہے اس لیے مدعی اس آدمی کی ساری مینڈھیاں لے لے۔یہ اس کی فصل تباہ ہونے کا معاوضہ ہوگا''۔

اس وقت حضرت سلیمانؑ گیارہ سال کے تھے اور اپنے والد کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا"یہ فیصلہ تو ٹھیک ہے مگر میرا مشورہ ہے کہ اس آدمی کی مینڈھیاں اس دوسرے آدمی کو عارضی طور پر دی جائیں۔یہ آدمی ان کے دودھ اور اون استعمال کرے اس دوران ہی دوسرا آدمی اس کے کھیت میں کام کرے یہاں تک کہ فیصل پہلے کی طرح ہوجائے۔پھر اس وقت کھیت کے مالک کو کھیت دے دیا جائے اور مینڈھیوں کے مالک کو مینڈھیاں واپس دے دی جائیں "۔

حضرت داوٴدؑ بیٹے کے اس مدبرانہ فیصلے سے بے حد خوش ہوئے۔

امام بغوی کہتے ہیں س حضرت داوٴدؑ کی موت کے وقت حضرت سلیمانؑ کی عمر 13 برس تھی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٴدؑ کی سلطنت اور نبوت دونوں حضرت سلیمانؑ کو عطا کردی۔پھر حضرت سلیمانؑ نے چالیس سال حکومت کی اور اپنی حکومت کے چوتھے سال بیت المقدس تعمیر کروانا شروع کیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بہت ہی غیر معمولی فضائل سے نوازا تھا۔

مثلاً

1) اپنے والد کی طرح یہ بھی جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھ اور بول لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورہ نمل آیت نمبر 16-15 میں فرمایا:

ترجمہ:''اور ہم نے یقیناً داوٴد اور سلیمانؑ کو علم دے رکھا تھا۔اور دونوں نے کہا کہ تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت دی۔اور داوٴدؑ کے وارث سلیمانؑ ہوئے اور کہنے لگے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر طرح کی چیز عطا کی گئی ہے۔بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر نمایاں فضل ہے''۔

2) ہواوٴں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کا تابع کردیا جو ان کے فرمان کے مطابق ان کو جہاں وہ چاہتے تھے پہنچا دیتی تھی۔وہ اس زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے اس کو برکت دے رکھی تھی۔

سورہ ص 36 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:''ہم نے ہواوٴں کو اس کے قبضے میں دے دیا تھا اور وہ ان کے حکم سے چلتی تھی بڑی نرمی کے ساتھ وہ جہاں چاہتے تھے ان کو پہنچا دیتی تھی''۔

سورہ سبا آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:

ہوائیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر تھیں ایک مہینے کا سفر یہ صرف صبح کے وقت یا صرف شام کے وقت طے کر لیا کرتے تھے'' ترجمہ: اور ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا اور صبح کی منزل اس کی مہینے بھر کی ہوتی تھی۔ اور شام کی منزل بھی۔ اور ہم نے اس کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے، اور ان میں جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے"۔

یہاں پر قرآن نے تین چیزیں بتائیں ہیں۔

1) ہواؤں پر آپ کو مکمل اختیار تھا

2) بہت تیز ہوائیں بھی آپ کے لئے بہت ہی آرام دہ اور پرسکون رفتار سے چلتی تھیں۔

3) آرام دہ رفتار کے باوجود وہ ہواؤں کے ذریعے وہ مہینوں کا سفر ایک دن میں طے کر لیا کرتے تھے، اس طرح ایک ماہ کا سفر صرف ایک شام میں طے کر لیا کرتے تھے۔

4) حضرت سلیمانؑ کو عظیم الشان عمارات اور بہت بڑے بڑے قلعے بنانے کا بہت شوق تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے نکالے اور اس طرح عمارات بنانے کا کام ان کے لئے بہت آسان کر دیا۔

5) حضرت سلیمانؑ کی حکومت کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں اور پرندوں اور جنوں کو ان کے قبضے میں دے رکھا تھا۔ کیونکہ حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ انہیں ایسی حکومت دی جائے کہ ان کے بعد ویسی حکومت کسی کی نہ ہو۔

سورہ ص آیت نمبر 35 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''حضرت سلیمانؑ نے کہا اے اللہ میرے رب تو مجھے معاف کر دے اور مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو، بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ اوپر مذکور ہے جنات حضرت سلیمانؑ کے لئے ہر قسم کے کام کر دیا کرتے تھے۔

سورہ سبا آیت نمبر 13

ترجمہ: ''جو کچھ سلیمانؑ چاہتے جنات تیار کر دیتے۔ مثلاً قلعے، مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن، اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں۔ اے آل داؤد اس کے شکر میں نیک کام کرو، میرے بندوں میں بہت ہی کم لوگ شکر گزار ہوتے ہیں''۔ حضرت سلیمانؑ نے ایک اہم کام جنوں کے سپرد کیا تھا وہ یہ کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کریں، جو بہت ہی عالیشان اور وسیع عریض عمارت ہو۔

جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے مکہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی تھی اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا" دنیا میں سب سے پہلے کونسی مسجد بنی"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مسجد حرام (خانہ کعبہ) "اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے پوچھا " کونسی مسجد اس کے بعد تعمیر ہوئی "؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ"۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ان دونوں کے درمیان کتنے عرصے کا فاصلہ ہے "؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "چالیس سال"۔

5) ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چونٹیوں کی بات چیت سنی جس کا ذکر قرآن پاک سورہ نمل آیت نمبر 19-17 میں آیا ہے۔

ترجمہ: "ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کے تمام لشکر جو جنات انسان اور پرند پر مشتمل تھے جمع کئے گئے۔ ہر ہر قسم کی الگ الگ درجہ بندی کی گئی، جب چونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا'' اے چونٹیوں اپنے اپنے گھروں میں گھستی جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے'' اس کی یہ بات سن کر حضرت سلیمانؑ مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے۔ "اے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تو خوش رہے۔ اور مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کر دے''۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے تخت سلیمانی پر بیٹھے ہوا کے دوش پر کہیں جا رہے تھے، نیچے زمین پر چرواہا اپنی بھیڑیں چرا رہا تھا۔ اس نے سر اٹھایا تو حضرت سلیمان کو تخت پر بیٹھا دیکھا، فوراً ہی اس کے منہ سے یہ جملہ نکلا'' سبحان اللہ واہ کیا بات ہے آل داؤد کی''۔ ہواؤں نے فوراً یہ بات حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچا دی، حضرت سلیمانؑ نے فوراً تخت کو زمین پر اترنے کا حکم دیا، اور پلک جھپکنے میں یہ تخت چرواہے کے بالکل قریب آ کر رک گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے چرواہے سے کہا کہ'' تو نے

ابھی ابھی کیا کہا تھا "؟ بیچارا چرواہا ڈر گیا اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس نے کیا کہا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا " تو نے کہا تھا کہ کیا شان ہے آل داؤدؑ کی "۔ چرواہے نے کہا کہ "ہاں میں نے آپ کی شان دیکھ کر یہ کہا تھا"۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ ''آل داؤد کی یہ شان زندگی ختم ہوتے ہی ختم ہوجائے گی۔ اور مسلمان کے منہ پر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا ہمیشہ باقی رہے گا'' (تو شان تو مومن کی ہوئی) حضرت سلیمانؑ کی سماعت کا اندازہ چیونٹی کی بات سننے اور چرواہے کی بات سن لینے سے بخوبی ہوجاتا ہے۔

انسانی فوجیں چرند پرند، جنات ہر روز حضرت سلیمانؑ کے سامنے حاضری دیا کرتے تھے، ایک دن حضرت سلیمانؑ نے تمام پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو نہ پایا، آپ نے فرمایا "اگر ہدہد نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اس کو یا تو بڑی سزا دوں گا یا قتل کردوں گا"۔ اسی دوران ہدہد آگیا اور کہا "میں آپ کے لئے ایک نہایت اہم معلومات لایا ہوں"۔ پھر ہدہد نے بتایا "یمن میں ایک ملکہ ہے جو بہت امیر ہے جس کا ایک عظیم الشان تخت ہے، شیطان نے اس کو اور اس کی رعایا کو گمراہ کر رکھا ہے وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کرتے ہیں"۔

حضرت سلیمانؑ نے کہا "ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم کتنے سچے ہو، یہ خط لو اور جا کر ملکہ سبا کو دو"۔ خط پڑھتے ہی ملکہ سبا نے درباریوں کو بتایا کہ یہ خط حضرت سلیمانؑ کی طرف سے آیا ہے، اس میں لکھا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ سرکشی نہ کرنا خط پڑھتے ہی اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے میرے پاس آجاؤ"۔ ملکہ نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا "آپ فکر نہ کریں آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ ہم طاقتور ہیں آپ جو حکم ہمیں دیں گی ہم بجالائیں گے"۔ ملکہ نے کہا "طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں محتاط بھی رہنا ہے۔ پہلے تو سلیمانؑ کی طاقت کا اندازہ ہم کچھ قیمتی تحائف بھیج کر دیکھتے ہیں-"

جب ملکہ سبا کے ایلچیوں نے حضرت سلیمانؑ کو تحائف دیئے تو حضرت سلیمانؑ نے کہا "تم اور تمہاری ملکہ نے میرے پیغام کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔ اللہ نے ہمیں بے شمار چیزیں دے رکھی ہیں، یہ سب تحفے واپس لے جاؤ اور ملکہ سے میری اطاعت کے لئے کہو"۔ ملکہ سبا کے نام ایک دھمکی بھرا خط لکھ دیا۔ اور اپنی طاقت بھی بتادی کہ وہ انسانوں کے علاوہ، جانوروں، پرندوں اور جنوں پر بھی حکومت کرتے ہیں۔ ملکہ نے سب کچھ دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو سلیمان بادشاہ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا، اور ان سے ملاقات کے لئے نکل پڑی۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے کہا "میں چاہتا ہوں کہ ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کا تخت یہاں آجائے تاکہ اس کے سامنے پیش کروں"۔ ایک طاقتور جن نے کہا "میں آپ کے یہاں اٹھنے سے پہلے ہی اس کا تخت یہاں لاسکتا ہوں"۔ دوسرا جن جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا "میں پلک جھپکنے میں اس کا تخت یہاں لے آتا ہوں"۔ حضرت سلیمانؑ مڑ کر دیکھتے ہیں تو تخت وہاں موجود تھا، حضرت سلیمانؑ نے اس تخت میں تھوڑی سی تبدیلی کروائی کیونکہ ملکہ سبا کا امتحان لینا مقصود تھا۔ جب ملکہ سبا آئی تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے پوچھا "یہ تمہارا تخت ہے"؟ اس نے کہا " لگتا تو وہی ہے بلکہ یہ وہی ہے اور آپ کی برتری جانتی ہوں کہ آپ اس کو یہاں پر لانے پر قادر ہیں"، اس طرح اس نے آپ کی اطاعت قبول کرلی۔

اب حضرت سلیمانؑ ملکہ کو اللہ تعالیٰ کی برتری دکھانا چاہتے تھے، انہوں نے جنات کو حکم دیا کہ ایک عظیم الشان محل بناؤ، اس کا فرش سفید کانچ کا ہو اور اس کے قریب ہی ایک پانی کا چشمہ ہو۔ محل کچھ اس طرح بنایا گیا کہ اس کے فرش میں چشمے کا عکس بن رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ پورے فرش پر پانی بہہ رہا ہے۔ ملکہ سبا کو اس محل کی تفریح کے لئے لے جایا گیا، جیسے ہی وہ اس میں داخل ہوئی اس نے اپنے لباس کو پنڈلیوں سے اٹھالیا، کہ لباس بھیگ نہ جائے۔ حضرت سلیمانؑ نے فوراً کہا "یہ پانی نہیں ہے یہ تو پانی کا عکس ہے۔ ملکہ سبا سمجھ گیئں کہ یہ سب سلیمانؑ کو کسی بڑی طاقت کی مدد کے ساتھ ہی حاصل ہوا ہے"۔ اس نے فوراً کہا "میں بھی سلیمانؑ کی طرح پوری کائنات کے رب پر ایمان لاتی ہوں"، یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی برتری کا اعتراف کرلیا۔ اور مسلمان ہوگئی یہی بات حضرت سلیمانؑ نے اس کو خط میں لکھی تھی، اس نے حضرت سلیمانؑ کو اپنی سلطنت بھی دے دی۔

علماء کا کہنا ہے کہ ملکہ سبا نے بعد میں حضرت سلیمانؑ سے شادی بھی کرلی تھی، تاہم قرآن وحدیث سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات وحیات اور مدت سلطنت:

سدیؒ فرماتے ہیں کہ ابو مالکؒ اور ابو صالحؒ سے وہ حضرت ابن عباسؓ سے اور وہ ابن مسعودؓ سے اور صحابہ اکرام کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ بیت المقدس میں سال دوسال، مہینے دومہینے کبھی اس سے بھی زیادہ یا کم وقت تنہائی میں گزارتے، سامان خوردونوش ساتھ لے جاتے تھے۔ جس سال آپؑ کا وصال ہوا تھا آپؑ اس میں داخل ہوئے، وصال کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہر دن بیت المقدس میں ایک درخت اُگ آتا آپ اس درخت کے پاس آتے اس سے پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے

؟درخت کہتا کہ میرا نام فلاں فلاں ہے۔فرماتے کہ اگر محض تو پودا ہے تو اُ گا رہ،اور اگر دوا کے لئے اُ گا یا گیا ہے تو بڑھتا رہ۔وہ جواب دیتا کہ میں فلاں فلاں دوا کے لئے اُ گا یا گیا ہوں۔تو آپ اس کو اس مرض کے لئے استعمال کرتے ،حتیٰ کہ ایک دن آپ ایک درخت کے پاس آئے اور اس کا نام معلوم کیا؟اس نے جواب دیا کہ میں ''خروبہ'' ہوں۔آپ نے پوچھا تو کس کام کے لئے ہے؟اس نے کہا کہ میں اس مسجد بیت المقدس کی خرابی کے لئے ہوں،حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ ایسا ناممکن ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس مسجد کو ویران کردے۔اور تیرے چہرے پر میری ہلاکت اور اس مسجد کی ویرانی لکھی ہوئی ہے۔پھر حضرت سلیمانؑ نے اس درخت کو بیت المقدس سے اکھاڑا اور اس کی چار دیواری میں لگا دیا۔اس کے بعد محراب میں داخل ہوئے اپنے عصاء پر ٹیک لگائی اور عبادت میں مشغول ہو گئے،(نماز میں مصروف ہو گئے)اسی حالت میں آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور شیاطین کو علم تک نہ ہوا۔جن و شیاطین اپنے کام میں مگن رہے اس ڈر سے کہ کہیں آپ باہر آ کر انہیں سزا نہ دے دیں۔شیاطین آپ کی محراب کے گرد جمع ہو جاتے تھے،محراب میں آگے پیچھے روشن دان تھے،اگر شیطان محراب سے حضرت سلیمانؑ کی طرف دیکھتے تو بھسم ہو جاتے تھے۔

ایک دن ایک شیطان جو وہاں سے نکلنا چاہتا تھا اس نے سوچا کہ اگر محراب میں داخل نہ ہوا تو بہادر نہ کہلاؤں گا۔اس لئے وہ ایک محراب میں سے داخل ہوا،اور دوسری سے نکل گیا۔اس نے داخل ہو کر دیکھا تو اسے حضرت سلیمانؑ کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔پھر لوٹا تو اسے پھر کوئی آواز سنائی نہ دی،وہ بار بار نکلا اور داخل ہوا اور اسے نہ تو کوئی آواز سنائی دی اور نہ ہی وہ جل کر بھسم ہوا،پھر اس نے حضرت سلیمانؑ کی طرف دیکھا تو وہ مردہ حالت میں گرے پڑے تھے شیطان باہر نکلا تو اس نے لوگوں کو خبر دی ،کہ حضرت سلیمانؑ تو وصال پا چکے ہیں۔انہوں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ زمینی کیڑا(دیمک)آپ کے عصا کو کھا چکا تھا۔اب یہ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ آپ کا وصال کب ہوا؟اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے لوگوں نے دیمک کے کیڑے کو دوسرے عصا پہ رکھا تو وہ دن رات تک کھاتا رہا۔پھر اس سے حساب لگایا گیا کہ آپؑ کی روح کو قفس عنصری سے پرواز کئے ہوئے پورا ایک سال گزر چکا ہے۔یعنی ابن مسعود کی روایت ہے کہ شیطان و جنات آپؑ کے وصال مبارک کے بعد پورے ایک سال تک مشقت کرتے رہے تب لوگوں کو یہ بھی یقین آ گیا کہ جنات جھوٹ بولتے ہیں کہ انہیں غیب کا علم ہے۔اگر انہیں غیب سے آگاہی ہوتی تو یقیناً حضرت سلیمانؑ کی موت کا علم انہیں ہو جاتا اور سال بھر مشقت بھرے کام میں مبتلا نہ رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورہ سبا آیت نمبر 14 میں فرمایا ہے:

ترجمہ:جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک اس کا عصا کھاتی رہی۔پھر جب سلیمانؑ زمین پر گر پڑے تو جنوں پر حقیقت کھل گئی اگر غیب وہ جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے''۔تو لوگوں پر جنات کا معاملہ تب ظاہر ہو گیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

ابن جریر الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی کل عمر پچاس سال سے کچھ زیادہ ہے،آپ کا دور سلطنت چالیس سالوں پر محیط ہے۔آپ کی بادشاہی کے چوتھے سال آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کے کام کا آغاز کیا،پھر آپ کے بعد آپ کے بیٹے رجعام نے سترہ سال تک اُمور سلطنت سرانجام دئے ان کے بعد بنی اسرائیل کی مملکت کا شیرازہ بکھر گیا۔

****

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارونؑ بن عمران حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی تھے یہ عمر میں آپؑ سے تین سال بڑے۔ زوجہ محترمہ کا نام الشبع تھا۔ اور ان سے آپؑ کے چار فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا زمانہ پیدائش:۔

یہ وہ زمانہ تھا جب شاہان مصر کا لقب "فرعون" ہوا کرتا تھا۔ فراعنہ کے اکتیس (31) خاندان مصر پر حکمران رہے۔ یہ دور تین ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہو کر 332 قبل از مسیح تک کا ہے۔

فرعون کا خواب:

فرعون نے ایک بھیانک خواب دیکھا جس کی تعبیر نجومیوں نے بتائی کہ "تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ ہوگا" - فرعون نے اس خوف سے یہ حکم دیا کہ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے - پھر اسی خوف سے کہ آئندہ اس کی غلامی کون کرے گا۔ حکم دیا کہ ایک سال لڑکوں کو زندہ رکھا جائے اور دوسرے سال ختم کر دیا جائے، چنانچہ جس زمانے میں بچوں کو چھوڑ دینے کا حکم تھا اس زمانے میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔

قرآن میں ذکر:۔

قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بے شمار مقامات میں آیا ہے۔

آپؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ خوش بیان تھے اور انہیں کی درخواست پر آپؑ کو پیغمبری عطا ہوئی۔ تاکہ فرعون کے دربار میں تبلیغی تقریر پوری فصاحت کے ساتھ کر سکیں - قرآن پاک سورہ الانعام، آیت نمبر 84 میں فرمان الٰہی ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ: "اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا کیا۔ (ان میں سے) ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی، اور نوح کو ہم نے پہلے ہی ہدایت دی تھی، اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں"۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی سفارش:۔

جب طویٰ کی مقدس وادی میں حضرت موسیٰؑ نبوت سے سرفراز کیے جا رہے تھے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا زور بازو بنانے اور نبوت عطا کرنے کی درخواست کی۔ جو قبول کر لی گئی۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی زبان میں بچپن ہی سے ہکلا پن تھا آپؑ کو بولنے میں دشواری تھی جبکہ حضرت ہارونؑ فطری فصاحت و بلاغت لسانی کے مالک تھے۔ اس طرح حضرت ہارونؑ کو بھی نبوت عطا ہوئی۔ قرآن پاک سورہ طٰہٰ، آیت نمبر 35-29 میں اس کا ذکر ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ - هٰرُوْنَ اَخِي - اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ - وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ - كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا - وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۭ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا

ترجمہ: "اور میرے لیے میرے خاندان ہی کے ایک فرد کو مددگار مقرر کر دیجیے۔ یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں۔ ان کے ذریعے میری طاقت مضبوط کر دیجیے۔ اور ان کو میرا شریک کار بنا دیجیے۔ تاکہ ہم کثرت سے آپ کی تسبیح کریں۔ اور بکثرت تیری یاد کریں - بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے"-

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (سورہ طٰہٰ، آیت نمبر 36)

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى

ترجمہ: "اللہ نے فرمایا: موسیٰ! تم نے جو کچھ مانگا ہے تمہیں دے دیا گیا"۔

پھر دونوں بھائیوں کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا: (سورہ طٰہٰ، آیت نمبر 43-42)

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ - اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى

ترجمہ: "تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ، اور میرا ذکر کرنے میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ،

وہ حد سے آگے نکل چکا ہے"۔

دونوں بھائی فرعون کے دربار پہنچے اور خدائی پیغام کو پہنچایا کہ اللہ وحدہ لاشرک لہ کی عبادت کرو اور بنی اسرائیل پر ظلم وستم نہ کرو مگر وہ نہ مانا۔ اور مزید سرکشی پر اتر آیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معجزات کا ذکر کیا تا کہ حق وصداقت کو قبول کرے۔ اس نے آپؑ کو جادوگر قرار دیا اور دربار کے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر حق کے آگے باطل کی نہ چل سکی اور مقابلے کے بعد تمام جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کے حق میں فیصلہ دیا اور دعوت حق کو قبول کیا۔ جب فرعون نے دیکھا کہ جادوگر اسلام لا چکے ہیں اور تمام لوگ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا اچھے اوصاف کے ساتھ ذکر کررہے ہیں تو اس نے دھمکیاں دیں فرعون کے مظالم مزید بڑھ گئے تو اللہ نے موسیٰؑ کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بنی اسرائیل کو لے کر بحر قلزم کی طرف چل پڑے۔ قرآن پاک سورہ الشعراء، آیت نمبر 63 میں فرمان الٰہی ہے:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓي اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: "چنانچہ ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ بس پھر سمندر پھٹ گیا، اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا"۔

حضرت موسیٰؑ نے دریا پر عصا مارا تو خشک راستہ نکل آیا اور بنی اسرائیل اس پر چلتی ہوئی دریا پار چلی گئی مگر جب فرعون کا لشکر اسی راستے پر چلا تو دریا آپس میں مل گیا اور یوں اللہ نے فرعون کے تمام لشکر کو غرقاب کر دیا اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی۔ ان تمام حالات میں حضرت ہارونؑ اپنے بھائی حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ رہے۔

بچھڑے کی پوجا کا واقعہ:۔

اب حضرت موسیٰؑ کو شریعت ملنے کا وقت آیا اور وحی الٰہی سے کوہ طور پر پہنچنے کو کہا گیا۔ ایک ماہ کی مدت تھی مگر بعد میں دس دن اور بڑھا دیے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب کوہ طور پر جانے کا ارادہ کیا تو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ ونائب حضرت ہارونؑ کو مقرر کیا۔

حضرت موسیٰؑ کے طور پر جانے کے بعد واپسی کی مدت ایک ماہ سے زیادہ ہوگئی تو ایک شخص (سامری) نے فائدہ اٹھایا اور بنی اسرائیل نے سامری کی قیادت میں ایک بچھڑا بنایا اور اسے معبود منتخب کر کے پرستش شروع کردی۔ حضرت موسیٰؑ جب واپس آئے تو غیض وغضب میں کانپنے لگے اور حضرت ہارونؑ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ قرآن مجید نے اس اہتمام سے آپؑ کی پوری صفائی پیش کی۔ (سورہ طہ، آیت نمبر 90)

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ

ترجمہ: "اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ "میری قوم کے لوگو! تم اس (بچھڑے) کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو، اور حقیقت میں تمہارا رب تو رحمن ہے، اس لیے تم میرے پیچھے چلو اور میری بات مانو"۔

یعنی بچھڑا بنانا اور اس کی ترغیب دینا سامری کا کام تھا نہ کہ حضرت ہارونؑ جیسے برگزیدہ نبی کا، انھوں نے تو سختی کے ساتھ بنی اسرائیل کو اس ناپاک حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

حضرت ہارونؑ کی وفات:۔

وادی سینا کے مقدس میدان میں بنی اسرائیل موجود تھے کہ خدا کا حکم ہوا کہ پوری قوم ارض مقدس میں داخل ہو اور وہاں سے ان کے ظالم وجابر حکمرانوں کو نکال کر عدل وانصاف قائم کرو۔

مگر بنی اسرائیل نے وہاں کے زبردست جسامت والے لوگوں کو دیکھتے ہوئے داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ اس انکار پر اللہ نے انہیں سزا دی اور وہ اسی سرزمین پر بھٹکتے پھرے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ ان کے ساتھ تھے تا کہ آنے والی نسل کو رشد وہدایت کریں۔ اس دوران حضرت ہارونؑ کا پیغام اجل آ پہنچا۔ آپؑ کوہ طور پر عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ آپؑ کا انتقال ہو گیا۔ آپؑ کے انتقال کے وقت آپؑ کی عمر مبارک 123 سال تھی۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★

حضرت موسیٰ علیہ السلام

یہ 1520 قبلِ مسیح کی بات ہے مِصر پر فرعون بادشاہ ''مرنفتاح ثانی'' کی حکومت تھی۔ وہ اپنے والد، رمسیس کے بڑھاپے کی وجہ سے عملاً حکمران بنا ہوا تھا۔ خدائی کا دعوے دار یہ بادشاہ بڑا ظالم و جابر تھا۔ اُس نے ''بنی اسرائیل'' کو اپنا غلام بنا رکھا تھا، حالانکہ وہ حضرت یوسفؑ کے زمانے سے وہاں رہائش پزیر تھے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے والد، حضرت یعقوبؑ اور اپنے بھائیوں کے لیے ایک قطعۂ زمین اُس وقت کے فرعون بادشاہ ''ریان بن ولید'' سے حاصل کیا تھا۔ حضرت یعقوبؑ کی یہی نسل ''بنی اسرائیل'' کہلائی، جو مِصر میں خُوب پھلی پُھولی۔ یہ لوگ حضرت یعقوبؑ کے دین کے پیروکار تھے، چنانچہ اُس وقت اللہ کے نزدیک یہ سب سے بہتر جماعت تھی۔ اُنہوں نے فرعون کو سجدہ کرنے اور اُسے اپنا ربّ ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے بادشاہ اور اُس کے حواری ان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاتے اور اُن سے گھٹیا کام کرواتے۔ فرعون کسی خاص شخص کا نام نہیں۔

نام ونسب اور قرآنِ کریم میں ذکر:۔

حضرت موسیٰؑ کا نام اور نسب مبارک یوں ہے، موسیٰ بن عمران بن قاہث بن عازر بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش مِصر میں ہوئی۔ حضرت ہارونؑ آپؑ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی دُعا کی یہ دولت اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بھی نبوّت عطا فرمائی اور حضرت موسیٰؑ کا مددگار بنایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی حیاتِ طیبہ کے واقعات قرآنِ کریم کی مختلف سورتوں میں بیان فرمائے ہیں۔ آپؑ کا اسمِ مبارک قرآنِ پاک میں 128 بار آیا ہے۔

فرعون کا خواب اور حضرت موسیٰ کی پیدائش:۔

حضرت ابنِ عبّاسؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا تھا کہ گویا ایک آگ بیت المقدس کی طرف سے چلی آ رہی ہے اور اُس نے مِصر کے گھروں اور تمام قبطیوں (یعنی بنی اسرائیل کے مخالف فرعونیوں کے گروہ) کو جلا ڈالا، لیکن بنی اسرائیل کو آنچ تک نہ آئی۔ فرعون نے بیدار ہونے کے بعد اپنے مُلک کے تمام کاہنوں، نجومیوں، جادوگروں او دیگر ماہرین کو جمع کیا اور سب سے اس خواب کی تعبیر معلوم کی، جس پر اُنہوں نے جواب دیا ''بنی اسرائیل میں ایک بچّہ پیدا ہوگا اور اُس کے ہاتھوں اہلِ مصر کی ہلاکت ہوگی۔'' (ابنِ کثیرؒ)

بنی اسرائیل کے ہاں بھی شروع ہی سے یہ بات مشہور تھی کہ ''اُن ہی میں ایک بچّہ پیدا ہوگا، جو بڑا ہو کر فرعون کا تختہ اُلٹے گا اور بنی اسرائیل کے پاس مِصر کی باگ ڈور آئے گی''، یہ خبر فرعونِ مِصر کو بھی اُس کے درباریوں نے پہنچا دی تھی۔ لہٰذا، اس خواب کے بعد وہ مزید فکر مند ہو گیا اور اُس نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے تمام لڑکے قتل کر دیے جائیں۔ اس حکم کے بعد، فرعون کے حواریوں اور اُس کی سپاہ نے ہر ممکن اقدام اٹھالیا کہ کوئی نومولود لڑکا زندہ نہ بچ پائے، لیکن اللہ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے بنی اسرائیل کے ہزاروں نومولود بچّے ذبح کر دیے گئے۔ پھر ایک وقت وہ آیا کہ جب قبطی سرداروں نے فرعون سے کہا کہ ''اگر بنی اسرائیل کے لڑکوں کا اِسی طرح قتلِ عام ہوتا رہا، تو ہمیں آئندہ خدمت گار ملنا مشکل ہو جائیں گے اور پھر ہمارے یہ کم تر، گھٹیا اور غلیظ کام کون کرے گا؟'' اس پر فرعون نے حکم جاری کیا کہ ایک سال چھوڑ کر بچّے قتل کیے جائیں۔ ان ہی حالات میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ نجومیوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ بچّہ پیدا ہو چُکا ہے۔ اِس اطلاع نے فرعون کو بدحواس کر دیا اور اُس کی سپاہ نے گھر گھر تلاشی شروع کر دی۔ حضرت موسیٰؑ کے بھائی، حضرت ہارونؑ سالِ امان میں پیدا ہوئے تھے، جب کہ حضرت موسیٰؑ قتل والے سال میں پیدا ہوئے، مگر اللہ نے اُن کی حفاظت کا سامان اس طرح فرمایا کہ اُن کی والدہ پر معمول کے مطابق حمل کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، جس سے فرعون کی چھوڑی ہوئی دائیوں کی نگاہ میں نہ آئیں، یوں ولادت کا مرحلہ تو خاموشی سے گزر گیا اور حکومت کے علم میں نہ آ سکا، لیکن ولادت کے بعد بھی قتل کا اندیشہ موجود تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا حل بھی موسیٰؑ کی والدہ کو سمجھا دیا۔ چنانچہ اُنہوں نے بچّے کو صندوق میں لٹا کر دریائے نیل میں ڈال دیا۔ (ابنِ کثیر)

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اُسے دودھ پلاتی رہے اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو، تو اُسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج وغم نہ کرنا، ہم یقیناً اُسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اُسے اپنے پیغمبروں میں سے بنانے والے ہیں۔'' (سورۃ القصص 7:)

علّامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے تین دن آپؑ کو دودھ پلایا اور چوتھے دن لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے محل میں:۔

صندوق دریا میں بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا، جو لبِ دریا تھا۔فرعون کے نوکروں نے صندوق اٹھایا اور فرعون کی بیوی، آسیہ کی خدمت میں پیش کردیا۔آسیہ بے اولاد تھیں، تو اُنہوں نے جب صندوق میں ایک حسین وجمیل چاند جیسے بچّے کو لیٹے دیکھا، تو فریفتہ ہوگئیں۔بے اختیار بچّے کو گود میں اُٹھایا اور جلدی سے فرعون کے پاس لے گئیں اور بولیں ''یہ میری اور تمہاری (دونوں کی) آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔اسے قتل نہ کرنا، شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔'' (سورۃ القصص 9:) اہلیہ کی شدید خواہش کے پیشِ نظر فرعون نے بادل نہ خواستہ پرورش کی اجازت دے دی۔اُدھر حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے اُنہیں دریا کے سُپرد تو کردیا تھا، لیکن وہ بے قرار تھیں۔چنانچہ اُنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی بہن، مریم بنتِ عمران کو بھائی کی خبر گیری کے لیے بھیجا۔مریم دُور سے صندوق کو دیکھتے ہوئے دریا کے کنارے کنارے چلتی ہوئی فرعون کے محل تک پہنچ گئی، جہاں فرعون کی بیوی دیگر عورتوں کے ساتھ بڑی دیر سے معصوم بچّے کو دودھ پلانے کی کوششوں میں مصروف تھیں، لیکن کوئی آیا اُنہیں دودھ پلانے اور چُپ کروانے میں کام یاب نہیں ہو رہی تھی۔قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''اور ہم نے پہلے ہی سے اُس پر دائیوں کے دودھ حرام کردیئے تھے۔'' (سورۃ القصص 13:) جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا، بھوکے بچّے کی بے تابی دیکھ کر آسیہ کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔حضرت موسیٰؑ کی بہن، مریم دروازے پر کھڑی یہ سب منظر دیکھ رہی تھیں۔بالآخر بول پڑیں ''کیا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاؤں کہ جو تمہارے لیے اس بچّے کو پالیں اور اس کی خیر خواہی سے پرورش کریں۔'' (سورۃ القصص 13:) فرعون کی بیوی کی خواہش پر مریم جلدی سے جاکر اپنی والدہ کو محل میں لے آئیں اور حضرت موسیٰؑ نے فوری طور پر اپنی والدہ کی چھاتی سے لگ کر دودھ پی لیا۔یوں اللہ نے آپؑ کی والدہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دِکھایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''تو ہم نے ان کو ان کی ماں کے پاس پہنچادیا تاکہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچّا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (سورۃ القصص 13:) آسیہ نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ سے استدعا کی کہ وہ محل ہی میں رہنے لگیں اور اس بچّے کی پرورش کریں، لیکن اُمّ موسیٰؑ نے انکار کردیا کہ میرے شوہر اور بچّے پریشان ہوں گے۔اس پر آسیہ بچّہ اُنھیں دینے پر مجبور ہوگئیں۔پھر اُس نے بچّے کے لیے وظیفہ بھی مقرّر کردیا، یوں اللہ کی شان دیکھیے کہ جس بچّے کے خوف سے فرعون نے ہزاروں بچّے ذبح کروادیئے، وہ بچّہ فرعون ہی کی زیرِ نگرانی اور سرکاری تحفّظ میں پروان چڑھنے لگا۔

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قبطی کا قتل:۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''اور جب موسیٰؑ جوانی کو پہنچے اور بھرپور (جوان) ہوگئے، تو ہم نے اُن کو حکمت اور علم عنایت کیا اور ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' (سورۃ القصص 14:) حضرت موسیٰؑ شاہی محل میں آسیہ کی زیرِ نگرانی پرورش پاتے ہوئے جوان ہوگئے۔آپؑ نہایت خُوب صورت، طاقت وَر، سمجھ دار اور دانا انسان تھے اور مِصر میں فرعون کے لے پالک بیٹے کے طور پر مشہور تھے۔اسی وجہ سے اُن کا رُعب و دبدبہ بھی بہت تھا۔حضرت موسیٰؑ کو اس بات کا علم تھا کہ وہ فرعونی (قِبطی) نہیں، بلکہ اسرائیلی ہیں۔لہٰذا جب فرعون، اُس کے حواریوں اور سپاہ کی جانب سے اسرائیلیوں پر ظلم ڈھائے جاتے، تو آپؑ کو بے حد دُکھ ہوتا، اکثر اس ظلم کے خلاف آواز بھی بلند کرتے اور بے قصور اسرائیلیوں کی مدد بھی کرتے۔ایک دن حضرت موسیٰؑ محل سے نکل کر شہر کا گشت کر رہے تھے۔آپؑ نے دیکھا کہ ایک قِبطی کسی اسرائیلی کو بُری طرح زدوکوب کررہا ہے۔یہ منظر دیکھ کر آپؑ رُک گئے۔اسرائیلی نے جب آپؑ کو دیکھا، تو مدد کے لیے پکار اُٹھا۔حضرت موسیٰؑ دونوں کے قریب گئے اور قِبطی کو روکنے کی کوشش کی، لیکن وہ ظلم سے باز نہ آیا۔آپؑ کافی دیر تک اسرائیلی کو چھڑوانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن قِبطی کسی طور پر اُسے چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔آخرکار آپؑ سے ضبط نہ ہوسکا اور اُسے ایک مُکّا رسید کردیا، جس سے وہ مرگیا، حالاں کہ آپؑ کی نیّت اُسے مارنے کی نہ تھی۔قِبطی کے قتل کی خبر فرعون سمیت پورے مِصر میں پھیل چکی تھی، لیکن کسی کو قاتل کا پتا نہ تھا اور سپاہ قاتل کی تلاش میں سرگرداں تھی۔دوسرے دن حضرت موسیٰؑ پھر گشت پر نکلے، خیال تھا کہ قِبطی کے قتل کے رِدّعمل کا اندازہ ہوسکے۔ابھی کچھ ہی دُور گئے تھے کہ دیکھا وہی اسرائیلی کسی دوسرے قِبطی سے جھگڑا کر رہا ہے۔اُس نے جب حضرت موسیٰؑ کو دیکھا تو پھر مدد کے لیے پکارا۔آپؑ نے فرمایا ''بے شک تو ہی صریح گم راہ شخص ہے'' اور پھر قِبطی کو چھڑوانے کے لیے آگے بڑھے۔اسرائیلی نے سمجھا کہ یہ مجھ پر غصّہ کررہے ہیں اور آج مجھے مار ڈالیں گے۔تو وہ فوراً چلّا اٹھا ''اے موسیٰؑ! جس طرح تم نے کل ایک قِبطی کو مارا تھا، آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟'' قِبطی نے جب یہ سُنا، تو فوراً فرعون کو خبر بھجوادی اور فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔

مدین ہجرت اور حضرت شعیبؑ سے ملاقات:۔

فرعون کے حواریوں کو حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قبطی کے قتل کا علم ہوا، تو اُنھوں نے آپؑ کے قتل کا فیصلہ کرلیا۔ تاہم، وہاں موجود آپؑ کے ایک ہم درد نے آ کر آپؑ کو اس کی اطلاع کر دی۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا ''موسیٰؑ، شہر کے رئیس تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں، پس تم جلدی سے یہاں سے نکل جاؤ، مَیں تمہارا خیر خواہ ہوں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السّلام وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے ''اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچالے۔'' (سورۃ القصص۔21-20)

حضرت موسیٰؑ کو کوئی علم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے؟ کیونکہ مصر چھوڑنے کا یہ حادثہ بالکل اچانک پیش آیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو گھوڑے پر بھیجا، جس نے راستے کی نشان دہی کی۔ (ابنِ کثیر)۔ آپؑ کئی روز کی مسافت طے کر کے ارضِ مدین پہنچے اور شہر کے کنارے ایک کنویں کے قریب درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اُس وقت کنویں پر جانوروں کو پانی پلانے والوں کی بھیڑ تھی۔ آپؑ نے دیکھا کہ درخت کے پاس دو لڑکیاں بہت دیر سے اپنے جانور لیے کھڑی ہیں اور اُن کی باری نہیں آتی۔ حضرت موسیٰؑ کے پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا کہ ''ہمارے گھر کوئی جوان نہیں ہے، والد بہت ضعیف ہیں۔ جب سب لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے، تو پھر ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں گی۔'' حضرت موسیٰؑ یہ سُن کر کھڑے ہوگئے۔ آپؑ جوان بھی تھے اور طاقت وَر بھی۔ آپؑ نے لڑکیوں کے مویشیوں کو پکڑا اور لوگوں کے بیچ میں سے راستہ بناتے ہوئے کنویں تک پہنچ گئے۔ کنویں سے پانی نکال کر سب مویشیوں کو سیر ہو کر پلایا اور واپس آ گئے۔ لڑکیوں نے آپؑ کا شُکریہ ادا کیا اور گھر کی طرف چلی گئیں۔ مفسّرین نے لکھا ہے کہ وہ حضرت شعیبؑ کی صاحب زادیاں تھیں۔ جب وہ وقت سے پہلے گھر پہنچ گئیں، تو حضرت شعیبؑ کو تعجب ہوا اور جلد آنے کی وجہ دریافت کی، جس پر لڑکیوں نے پورا واقعہ بتایا۔ حضرت شعیبؑ خوش ہوئے اور فرمایا ''جاؤ اور اللہ کے اُس نیک، اجنبی بندے کو میرے پاس لے آؤ۔''

حضرت شعیبؑ کے گھر قیام:۔

حضرت موسیٰؑ ایک لمبا سفر طے کر کے مِصر سے مدین پہنچے تھے۔ کچھ زادِ راہ بھی ساتھ نہ تھا، جب کہ سفر کی تھکن اور بھوک سے نڈھال تھے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''تھوڑی دیر میں اُن میں سے ایک عورت شرم و حیا سے چلتی ہوئی اُن کی طرف آئی اور کہنے لگی ''تمھیں میرے والد بُلاتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے (جانوروں) کو پانی پلایا تھا، اُس کی اُجرت دیں۔'' جب وہ اُن (حضرت شعیبؑ) کے پاس آئے اور اُن سے اپنا سارا حال بیان کیا، تو اُنہوں نے کہا ''اب کچھ خوف نہ کرو، تم نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔'' ایک لڑکی بولی ''ابّا جان! اِن کو نوکر رکھ لیجیے۔ کیوں کہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں، وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار (ہو)۔'' اُنھوں نے (موسیٰؑ) سے کہا'' مَیں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں۔ اس (شرط) پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دَس سال پورے کر دو، تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور مَیں تم پر تکلیف ڈالنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے انشاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔'' (سورۃ القصص۔27،25)

حضرت موسیٰؑ نے اس شرط کو منظور کرلیا۔ قصّہ مختصر، آپؑ کا حضرت شعیبؑ کی ایک صاحب زادی سے نکاح ہوگیا۔ جب دَس سال مکمل ہوگئے، تو آپؑ نے اپنی والدہ اور بہن بھائیوں سے ملنے کے لیے مِصر جانے کا قصد فرمایا اور حضرت شعیبؑ سے رخصت چاہی۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی صاحب زادی کے ساتھ کچھ مال مویشی اور زادِ راہ دے کر رخصت کیا۔ راستے میں مُلکِ شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا، اس لیے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ سردی کا موسم تھا اور اہلیہ کے ہاں ولادت قریب تھی۔ پھر یہ کہ راستے سے بھٹک کر طور پہاڑ کی مغربی اور داہنی سمت جا نکلے۔ اندھیری رات تھی اور برفانی سردی، اس حال میں اہلیہ کو دردِ زہ شروع ہوگیا۔ حضرت موسیٰؑ نے سردی سے بچاؤ کے لیے پتھر سے آگ جلانا چاہی، لیکن پتھروں کے رگڑنے سے آگ روشن نہ ہوسکی۔ پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، تو دُور کوہِ طور پر آگ نظر آئی۔ اہلیہ سے فرمایا ''مَیں نے وہاں آگ دیکھی ہے، وہاں جا کر تمہارے لیے آگ بھی لاتا ہوں اور ممکن ہے کہ کوئی بندہ بشر بھی مل جائے، جو راستہ بتادے۔''

اللہ تعالیٰ سے کوہِ طور پر ہم کلامی:۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام طورِ سینا کی طرف چل دیئے۔ قریب پہنچے، تو ایک حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ہرے سبز درخت کے اوپر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں، مگر درخت کی کوئی شاخ جلتی ہے، اور نہ کوئی پتّا۔ دھواں ہے اور نہ تپش، جب کہ درخت کی سرسبزی و شادابی اپنے عروج پر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب آگ اُن کی طرف بڑھی، تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹے اور جیسے ہی واپسی کے لیے مُڑے، آواز آئی ''**اے موسیٰؑ! یقیناً میں ہی تمہارا پروردگار ہوں، تم اپنی جوتیاں اُتار دو، تم طویٰ کی مقدّس وادی میں ہو۔ مَیں نے تم کو منتخب کرلیا ہے، تو جو حکم دیا جائے، اُسے کان لگا کر سُنو۔**'' (سورۂ طٰہٰ 13-12)

حضرت موسیٰؑ نے جب اللہ ذوالجلال کی آواز سُنی، تو مبہوت کھڑے رہ گئے۔ آپؑ نے فوری طور پر جوتے اُتار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو شریعت کی تعلیم دی اور پھر فرمایا "اے موسیٰؑ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟" اُنھوں نے کہا کہ "یہ میری لاٹھی ہے، اِس سے مَیں ٹیک لگاتا ہوں، بکریوں کے لیے پتّے جھاڑتا ہوں، اس میں میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "موسیٰؑ! اِسے اپنے ہاتھ سے نیچے پھینک دو" اُنھوں نے اُسے پھینکا تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِسے پکڑلو اور ڈرنا مت، ہم اِسے ابھی اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال لو، تو وہ سفید چمکتا ہوا نکلے گا، بغیر کسی عیب (اور بیماری) کے، یہ دوسرا معجزہ ہے۔ یہ اس لیے کہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دِکھانا چاہتے ہیں۔ اب تم فرعون کے پاس جاوٴ، اُس نے بڑی سرکشی مچا رکھی ہے۔" (موسیٰ علیہ السّلام) نے کہا "اے میرے پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرّر فرما دے۔ یعنی میرے بھائی ہارونؑ کو۔ تُو اس سے میری کمر کس دے اور اُسے میرا شریک کار کر دے تاکہ ہم دونوں بہ کثرت تیری تسبیح بیان کریں اور بہ کثرت تجھے یاد کریں۔" اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا "موسیٰؑ تمہاری تمام دعائیں قبول کر لی گئی ہیں۔" (سورۂ طٰہٰ 17 تا 36)

مصر واپسی اور فرعون کو توحید کی دعوت:۔

حضرت موسیٰؑ طورِ سینا سے لوٹے اور اپنی اہلیہ کو لے کر مِصر روانہ ہو گئے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کو نبوّت کے منصب پر فائز فرما کر حضرت موسیٰؑ کے مِصر آنے کی خبر دے دی تھی، چنانچہ حضرت ہارونؑ نے آپؑ کا استقبال کیا اور گھر لے گئے۔ حضرت موسیٰؑ دس سال بعد گھر والوں سے ملے تھے۔ حکمِ الٰہی کی تکمیل کے لیے دوسرے ہی دن دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا "(اے فرعون!) ہم ربّ العالمین کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، تُو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے۔" فرعون نے کہا "اے موسیٰؑ! کیا تُو نے میرے گھر پرورش نہیں پائی اور کیا تُو نے یہاں رہتے ہوئے قتل نہیں کیا تھا اور تم تو ناشُکرے معلوم ہوتے ہو۔" موسیٰؑ نے کہا "ہاں وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہو گئی تھی اور مَیں خطا کاروں میں تھا۔ جب مجھے تم سے ڈر لگا تو مَیں یہاں سے نکل گیا۔ پھر ربّ العالمین نے مجھے دانائی عطا فرمائی اور اپنا رسول بنایا۔ مجھ پر تیرا کیا یہی احسان ہے، جو تُو مجھے جتا رہا ہے اور تُو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔" فرعون نے کہا "ربّ العالمین کیا (چیز) ہے؟" (حضرت موسیٰؑ) نے فرمایا "وہ آسمان اور زمین اور جو کچھ اِن دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔ بہ شرط یہ کہ تم لوگوں کو یقین ہو۔" فرعون نے اپنے اہالیوں، موالیوں سے کہا "کیا تم سُن نہیں رہے؟ (یعنی کیا تم کو اس بات پر تعجب نہیں کہ میرے سِوا بھی کوئی اور معبود ہے)"۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "وہ تمہارے اور تمہارے اگلے باپ، دادوں کا پروردگار ہے۔" فرعون نے کہا "(لوگو) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔" (موسیٰؑ) نے کہا "مشرق و مغرب اور جو کچھ اِن دونوں میں ہے، وہ سب کا مالک ہے، بہ شرط یہ کہ تم کو سمجھ ہو۔" (فرعون) نے کہا "اگر تم نے میرے سِوا کسی اور کو معبود بنایا، تو مَیں تمہیں قید کر دوں گا۔" (حضرت موسیٰؑ نے) کہا "خواہ میں آپ کے پاس روشن چیز (یعنی معجزہ) لاوٴں؟" (فرعون نے) کہا "اگر سچّے ہو، تو لاوٴ اور دِکھاوٴ۔" پس اُنھوں نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی، تو وہ اسی وقت اژدھا بن گئی اور اپنا ہاتھ جو (بغل سے) نکالا، تو وہ سفید چمکیلا نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر فرعون اپنے آس پاس بیٹھے سرداروں سے کہنے لگا "بھئی یہ کوئی بڑا جادوگر ہے۔ یہ تو چاہتا ہے کہ تمھیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے مُلک سے نکال دے، تو تمہاری کیا رائے ہے؟" اُن سب نے کہا "آپ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دیجیے اور تمام شہروں میں ہرکارے روانہ کر دیجیے، جو آپ کے پاس ماہر جادوگروں کو جمع کر کے لے آئیں۔" (سورۃ الشعراء:16،37)

فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ "ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے، ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرّر کر لو کہ نہ تو ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم، اور یہ مقابلہ صاف میدان میں ہوگا۔" موسیٰ (علیہ السّلام) نے کہا "زینت اور جشن کے دن کا وعدہ ہے اور یہ کہ لوگ اُس دن چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں۔" (سورۂ طٰہٰ:58-59)

عصائے موسیٰؑ کا کمال:۔

مقررہ دن پر ہزاروں کی تعداد میں جادوگر میدان میں جمع کر لیے گئے۔ بادشاہ بھی اپنے مصاحبین کو لیے شاہانہ کرّوفر کے ساتھ تختِ شاہی پر براجمان ہو گیا۔ میدان کے چاروں جانب لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، جو حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ ایک طرف مِصر کے چوٹی کے جادوگر اپنے جادوئی سازوسامان کے ساتھ بڑے متکبّرانہ انداز میں کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ تو دوسری طرف، اللہ کے دو نیک بندے اور نبی، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کھڑے بارگاہِ الٰہی میں دُعاگو تھے۔ جادوگر بولے "موسیٰؑ یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔" موسیٰ (علیہ السّلام) نے کہا "پہلے تم ڈالو"

(جب اُنہوں نے چیزیں ڈالیں، تو اُن کی رسّیاں اور لاٹھیاں (جادو کے زور) سے دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اُس وقت موسیٰ (علیہ السّلام) کے دِل میں خوف پیدا ہوا، تو اللہ نے وحی بھیجی "اے موسیٰؑ! ڈرو نہیں۔ بلاشبہ تم ہی غالب آؤ گے۔ ذرا اپنا عصا زمین پر پھینکو اور پھر دیکھو۔" چناں چہ لاٹھی کا زمین پر پھینکنا تھا کہ وہ ایک بڑے خوف ناک اژدھے میں تبدیل ہوگئی اور جو کچھ جادوگروں نے بنایا تھا، اُن سب کو نگل لیا۔ یہ دیکھ کر جادوگر سجدے میں گر گئے اور پکار اُٹھے "ہم تمام جہان کے مالک پر ایمان لائے، جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا ربّ ہے۔" (سورۃ الشعراء، سورہ طٰہٰ)۔ فرعون کے لیے یہ سب کچھ بڑا عجیب، نہایت حیرت انگیز اور بہت غم ناک تھا۔ وہ جن جادوگروں کے ذریعے فتح اور غلبے کی آس لگائے بیٹھا تھا، وہ سب نہ صرف مغلوب ہوگئے، بلکہ موسیٰؑ کے ربّ پر ایمان بھی لے آئے۔ فرعون نے غضب ناک ہوکر کہا "میری اجازت کے بغیر تم لوگ اس شخص پر ایمان لے آئے، یقیناً یہ تم سب سے بڑا جادوگر ہے۔ مَیں تم سب کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکا دوں گا۔" اُنہوں نے کہا "کوئی حرج نہیں۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔" (سورۃ الشعراء، سورۂ طٰہٰ) روایت میں ہے کہ فرعون نے ان سب جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اُنہیں سولی پر لٹکا دیا۔

حضرت موسیٰؑ کے نو معجزات:۔

جادوگروں کے ایمان لانے اور اُنہیں بے دردی سے شہید کر دینے کے بعد بھی فرعون کی سرکشی اور بداعمالیاں جاری رہیں۔ مفسّرین کے مطابق، اس واقعے کے بعد حضرت موسیٰؑ مزید بیس برس مِصر میں مقیم رہے اور لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اس عرصے میں اللہ عزّوجل نے حضرت موسیٰؑ کو نو معجزات عطا فرمائے تاکہ فرعون اور اس کی قوم کو راہِ راست پر لایا جاسکے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے "اور ہم نے موسیٰ کو نو معجزے عطا فرمائے۔" (سورۂ بنی اسرائیل: 101)

جن نو معجزات کی طرف زیرِ بحث آیت میں اشارہ ہوا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔عصا ۲۔ید بیضاء ۳۔طوفان ۴۔ٹڈی دَل ۵۔"قمل" نامی ایک نباتاتی آفت

۶۔مینڈکوں کی کثرت ۷۔خون ۸۔خشک سالی ۹۔پھلوں میں کمی

سورہ الاعراف کی مذکورہ آیات میں ان نو معجزات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے:

یہ نو آیات دیکھ کر بھی جب وہ ایمان نہ لائے تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں غرقِ دریا کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تھی اور ان سے غفلت برتی تھی۔ (الاعراف۔۱۳۶)

مِصر سے ہجرت اور فرعون کا غرق ہونا:۔

فرعون کا تکبّر، غیظ و غضب اور ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ چُکا تھا۔ وہ اور اُس کے حواری، حضرت موسیٰؑ اور اُن کے ساتھیوں کے خون کے پیاسے تھے، ایسے میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ہجرت کا حکم فرمایا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے "اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ، پھر اُن کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک راستہ بنا دو۔ پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہوگا، اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔" (سورۂ طٰہٰ 77) حضرت موسیٰؑ شروع رات میں بنی اسرائیل کو لے کر مِصر سے دریائے قلزم (بحیرۂ احمر) کی طرف نکلے۔

علّامہ طبریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ چھ لاکھ، تیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے تھے۔ اس کے علاوہ عورتیں، لڑکیاں اور بچّے بھی تھے۔ حضرت موسیٰؑ 9 محرّم کو ہفتے کے دن غروبِ آفتاب کے بعد مِصر سے روانہ ہوئے۔ فرعون کو آپؑ کے نکلنے کی خبر صبح کو ہوئی۔ اُس نے فوری طور پر سات لاکھ سے زائد سواروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ جب بنی اسرائیل نے اپنے پیچھے فرعون کے فوجی سیلاب کو اور آگے بپھری موجوں کو دیکھا، تو گھبرا اُٹھے۔ قرآنِ کریم میں ہے "تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا، "ہم تو یقیناً پکڑ لیے گئے۔" موسیٰؑ نے کہا "ہرگز نہیں، یقین مانو میرا ربّ میرے ساتھ ہے، جو ضرور مجھے راہ دِکھائے گا۔" ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ "دریا پر اپنی لاٹھی مارو۔" (سورۃ الشعراء 61،63)۔ اُنھوں نے دریا پر لاٹھی ماری، تو اس میں راستہ بن گیا اور بنی اسرائیل اس راستے میں سے گزر گئے۔ لشکرِ فرعون یہ حیرت ناک منظر دیکھ کر سہم گیا۔ فرعون بھی قدرت کے اس کرشمے کو دیکھ کر مرعوب ہو چُکا تھا، لیکن پھر اپنے اوپر فرعونیت سوار کر لی اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور لشکر کو پیچھے آنے کا حکم دیا۔

جب فرعون اور اُس کا لشکر دریا کے اندر سما گیا، تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو روانی کا حکم دے دیا اور دریا کے دونوں حصّے آپس میں مل گئے۔ فرعون جب ڈوبنے لگا، تو پکار اُٹھا کہ "مَیں اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاتا ہوں۔" قرآنِ کریم میں ہے "پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، تو کہنے لگے کہ "ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جن جن کو ہم اُس کا شریک بنا رہے تھے، ہم نے اُن سب سے انکار کیا۔" (سورۃ المومن: 84)

جب فرعون غرق ہو گیا، تو اُس کی موت کا بہت سے لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی نے اُس کی لاش کو باہر خشکی پر پھینک دیا، جس کا سب نے مشاہدہ کیا۔ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری ہے ”آج ہم تیری لاش کو (پانی سے) نکال لیں گے تاکہ تو اُن کے لیے نشانِ عبرت ہو، جو تیرے بعد ہیں اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔“ (سورۂ یونس:92)

آج بھی فرعون منفتاح ثانی کی حنوط شدہ لاش عبرت کا نشان بنی مصر کے عجائب خانے میں محفوظ ہے۔

کوہِ طور پر اللہ سے کلام، تجلّی اور تورات کا ملنا:۔

حضرت موسیٰؑ، فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کے ساتھ بحیرۂ احمر پار کر کے وادیٔ سینا کی جانب چلے۔ راستے میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے، جو بُتوں کو پوجتی تھی۔ بنی اسرائیل نے جب یہ دیکھا، تو کہنے لگے ”اے موسیٰ (علیہ السّلام)! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو۔“ موسیٰ (علیہ السّلام) نے کہا ”تم بڑے ہی جاہل ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سِوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالاں کہ اُس نے تم کو تمام جہاں والوں پر فوقیت دی ہے۔“ (سورۃ الاعراف:140،138)

اللہ نے بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لیے حضرت موسیٰؑ کو آسمانی کتاب دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اللہ عزّوجل نے آپؑ کو تیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر بلایا، جس میں مزید دس راتوں کا اضافہ کر کے اُسے چالیس راتیں کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جانے سے قبل اپنے بھائی، حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین مقرّر کیا۔ حضرت ہارونؑ بھائی بھی تھے اور نبی بھی۔ حضرت موسیٰؑ وقتِ مقرّرہ پر کوہِ طور پہنچے اور پروردگار سے ہم کلام ہوئے، تو کہنے لگے ”اے میرے پروردگار! مجھے اپنا جلوہ دِکھا دیجیے، مَیں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔“ ارشاد ہوا ”تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے، لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا، تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے اور جب اُن کے ربّ نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی، تو تجلّی نے اُس کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ (علیہ السّلام) بے ہوش کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے، تو عرض کیا ”بے شک، آپ کی ذات پاک ہے۔ مَیں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور مَیں سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔“ ارشاد ہوا کہ **”اے موسیٰ! مَیں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں میں ممتاز کیا ہے۔ تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے، اسے پکڑ رکھو اور میرا شکر بجالاؤ اور ہم نے (تورات) کی تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔“ (سورۃ الاعراف:145،142) یہ حضرت موسیٰ (علیہ السّلام) کا اللہ عزّوجل سے ہم کلامی کا دوسرا واقعہ تھا۔**

صحائف:۔

اللہ تعالی نے کل 100 صحیفے نازل کئے۔ حضرت موسی علیہ السلام پر دس صحیفے نازل فرمائے۔ 50 صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے، 30 حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے، 10 حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ یا حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) پوچھا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! حضرت موسی علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی"؟ ارشاد فرمایا "وہ سب عبرت کی باتیں تھیں مثلا میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو موت کا یقین ہو کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا ہے اور عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش ہو سکتا ہے؟؟؟ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو موت کا یقین ہو اور وہ ہنستا ہے--- میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث تغیرات انقلاب کو ہر وقت دیکھتا ہے، پھر اس دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے--- میں تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو تقدیر کا یقین ہو تو پھر رنج و مشکلات میں مبتلا ہے--- میں تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہو پھر نیک اعمال نہیں کرتا"۔ (فضائل اعمال۔ مولانا زکریا)

سامری کا سونے کا بچھڑا اور گوسالہ پرستی:۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور گئے، تو پیچھے سامری نامی ایک قبطی نے، جو حضرت موسیٰؑ کا پڑوسی تھا اور بہ ظاہر آپؑ پر ایمان لا کر ساتھ ہو گیا تھا، بنی اسرائیل سے سونے کے زیورات اکٹھے کر کے ایک بچھڑا تیار کیا، جس میں اُس نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کے گھوڑے کے سُموں کے نیچے کی مٹّی بھی شامل کر دی۔ یہ مٹّی اُس نے چُپکے سے اُس وقت لے لی تھی، جب حضرت جبرائیلؑ ان لوگوں کو دریا پار کروا رہے تھے۔ یہ بچھڑا جب تیار ہو گیا، تو یہ کچھ کچھ بیل کی آواز نکالتا تھا۔ یعنی جب اس میں ہوا داخل ہو جاتی، تو اس میں سے گائے یا بیل کی آواز نکلتی۔ (ابنِ کثیرؒ) اس آواز سے سامری نے بنی اسرائیل کو گم راہ کیا اور بولا ”یہی تمہارا اصل معبود ہے۔“ قرآنِ پاک میں ہے ”پھر اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا بنا دیا، یعنی بچھڑے کا بُت، جس کی گائے کی سی آواز بھی تھی۔ پھر کہنے لگا کہ ”یہی تمہارا معبود ہے اور

موسیٰؑ کا بھی، لیکن موسیٰؑ بھول گیا ہے۔''(سورۂ طٰہٰ :88)

کوہِ طور سے واپسی اور سامری کو سزا:۔

حضرت موسیٰؑ جب تورات لے کر واپس آئے، تو دیکھا کہ بنی اسرائیل سامری کے بچھڑے کی پرستش کر رہے ہیں۔ آپؑ کو سخت ناگوار گزرا۔ غضب ناک ہو کر اپنے بھائی، حضرت ہارونؑ کے سَر کے بال اور داڑھی پکڑ کر اُنہیں سخت سُست کہا۔ حضرت ہارونؑ نے عرض کیا''اے میرے بھائی! میری داڑھی اور سَر کے بال مت کھینچو۔ دراصل قوم نے مجھے کم زور خیال کیا اور میرے قتل کے درپے ہوگئی۔''(سورۃ الاعراف:150)

حضرت موسیٰؑ سامری کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا''تُو نے یہ حرکت کیوں کی؟''اُس نے کہا''مَیں نے فرشتے کے نقشِ پا سے(مٹّی) ایک مُٹھی میں بھر لی تھی، پھر اس کو (بچھڑے کے قلب) میں ڈال دیا اور مجھے یہ کام بھلا لگا۔''(حضرت موسیٰؑ نے کہا)''اچھا جا دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہی ہے کہ تو کہتا پھرے گا کہ''مجھے نہ چُھونا'' اور تیرے لیے ایک اور وعدہ ہے(یعنی عذاب کا) جو تجھ سے ٹل نہ سکے گا۔''(سورۂ طٰہٰ :95،97)اور پھر ایسا ہی ہوا۔ سامری عُمر بھر یہی کہتا رہا کہ''مجھے نہ چُھونا'' کیوں کہ اُسے چھوتے ہی چُھونے والا اور سامری دونوں شدید بخار میں مبتلا ہو جاتے۔ پھر وہ انسانوں کی بستی سے نکل کر جنگل میں چلا گیا، جہاں جانوروں کے ساتھ زندگی گزاری اور عبرت کا نمونہ بن گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اُس کے بچھڑے کو جلا کر دریا میں پھینک دیا۔

بنی اسرائیل کی سرکشی اور سَروں پر کوہِ طور کا معلّق ہونا:۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب تورات سے درس و تدریس شروع کی، تو بنی اسرائیل ایک مرتبہ پھر حیلے بہانے کرنے لگے اور بولے''اے موسیٰؑ! ہم یہ کیسے یقین کرلیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے؟ ہوسکتا ہے کہ تم نے خود ہی بنالیا ہو۔''اس صُورتِ حال پر حضرت موسیٰؑ نے ایک بار پھر اللہ سے رجوع کیا۔ اللہ نے فرمایا''اے موسیٰؑ! اس قوم کے منتخب افراد کو لے کر کوہِ طور پر آجاؤ تاکہ ہم اُن کو اپنا کلام سُنادیں اور اُنہیں یقین آجائے۔''حضرت موسیٰؑ نے اُن میں سے 70 سر کردہ افراد چُنے اور اُنہیں کوہِ طور پر لے گئے اور جب اپنے کانوں سے اللہ کا کلام سُن لیا، تو بولے''جب تک ہم اللہ کو خود سے نہ دیکھ لیں، کیسے یقین کرلیں۔''اُن کی اس ہٹ دھرمی اور سرکشی پر کوہِ طور لرز اٹھا اور اوپر سے شدید بجلی کڑکی، جس کی دہشت سے یہ سب بہ ظاہر مُردہ ہو کر گر پڑے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ جل شانہ سے دُعا کی، جس پر اللہ نے اُن سب کو دوبارہ کھڑا کردیا۔ پھر یہ سب گڑگڑا کر توبہ استغفار کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول کرلی۔ یہ لوگ قوم کے پاس واپس آئے اور توحید اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رسالت کی گواہی دی، مگر کچھ دن ہی گزرے تھے کہ حسبِ عادت پھر شرک میں مبتلا ہوگئے۔ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سَروں پر کوہِ طور کو معلّق فرمادیا۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے''اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تم پر طور پہاڑ لا کھڑا کردیا اور حکم دیا کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے، اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو کچھ اس میں ہے، اُسے یاد رکھو تاکہ (عذاب سے) محفوظ رہو۔''(سورۃ البقرہ:63) بنی اسرائیل اپنے سَروں پر کوہِ طور کو دیکھ کر بہت زیادہ خوف زَدہ ہو گئے کہ کہیں اس بڑے پہاڑ کے نیچے دَب کر ختم نہ ہو جائیں۔ چناں چہ وہ سجدے میں گر کر توبہ استغفار کرنے لگے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر اللہ نے ایک بار پھر اُنہیں معاف کردیا۔

وادیٔ تیہ میں قید کے دَوران اللہ تعالیٰ کے انعامات:۔

اللہ ربّ العزّت نے حضرت موسیٰؑ کو ارضِ مقدّسہ(یعنی مُلکِ شام) جانے اور اپنے باپ، دادا کی سرزمین کافروں سے چھڑوانے کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ اُس وقت وہاں پر''قومِ جبّارین'' کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ عجیب خوف ناک شکل و صورت اور ہیبت ناک قد و قامت کے مالک تھے۔ اُن کے ظلم و ستم اور قہر و جبر کی داستانیں عام تھیں۔ بنی اسرائیل نے جب شہر سے باہر اُن کے حالات سُنے، تو شہر میں داخل ہونے اور اُن سے جہاد کرنے سے انکار کردیا''وہ بولے کہ''موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں ہیں، ہم ہرگز وہاں نہیں جائیں گے۔ اگر لڑنا ہی ضروری ہے، تو آپؑ اور آپؑ کا پروردگار جا کر اُن سے لڑائی کرلیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔'' (سورۃ المائدہ:24)

حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کی تمام تر نافرمانیوں اور بے ہودگیوں کو اب تک بڑے صبر و تحمّل سے برداشت کرتے چلے آئے تھے اور اُن کے لیے دُعا گو رہتے اور اللہ سے اُنہیں معافی دلوا دیتے، لیکن اُن کے اس جواب پر بے حد غم گین اور رنجیدہ ہو گئے اور اُن کے لیے بددُعا فرماتے ہوئے اُنہیں''فاسقین'' کے نام سے پکارا۔ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول کی دُعا قبول فرمائی اور اُنہیں مِصر اور شام کے درمیان''میدانِ تیہ'' میں قید کردیا اور وہ چالیس سال اُس میدان میں بھٹکتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بھی اُن کے ساتھ تھے، جو اُن کی غلطیوں اور نافرمانیوں پر اللہ سے معافی طلب کرتے رہتے، جس کی برکت سے سزا کے دَوران بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں برستی رہیں۔ اُنہوں

نے حضرت موسیٰؑ سے دھوپ کی شکایت کی، تو آپؑ کی دُعا سے اُن کے سَروں پر اَبر کا سایہ کر دیا گیا۔ پھر بھوک کی شکایت کی، تو حضرت موسیٰؑ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے مَن و سَلویٰ نازل فرمادیا۔ مَن ایک قسم کے دانے تھے، جو زمین میں پھیلے ہوتے تھے۔ بنی اسرائیل اُنھیں پیس کر روٹی بنا لیتے، جب کہ سَلویٰ ایک قسم کے پرندے تھے، جو دریا کی طرف سے آتے تھے۔ مدّتوں یہ لوگ مَن وسلویٰ کھاتے رہے۔ اُن کے کپڑے میلے ہوتے اور نہ ہی پھٹتے۔ جب اُن کو پانی کی حاجت ہوئی، تو وہ بھی عطا کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (اُنھوں نے لاٹھی ماری)، تو اُس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر کے (پانی پی) لیا۔ (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو، مگر زمین پر فساد نہ کرتے پھرو۔'' (سورۃ البقرہ: 60)

بنی اسرائیل نے حسبِ عادت نعمتِ خداوندی کی ناشکری کرتے ہوئے ادنیٰ چیزوں کی فرمائش کر دی۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے ''اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰؑ! ہم سے ایک قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ ہو سکے گا، اس لیے اپنے ربّ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز دے۔'' آپؑ نے فرمایا ''بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو۔'' (سورۃ البقرہ: 61) وادی تیہ میں بنی اسرائیل کے ساتھ اللہ کے دو پیغمبر حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور دو نیک بندے، حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوقنا بھی تھے اور اللہ تعالیٰ اُن کے طفیل بنی اسرائیل کو چالیس سالہ قید اور سزا کے دَوران بھی اپنی نعمتوں اور انعامات سے نوازتا رہا۔

حضرت موسیٰؑ کی وفات

بنی اسرائیل صحرائے تیہ میں چالیس برس تک بھٹکتے رہے، اس کُھلے میدان سے نکلنے کے لیے صبح سے شام تک روز سفر کرتے، لیکن شام کو اسی جگہ موجود ہوتے، جہاں سے صبح چلے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام بھی ساتھ تھے۔ ایک دن صحرائے تیہ میں ''ہور'' نامی پہاڑ پر پہنچے، تو حضرت ہارون علیہ السّلام کا انتقال ہو گیا اور اُنہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ کی طرف بھیجا گیا، جب آپؑ کے پاس پہنچے، تو آپؑ نے اُنہیں ایک تھپڑ رسید کر دیا، تو ملک الموت واپس اپنے ربّ کے پاس پہنچے اور عرض کیا ''آپ نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا، جو موت کا ارادہ نہیں رکھتے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''واپس جاؤ اور اُنھیں کہو کہ بیل کی پُشت پر ہاتھ رکھیں، تو اُن کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں، ہر بال کے بدلے ایک سال زندگی ملے گی۔'' تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پوچھا ''اے پروردگار! پھر کیا ہو گا؟'' فرمایا ''پھر موت ہے۔'' حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا ''تو پھر اب ہی سہی''، پھر آپؑ نے دُعا فرمائی ''اے اللہ! اس آخری وقت میں مجھے ارضِ مقدّس کے قریب کر دے۔'' اللہ نے آپؑ کی دُعا قبول فرمائی، فرشتے نے اُنھیں ایک عمدہ خوش بُو سنگھائی اور روح قبض کر لی۔ فرشتوں نے آپؑ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور دفن کیا۔ اس طرح 120 برس کی عُمر میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا بھی انتقال ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے سب لوگ بھی مر کھپ گئے۔

بنی اسرائیل کی اولاد اور حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام اور حضرت کالب علیہ السّلام باقی بچ گئے۔ چالیس برس کی مدّت پوری ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام کی قیادت میں بنی اسرائیل شام اور بیت المقدس میں داخل ہوئے۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

حضرت الیاس علیہ السلام

یہ حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ سورہ الصٰفٰت ،آیت نمبر 123تا132 میں حضرت موسیٰؑ اورحضرت ہارونؑ کے قصہ کے بعدارشادفرماتا ہے کہ:

ترجمہ: "اور بے شک الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیاتم ڈرتے نہیں؟ کیا بعل(بت کا نام) کو پوجتے ہو؟اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اورتمہارے اگلے باپ دادا کا۔پھرانہوں نے جھٹلایا،تووہ ضرور پکڑے جائیں گے مگراللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثنا باقی رکھی۔سلام ہوالیاس پر بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں سے ہے"۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ کوبعلبک جو کہ دمشق کے مغربی جانب ایک شہرہے،اس کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔وہاں کے باشندے بعل نامی بت کی پوجا کرنے لگے تھے۔روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ اورحضرت ہارونؑ کے بعد بنی اسرائیل کے بعض علماء لوگوں کوحضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت دیا کرتے تھے،لیکن لوگوں پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا۔رفتہ رفتہ بت پرستی اورزنا کاری ان کاشیوہ بن گئی،بہت کم لوگ دین موسیٰؑ پر کاربند رہے۔پھراللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ کوان پر مبعوث فرمایا۔

اس زمانے میں ایک بادشاہ ملک شام میں تھا،اس نے ایک بت تراش کراس کا نام بعل رکھا،وہ لوگوں کوبعل بت کو پوجنے کی دعوت دیتا تھا۔رفتہ رفتہ بے شمارلوگ بت پرست ہوگئے۔حضرت الیاسؑ ان لوگوں کوبعل بت کو پوجنے سے منع فرمایا کرتے تھے،لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوتا۔حضرت الیاسؑ مسلسل لوگوں کواس بت کی پوجا کرنے سے روکتے رہے،لیکن بت پرستوں نے حضرت الیاسؑ کی بات نہ مانی اوران کی تکذیب کی (جھٹلایا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(سورہ الصافات،آیت نمبر 127)

ترجمہ:"پس جھٹلایااس کوپس حاضر کئے جائیں گے"۔(قیامت کے دن)

ابویعقوب ازرعیؒ یزیدبن عبدالصمدؒ سے اوروہ ہشام بن عمارؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص سے سنا جس نے کعب احبارؓ سے ذکر کیا۔وہ فرماتے ہیں کہ "حضرت الیاسؑ اپنی قوم کے بادشاہ سے چھپ کرایک غار میں جابسے،اوردس سال تک وہیں اسی غار میں رہے"۔

ابن ابی الدنیاؒ فرماتے ہیں کہ سعد بن عبداللہ عزیز نے دمشق کے کسی شیخ سے حدیث بیان کی ہے "حضرت الیاسؑ اپنی قوم سے بھاگ کرایک پہاڑ کی غار میں بیس یا چالیس راتیں چھپے رہے،کوّے آپ کا رزق آپ تک پہنچاتے تھے"۔ان کی قوم کے لوگ بعل بت کی پوجا سے باز نہ آئے اور پھر جب یہ لوگ نہ مانے توحضرت الیاسؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ "یہ سب کے سب نافرمان ہیں ان پر قحط نازل فرما"،جس کے نتیجے میں تین برس تک آسمان سے پانی نہ برسا،آدمی اور جانور سب مرنے لگے ،معاً کچھ لوگوں کوخیال آیا یہ قحط سالی الیاسؑ کی وجہ سے ہے یہ حضرت الیاسؑ نے بددعا دی ہے۔ان کوڈھونڈو جہاں بھی ملیں مارڈالو۔حضرت الیاسؑ کوجب ان کے ارادے کا علم ہواتو یہ ایک بڑھیا جوان کی معتقدتھی اس کے گھر چلے گئے۔اس بڑھیا کا صرف ایک ہی بیٹا تھااس نے اپنا یہ بیٹا حضرت الیاسؑ کودے دیا تھا۔اس کا نام الیسع تھا،آپ الیسع کولے کرجگہ جگہ پھرتے رہے شہر شہر گئے،پھر کچھ لوگ حضرت الیاسؑ کے پاس آئے اور کہا کہ "ہم نے اپنے بتوں سے پانی بہت مانگالیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔اب آپ ہمارے لئے اپنے رب سے پانی کی دعا کیجئے اگر یہ قحط ختم ہوگیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے"۔حضرت الیاسؑ نے دعا کی اور پانی خوب برسا گھاس اور ترکاری پیدا ہوئی۔جب حضرت الیاسؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سے قحط ختم کردیا،تو یہ لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے،اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے بلکہ اپنے بعل ہی کی پوجا کرتے رہے۔حضرت الیاسؑ ان سے مایوس ہوگئے توالیسع کو اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنایا اوراس قوم کوچھوڑ کر کہیں نکل گئے۔پھراللہ تعالیٰ نے ان کوزندگی تادم صور دے دی،اوران کو بحروبر میں رہنے کاحکم دیا۔اس طرح حضرت الیاسؑ زندہ نبی قیامت تک کے لئے ہیں"۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے "حضرت الیاسؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یسعؑ کومنصب نبوت دیا،آپ نے دعوت تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا،حضرت الیاسؑ کے جانے کے بعدالیسعؑ نے قوم کوبہت سمجھایا،آپ حضرت الیاسؑ کی شریعت پر کاربند رہے اورتبلیغ کرتے رہے۔لیکن کچھ نہ ہوااور یہ پوری کی پوری قوم مردود ہی رہی"۔اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں انبیاءاکرام کے ذکرخیر کے ساتھ یسعؑ کا تذکرہ بھی فرمایا ہے:(سورہ انعام،آیت نمبر 86)

ترجمہ:"اسماعیلؑ اوریسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کوہم نے اس وقت میں سب پر فضیلت دی"۔

ایک قول کے مطابق حضرت یسعؑ حضرت الیاسؑ کے چچازاد بھائی تھے اور جب حضرت الیاسؑ پہاڑ کی غار میں چھپے تھے توحضرت یسعؑ بھی ان کے ساتھ ہی تھے،پھرحضرت الیاسؑ نے حضرت یسعؑ کو اپنا قائم مقام بنایا۔اس طرح آپ کے بعد حضرت یسعؑ اس قوم کے نبی بنے تھے۔انہوں نے اپنی قوم کودعوت تبلیغ دی لیکن فائدہ بہت کم ہی ہوا،حضرت الیاسؑ کے کچھ عرصے بعد حضرت یسعؑ کا انتقال بھی ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عمران دو ہیں(1)عمران بن نصیر بن لاوی بن یعقوب(یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں) (2)دوسرے عمران بن ماثان حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کے والد ہیں،دونوں کی عمروں میں ایک ہزار آٹھ سو سال کا فرق ہے۔

یہاں ہم دوسرے عمران یعنی حضرت مریم علیہ السلام کے والد کا ذکر کر رہے ہیں۔ان کی بیوی کا نام حنا تھا۔یہ حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ایک دن حنا نے ایک درخت کے سائے میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنی بچوں کو دانہ کھلا رہی تھی۔یہ دیکھ کر آپ کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی کہ "یا اللہ !اگر مجھے بچہ دے تو مَیں اسے بیت المقدس کا خادم بنادوں گی اور بیت المقدس کی خدمت کے لیے حاضر کردوں گی"۔پھر وہ حاملہ ہوگئیں تو یہ بات اپنے شوہر کو بتائی کہ یہ نذر مَیں نے مان لی ہے۔وہ پریشان ہوئے کہ اگر لڑکی ہوگی تو اس قابل کہاں ہوگی کہ بیت المقدس کے لیے دے دی جائے؟ کیونکہ اس زمانے میں لڑکوں کو صرف بیت المقدس کے لیے دے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عوارض نسائی اور زنانہ کمزوریوں کی وجہ سے اس قابل نہ سمجھی جاتی تھیں۔اس لیے حضرت مریم علیہ السلام کے والد عمران کو شدید فکر لاحق ہوئی لیکن حضرت مریم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ان کا انتقال ہوگیا۔حنا کے ہاں جب لڑکی پیدا ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوگئیں کہ یہ تو میرے گھر لڑکی پیدا ہوگئی ہے اس کو مَیں نذر میں کیسے دوں گی کیونکہ لڑکی تو لڑکے کی طرح بیت المقدس کی خدمت نہ کرسکے گی۔یہ لڑکی حضرت مریم علیہ السلام تھیں اور اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے افضل اور اجمل تھیں۔(مریم کے معنی عابدہ کے ہیں)اپنی نذر کے مطابق حنا نے بچی کی ولادت کے بعد بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر احبار(عالم، درویش، راہب) کے سامنے رکھ دیا۔یہ احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حضرت زکریا بھی ان میں شامل تھے اور اُن سب کی تعداد 27 تھی۔اور سب نے حضرت مریم علیہ السلام کو لینے اور کفالت کرنے کی خواہش کی۔حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا"مَیں تم سب سے زیادہ حضرت مریم علیہ السلام کا حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر اس کی خالہ ہے"۔معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈال دیا جائے، قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا۔

حضرت مریم علیہ السلام ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا ایک عام بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے۔اس لیے حضرت مریم علیہ السلام نے کسی عورت کا دُودھ نہ پیا بلکہ ان کے لیے جنت سے میوے اُترتے تھے۔پہلے دن کی بچی کو بیت المقدس چھوڑ دیا گیا اور اللہ نے ان کے کھانے کا بندوبست کردیا تھا۔جنت سے میوے اُترتے تھے اور وہ کھالیتی تھیں۔حضرت مریم علیہ السلام نے چھوٹی عمر میں ہی کلام کرنا شروع کردیا تھا۔حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی حضرت مریم علیہ السلام کے پاس جاتے ، ہمیشہ نیا پھل(رزق)پاتے۔حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک دن مریم علیہ السلام سے پوچھا کہ اے مریم یہ پھل اور میوے تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ وہ بولی"اللہ کے پاس سے، بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی رزق دے"۔ (سورۃ آل عمران،آیت نمبر 37)

حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں بھی اولاد نہ تھی،حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ جو ذاتِ پاک مریم علیہ السلام کو بے وقت، بے فصل اور بغیر کسی سبب کے میوہ عطا کرسکتی ہے تو وہ بے شک اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بیوی کو نئی تندرستی دے اور اس بڑھاپے کی زندگی میں جبکہ میری تمام اُمیدیں منقطع ہوگئیں ہیں مجھے فرزند عطا کریں۔حضرت زکریا علیہ السلام نے اسی جگہ پر کھڑے ہوکر جہاں جنت کے میوے اور پھل آیا کرتے تھے، یعنی محرابِ مسجد کے پاس دُعا کی۔

"اے میرے پروردگار تُو مجھے اپنے پاس سے ستھری اُولاد دے، بے شک تُو دُعا سُننے والا ہے"۔ (سورۃ آل عمران،آیت نمبر 38)

اُنہوں نے محرابِ مُقدس کے دروازے میں منہ کرکے یہ دُعا کی۔حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت احبار میں سے سب سے بڑے عالم تھے۔بارگاہِ الٰہی میں قربانیاں آپ ہی پیش کیا کرتے تھے۔اور مسجد شریف میں بغیر آپ کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔آپ مسجد میں دُعا میں مشغول تھے اور باہر آدمی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت مانگ رہے تھے۔کہ اچانک آپ نے ایک سفید پوش جوان دیکھا۔یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اُنہوں نے آپ کو فرزند کی بشارت دی اور فرمایا کہ "بے شک اللہ آپ کو یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے، جو اللہ کی طرف سے ایک کلمے کی تصدیق کرے گا، سردار ہوگا، عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور ہمارے خاصوں میں سے ہوگا"۔ (سورۃ آل عمران،آیت نمبر 39)

کلمے کی تصدیق سے مُراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں۔جو"کُن" سے پیدا ہوئے۔اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں صرف چھ ماہ بڑے تھے۔حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اس وقت 120 برس تھی۔اس لیے اُنہوں نے تعجب سے کہا کہ "میرا بیٹا کیسے ہوگا؟ مَیں بوڑھا اور میری عورت بانجھ" (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 40)یعنی تعجب اس انداز میں تھا کہ آیا میری جوانی لوٹا دی جائے

گی یا میری بیوی کا بانجھ پن دُور کیا جائے گا۔ یا ہم دونوں اسی حال میں رہیں گے۔فرمایا: ترجمہ: "اللہ یونہی کرتا ہے جو چاہے" (سورۃ العمران آیت 40) یعنی اس بڑھاپے میں فرزند عطا فرمانا اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ پھر حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ "اے باری تعالیٰ میرے لیے نشانی کردے تاکہ اگر ایسا ہو تو مَیں تیری زیادہ حمد و ثنا اور تیرا شُکر بجالاؤں"۔یعنی مجھے میری بیوی کی حمل کا وقت معلوم ہو جائے، فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تُو تین دن لوگوں سے بات نہ کر سکے گا،مگر اشارے سے بات کرے گا"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا آدمیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین دن تک بند رہی۔تسبیح و ذکر پر آپ علیہ السلام قادر رہے۔ یہ ایک عظیم معجزہ تھا۔زبان سے تسبیح و ذکر کی ادائیگی ہوتی رہی مگر لوگوں کے ساتھ گفتگو نہ ہو سکے اور یہ علامت اس لیے دی گئی کہ اس نعمت عظیم کے ادائے حق میں زبان ذکر و شُکر کے سوا کسی بات پر مجبور نہ ہو۔اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔پھر فرشتے نے مریم علیہ السلام سے کہا" اے مریم علیہ السلام اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے کلمے کی (یعنی ایک فرزند کی) جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا دنیا و آخرت میں۔صاحب جاہ ہوگا۔اور بارگاہِ الٰہی میں قُرب والا ہوگا، لوگوں سے پالنے (جھولے) میں بھی بات کرے گا"۔(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 46-45)

حضرت مریم علیہ السلام نے جواب دیا کہ "اے میرے رب میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا، مجھے تو کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا"۔ فرشتے نے کہا اللہ جس کو چاہے یونہی پیدا فرما دیتا ہے وہ جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو اس سے ہی کہتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ فوراً ہوجاتا ہے (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 47) پھر فرمایا کہ "اللہ اس کو کتاب و حکمت سکھائے گا" (سورۃ آل عمران آیت 48) وہ کہے گا" میرے پاس میری نبوت کی دلیل ہے۔وہ کہے گا کہ مَیں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو فوراً پرندہ ہوجاتا ہے، میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفا دیتا ہوں اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو میں تمہیں بتا دیتا ہوں- بے شک ان باتوں میں بڑی نشانیاں ہیں۔اگر تُم ایمان رکھتے ہو اور مَیں تصدیق کرتا ہوں۔اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور میں اس لیے آیا ہوں کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ ایسی چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور مَیں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔بے شک میرا رب، تمہارا رب سب کا رب اللہ ہے"۔(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 51-49)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُنہوں نے پالنے میں ہی اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور باتیں کرنے لگے۔ذرا بڑے ہوئے تو معجزے دکھانے شروع کر دیئے،لوگوں نے درخواست کی کہ بغیر پَر کے پرندہ پیدا کریں اور اسمیں پھونک مار کر اُڑا دیں،آپ علیہ السلام نے چمگادڑ مٹی سے بنائی پھر اس میں اللہ کے حکم سے پھونک ماردی تو وہ اُڑنے لگی۔چمگادڑ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اُڑنے والے پرندوں میں بہت عجیب تر اور اکمل تر ہے۔اور قدرت پر دلالت کرتی ہے۔کیونکہ وہ بغیر پروں کے اُڑتی ہے،دانت رکھتی ہے،اس کی مادہ کی چھاتی ہوتی ہے اور وہ بچہ پیدا کرتی ہے،اور ہنستی ہے باقی اُڑنے والے پرندوں میں یہ خصوصیت نہیں ہوتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب اپنے عروج پر تھی لیکن کچھ مرض ایسے تھے کہ طبیب ان کا علاج کرنے سے قاصر تھے ان میں برص اور کوڑھ خاص طور پر ایسے تھے کہ اس زمانے کے حکیم ان کا علاج کرنے سے قاصر تھے۔اس لیے لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے ایسے معجزے دکھائے گئے تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقے سے جس کا علاج ناممکن تھا اس کو تندرست کر دینا یقیناً معجزہ اور نبی علیہ السلام کے صدقِ نبوت کی دلیل ہے۔

واہبؒ کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہوتا تھا، جو چل سکتا تھا حاضرِ خدمت ہوتا تھا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوئی تھی اس کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تشریف لے جاتے تھے۔اپنے پر ایمان لانے کی شرط رکھتے اور دُعا فرما کر تندرست کر دیتے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے **4** شخصوں کو زندہ کیا۔

(1) ایک آذر جو کہ آپ کے ساتھ اخلاص (محبت) رکھتا تھا، جب اس کی حالت نازک ہوگئی تو اس کی بہن نے آپ علیہ السلام کو اطلاع دی، لیکن وہ آپ علیہ السلام سے ایک ہفتہ کی مسافت پر تھا، چنانچہ جب آپ علیہ السلام وہاں پہنچے تو وہ انتقال کر چُکا تھا اور انتقال کو تین دن ہو گئے تھے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چلو، اِس کی بہن آپ علیہ السلام کو آذر کی قبر پر لے گئی، آذر کی قبر پر جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا فرمائی اور آذر اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر قبر سے باہر آیا اور مدت تک زندہ رہا، اس نے شادی کی اور اس کی اولاد ہوئی۔

(2) **دوسرا** ایک بڑھیا کا لڑکا تھا جس کا جنازہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جا رہا تھا، آپ علیہ السلام نے اس کے لیے دُعا فرمائی کہ وہ زندہ ہوگیا اور نعش

برداروں کے کندھوں سے اُتر آیا اور کپڑے پہنے، زندہ رہا، شادی کی اور اولاد ہوئی۔

(3) **تیسری** ایک کی لڑکی تھی۔ جو شام کو مری، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لیے دُعا کی اور وہ زندہ ہوگئی۔

(4) چوتھا سام ابن نوح تھا۔ جن کی وفات کو ہزاروں سال گزر گئے تھے لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ انہیں زندہ کر کے دکھائیں۔ آپ علیہ السلام لوگوں کی نشاندہی پر قبر پر پہنچے، سام نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ "اجب روح اللہ" سُنتے ہی وہ مرعوب اور خوف ذرہ اُٹھ کھڑے ہوئے، اُنہیں گمان ہوا کہ قیامت ہوگئی ہے، اس خوف سے ان کا نصف سر سفید ہو گیا، پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دُعا کی کہ انہیں پھر سے یعنی دوبارہ سکراتِ موت کی تکلیف نہ ہو، بغیر تکلیف کے انہیں لوٹایا جائے، چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مُردوں کو زندہ کرتے تھے تو فرماتے تھے (قم باذن اللہ یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) فرماتے تھے اور باذن اللہ فرمانے میں نصاریٰ کا رَد ہے۔ جو حضرت مسیح کے الوہت کے قائل ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں کو اچھا کیا، مُردوں کو زندہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا یہ تو جادو ہے آپ علیہ السلام کوئی معجزہ دکھائیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اچھا جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کرتے ہو وہ تمہیں بتادیتا ہوں" اِس سے ثابت ہوا کہ غیب کے علوم انبیاء علیہ السلام کے معجزے ہوتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آپ علیہ السلام لوگوں کو بتادیتے جو وہ کھا چکے ہیں اور جو وہ کھائیں گے اور جو انہوں نے اگلے وقت کے لیے تیار کر رکھا ہے، آپ علیہ السلام کے پاس بچے بہت جمع ہو جاتے تھے، آپ علیہ السلام انہیں بتادیتے تھے کہ تمہارے گھر میں کیا کیا چیزیں تیار ہیں۔ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے اور تمہارے لیے فلاں چیز رکھی ہے، بچے جا کر اپنے گھر والوں سے کہتے، گھر والے پوچھتے کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو وہ بتاتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا ہے۔ لوگوں نے بچوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے سے روک دیا کہ وہ جادوگر ہے، ان کے پاس نہیں بیٹھنا۔ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو ڈھونڈنے لگے، لوگوں کو معلوم ہو گیا، اُنہوں نے تمام بچوں کو ایک گھر میں بند کر دیا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے بچوں کی بابت معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ بچے کہاں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مکان کو کیوں بند کر رکھا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس میں سور بند ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا، اب جو دروازہ کھولا تو سب سُور ہی سُور تھے۔ الغرض غیب کی خبریں دینا انبیاء علیہ السلام کا معجزہ تھا اور انبیاء علیہ السلام کی وساطت کے بغیر کوئی بشر غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا، لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے معجزے کو دیکھا اور جان گئے کہ آپ علیہ السلام ہی حضرت مسیح ہیں جو آکر ان کی شریعت کو منسوخ کر دیں گے اور نیا دین دیں گے، اس لیے ان کو پہچاننے سے انکار کر دیا اور بہت کم لوگوں نے آپ علیہ السلام کا ساتھ دیا اور جن لوگوں نے آپ علیہ السلام کا ساتھ دیا وہ حواری کہلائے، حواری وہ مخلص ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام **پر اوّل مرتبہ ایمان لے آئے تھے**۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔ ویسے کل حواری جنہوں نے آپ علیہ السلام کی دین کے کاموں میں مدد کی وہ 27 تھے۔

جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ "اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے پوری عمر پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا۔ اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروکاروں کو قیامت تک منکروں پر غلبہ دوں گا۔ پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو مَیں تم میں جھگڑے والی بات میں فیصلہ کروادوں گا۔ جو کافر ہیں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا اور جو ایمان لائے اور نیک کام (عمل) کرے اللہ ان کو پورا پورا اجر دے گے، اور ظالم اللہ کو نہیں بھاتے" (سورۃ آلِ عمران)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی دعوتِ حق سے نہ رُکے تو کفار اور بنی اسرائیل (یہود) آپ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔ باقاعدہ قتل کا منصوبہ بنایا، ایک شخص اندر داخل ہوا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور باقی باہر رہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے فریب کا یہ بدلہ دیا کہ جیسے ہی وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے لے لیے اندر آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور قتل کرنے کے لیے آنے والے کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کر دی۔ تھوڑی دیر میں باہر کھڑے یہود اندر آئے اور انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا، قتل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے ساتھی کو تلاش کیا وہ نہ ملا، کچھ لوگوں نے اس شخص کے جسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ شخص ہے۔ جب یہ لوگ اس شخص کی شکل کو دیکھتے تو کہتے کہ نہیں یہ وہ شخص نہیں ہے اور جب صرف جسم کی طرف دیکھتے تو کہتے کہ یہ ہمارا ساتھی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کو ان لوگوں کے لیے معمہ بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام 33 برس دنیا میں رہے اور اس عرصے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام برابر ان کے پاس آتے رہے۔ اب قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام دوبارہ اس زمین پر آئیں گے، قیامت سے پہلے ایسے بڑے بڑے واقعات ہوں گے، لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا ان واقعات کے بارے میں تمہارے نبی علیہ السلام نے کچھ کہا ہے؟30 بڑے کذاب (نبوت کے جھوٹے دعویدار) ظاہر ہوں گے، آخری کذاب کا نام" دجال" ہوگا۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام تک ایک جماعت حق کے لیے لڑتی رہے گی۔یہ جماعت اپنے مخالفین کی پرواہ نہیں کرے گی۔

اس کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا، ظہور کا مطلب پیدائش نہیں ہے، جب وہ اپنے مرتبے کے شایانِ شان کام کریں گے تب لوگوں کو ان کے بارے میں معلوم ہوجائے گا، یہ مسلمانوں کے آخری امام ہوں گے، ان کا شجرہ نسب نا معلوم ہوگا، ان کا اتنا تصرف ہوگا کہ ان کے ایک اشارے پر دنیاوی ٹیکنالوجی ناکارہ ہوجائے گی۔امام مہدی کا نزول خراساں کے علاقے میں ہوگا۔اور فتح یاب ہوکر ان کے حکمرانوں کو طوق وسلاسل میں جکڑے گا۔یہ لشکر واپس ہوگا تو شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو پائے گا، مدینے سے مسلمانوں کا ایک لشکر آمنے سامنے ہوگا، جو اس زمانے کے بہترین لشکروں میں سے ایک ہوگا۔جب یہ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوں گے تو رومی اپنے قیدی واپس مانگے گے، مسلمان انکار کریں گے، جنگ ہوگی اور جنگ میں ایک تہائی مسلمان فرار ہوجائیں گے جن کی توبہ اللہ قبول نہ کرے گا، ایک تہائی شہید ہوجائیں گے جو افضل الشہداء ہوں گے اور باقی ایک تہائی مسلمان فتح یاب ہونگے، جو آئندہ ہر قسم کے فتنے سے محفوظ ہوں گے۔

جب یہ لوگ مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہوں گے تو خروجِ دجال کی جھوٹی خبر مشہور ہوجائے گی۔جسے سُنتے ہیں یہ لشکر وہاں سے روانہ ہوجائے گا۔اور یہ لشکر جب شام پہنچے گا تو دجال واقعی نکل آئے گا۔خروج وجال کے وقت اچھے لوگ کم ہوں گے دین میں کمزوری آچکی ہوگی۔علم رخصت ہورہا ہوگا۔عرب اس زمانے میں کم ہوں گے، دجال کے اکثر پیروکار عورتیں اور یہودی ہوں گے۔یہودیوں کی تعداد ستر ہزار ہوگی، جو تلواروں سے مسلح ہوں گے، یہودیوں نے قیمتی لباس پہنے ہوں گے۔دجال شام اور عراق کے درمیان نکلے گا اور اصفہان کے ایک مقام یہودیا میں نمودار ہوگا۔دجال جوان ہوگا اور عبدالعزیر بن قطن سے مشابہ ہوگا۔رنگ گندمی، بال پیچیدہ اور دونوں آنکھیں پیچ دار ہوں گی۔بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ایک آنکھ میں موٹی پھلی ہوں گی۔پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔جسے مومن پڑھ سکے گا۔خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ، وہ گدھے پر سوار ہوگا، دجال کی رفتار بادل اور ہوا کی طرح تیز ہوگی۔تیزی سے پوری دنیا میں پھر جائے گا۔ہر طرف فساد پھیلائے گا۔مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں داخل نہ ہوسکے گا، وہ مدینے سے باہر غلبہ حاصل کرے گا۔اس زمانے میں مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے اور ہر منافق مدینے سے باہر آکر اس سے مل جائے گا۔

دجال پہلے نبوت اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا، اس کے پاس غذا کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگا، زمین کے پوشیدہ خزانوں کا پتہ دے گا اور وہ خزانے اسکے ساتھ چلنے لگیں گے۔مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرے گا، اللہ اس کے ساتھ شیاطین بھیجے گا جو لوگوں سے باتیں کریں گے۔دجال کے ساتھ فرشتے نبیوں کی شکل میں ہوں گے، جو اس کی تکذیب لوگوں کی آزمائش کے لیے اس طرح کریں گے کہ وہ سُننے والوں کو تصدیق کرتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ان دو فرشتوں میں سے ایک دجال کے دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف، یہ سب کچھ لوگوں کی آزمائش کے لیے ہوگا۔چنانچہ دجال پوچھے گا " کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کیا میں زندہ نہیں کرتا ہوں؟ اور مارتا نہیں ہوں"؟ ایک فرشتہ جواب دے گا " تُو نے جھوٹ بولا ہے " مگر یہ جواب سوائے اس کے ساتھی فرشتے کے کوئی آدمی نہ سُن سکے گا اور ساتھ والا فرشتہ پہلے فرشتے سے کہے گا" تُو نے سچ کہا ہے " یہ جواب سب سن لیں گے پھر یہ لوگ دجال کی پیروی کریں گے۔کافر ہوجائیں گے، جو اس کی پیروی کریں گے خوب پھلیں پھولیں گے اور جو نہ مانیں گے وہ مصیبت اور مشقت میں گرفتار ہوجائیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اس کو قتل کرنے پر قادر نہ ہوگا۔دجال کے ساتھ نہروں اور وادیوں کی صورت میں ایک جنت اور ایک دوزخ ہوگی۔لیکن درحقیقت میں جنت آگ ہوگی اور آگ جنت ہوگی۔جو شخص اس کی آگ میں گرے گا اس کا اجر وثواب یقینی ہے اور گناہ معاف ہوجائیں گے جو شخص دجال پر سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات اور آخری دس آیت پڑھ لے گا وہ اس کے فتنے سے محفوظ رہے گا کہ اگرچہ دجال اسے اپنی آگ میں کیوں نہ ڈال دے، وہ بھی اس پر ٹھنڈی ہوجائے گی۔دجال تلوار سے ایک مومن نوجوان کے دو ٹکڑے کرکے آگ میں ڈالے گا، پھر اس کو آواز دے گا تو (اللہ کے حکم سے) وہ زندہ ہوجائے گا۔پھر دجال اس سے پوچھے گا " تیرا رب کون ہے "؟ وہ جواب دے گا" میرا رب تو اللہ ہے اور تُو اللہ کا دشمن دجال ہے " مجھے آج پہلے سے زیادہ تیرے دجال ہونے کا یقین ہوگیا ہے"، دجال اس کو قتل کردے گا۔

دجال کا فتنہ چار دن کا ہوگا۔جس میں ایک دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک ماہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور چوتھا دن عام دنوں کی مانند ہوگا اس زمانے میں مسلمانوں کے تین شہر ہوں گے، ان میں سے ایک تو سمندر کے سنگم پر ہوگا، دوسرا مقام عیرہ پر اور تیسرا شہر شام میں، وہ (دجال) مشرق کے لوگوں کو شکست دے گا اور اس شہر میں سب سے پہلے آئے گا، جو سمندر کے سنگم پر ہے، شہر کے لوگ تین گروہوں میں بٹ جائیں گے، ایک گروہ وہیں رہ جائے گا اور

دجال کی پیروی کرے گا، ایک دیہات میں چلا جائے گا اور ایک گروہ اپنے قریب والے شہر میں منتقل ہوجائے گا۔

پھر دجال اس قریب والے شہر میں آئے گا، اس طرح یہاں بھی لوگوں کے تین گروہ ہوجائیں گے اور تیسرا گروہ اس قریب والے شہر میں منتقل ہوجائے گا۔ جو شام کے مغربی حصے میں ہوگا، یہاں تک کہ مومن اُردن اور بیت المقدس میں جمع ہوجائیں گے۔ پھر دجال شام میں پہنچ جائے گا اور مسلمان (افیق) نامی گھاٹی کی طرف سمٹ جائیں گے۔ یہاں سے وہ اپنے مویشی چرانے کے لیے بھیج دیں گے جو سب ہلاک ہوجائیں گے، بلآخر مسلمان (بیت المقدس) کے پہاڑ پر محصور ہوجائیں گے، جس کا نام جبل الدخان ہے، دجال پہاڑ کے دامن پر پڑاؤ ڈال کر مسلمانوں کی ایک جماعت کا محاصرہ کرے گا اور یہ محاصرہ سخت ترین ہوگا، جس کے باعث مسلمان فقر و فاقہ میں مبتلا ہوجائیں گے، حتیٰ کہ لوگ اپنی کمان کی تانت نکال کر کھائیں گے۔

جب محاصرہ طول پکڑے گا تو مسلمانوں کا امیر (امام مہدی) ان سے کہے گا کہ "اب کس کا انتظار ہے "اس سرکش سے جنگ کرو، تا کہ شہادت یا فتح میں سے ایک چیز حاصل ہوجائے، چنانچہ یہ سب لوگ پختہ ارادہ کریں گے کہ صبح نمازِ فجر کے بعد جنگ کریں گے، وہ رات سخت تاریک ہوگی، لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے، کہ صبح کی تاریکی میں اچانک کسی کی آواز سُنائی دے گی۔ "تمہارا فریادرس آپہنچا"۔ ان لوگوں کو حیرت ہوگی اور ان میں سے ہر ایک تعجب سے کہے گا کہ "یہ تو کسی شکم سیر کی آواز ہے" غرض نمازِ فجر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوجائیں، نزول کے وقت وہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کی مشرقی سمت میں یا (بیت المقدس) میں امام مہدی کے پاس ہوگا، اس وقت امام مہدی نمازِ فجر پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں گے اور نماز کی اقامت ہوچکی ہوگی، حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر پیچھے ہٹیں گے، مگر وہ انکار کردیں گے اور آپ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ ''تم ہی نماز پڑھاؤ'' کیونکہ اس نماز کی اقامت تمہارے لیے کہی جاچکی ہے، چنانچہ اِس وقت کی نماز امام مہدی ہی پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے، نماز سے فارغ ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولیں گے، جس کے پیچھے دجال اور ستر ہزار یہودی ہوں گے، آپ علیہ السلام ہاتھ کے اشارے سے کہیں گے کہ ہٹ جاؤ۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی ایسے گھلنے لگے گا، جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے اور جیسے راکھ اور چربی گھلتی ہے، اس وقت جس کافر پر آپ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے گی وہ مرجائے گا اور جہاں تک آپ علیہ السلام کی نظر جائے گی وہاں تک آپ علیہ السلام کی سانس پہنچے گی۔ مسلمان پہاڑ سے اُتر کر دجال کے لشکر پر ٹوٹ پڑیں گے اور یہود پر رعب چھاجائے گا۔ یہاں تک کہ ایک یہ ڈیل ٹول والا یہودی تلوار تک نہ اُٹھا سکے گا۔ غرض جنگ ہوگی دجال بھاگ کھڑا ہوگا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے اور فرمائیں گے کہ میری ایک ضرب تیرا مقدر بن چکی ہے جس سے تُو نہ بچ سکے گا، اس وقت آپ علیہ السلام کے پاس دو نرم تلواریں ایک حربہ ہوگا، جس سے آپ علیہ السلام دجال کو "باب لُد" پر قتل کریں گے۔ حربہ اسکے سینے میں لگے گا۔ اس کا خون جو آپ علیہ السلام کے حربہ پر ہو گا۔ بلآخر یہودیوں کو مسلمان چُن چُن کر قتل کریں گے۔ کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی۔ یہاں تک کہ درخت اور پہاڑ بھی بول اُٹھیں گے، کہ یہ ہمارے پیچھے کافریا یہودی چھپا ہے اسے بھی قتل کردو۔ آپؑ شریعت اسلامی قبول کریں گے۔

باقی ماندہ تمام اہلِ کتاب آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور پھر آپ علیہ السلام کی خدمت میں اطراف وکناف کے لوگ جو دجال کے فتنے سے بچے ہوئے تھے، حاضر ہوں گے اور آپ علیہ السلام ان کو جنت میں عظیم درجات کی خوشخبری دے کر تسلی دیں گے، پھر وہ واپس چلے جائیں گے، مسلمانوں کی ایک جماعت آپ علیہ السلام کی خدمت اور صحبت میں رہے گی۔

پھر رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دے کر آپ خاتم النبیین ﷺ کو سلام کہیں گے اور آپ خاتم النبیین ﷺ ان کے سلام کا جواب دیں گے۔ لوگ امن وچین کی زندگی بسر کریں گے کہ یا جوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ جائے گی۔ اور یا جوج ماجوج نکل پڑیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہ طور کی طرف جمع کرلیں، کیونکہ یا جوج ماجوج کا مقابلہ کسی کے بس کا نہ ہوگا وہ اتنی بڑی تعداد میں نکلیں گے کہ یہ بلندی سے پھسلتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ وہ شہروں کو رونڈ ڈالیں گے، زمین میں تباہی مچادیں گے، جس پانی سے گزریں گے اسے پی کر ختم کردیں گے۔

لوگوں کی شکایت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جوج ماجوج کے لیے بددُعا کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا اور حلق میں ایک پھوڑا نکال دیں گے۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیچے اُتریں گے تو پوری زمین یا جوج ماجوج کی بدبو سے بھری ہوئی ہوگی، جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوگی، اور آپ علیہ السلام دُعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا چلائے گا اور لمبی گردنوں والے بڑے بڑے پرندے بھیج دے گا، جو ان لاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں یا جہاں

اللہ چاہے گا پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو زمین کو دھو کر آئینے کی طرح صاف کر دے گی اور زمین اپنی اصلی حالت میں ثمرات و برکات سے بھر جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکات

دنیا میں آپ علیہ السلام کا نزول امام عادل کی حیثیت سے ہوگا۔ اس اُمت میں آپ علیہ السلام خلیفہ ہوں گے، چنانچہ قرآن و حدیث کی روشنی میں خود عمل کریں گے اور لوگوں کو ہدایت دیں گے، لوگوں پر امامت کریں گے، آپ علیہ السلام کا نزول اس اُمت کی آخری مدت میں ہوگا۔ اور نزول کے 40 سال قیام کریں گے، اسلام کے دَورِ اوّل کے بعد یہ بہترین دَور ہوگا۔ آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کو اللہ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا، اور جو لوگ اپنا دین بچانے کے لیے آپ سے جا ملیں گے، وہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب بندے ہوں گے، اسلام کے سوا کوئی دین نہیں رہے گا، کوئی کافر نہیں رہے گا جہاد موقوف ہوگا، نہ خراج وصول کیا جائے گا نہ جزیہ۔ مال و زر اتنا عام ہو جائے گا کہ کوئی مال قبول نہ کرے گا، زکوٰۃ اور صدقات ختم ہو جائیں گے، لوگ ایک سجدہ کرنا دنیا کی ہر چیز سے قیمتی سمجھیں گے، ہر قسم کی دینی اور دنیاوی برکات ظاہر ہوں گی، دنیا امن سے بھر جائے گی، کسی کے درمیان عداوت نہ رہے گی، سب کے دلوں سے حسد کینہ، بغض نکل جائے گا، 30 سال تک نہ کوئی کافر ہوگا نہ بیمار، نہ ہی کوئی مرے گا۔ زہریلے جانوروں کا زہر نکال لیا جائے گا، سانپ بچھو کسی کو ایضا نہ دیں گے، بچے سانپ کے ساتھ کھیلیں گے یہاں تک کہ بچہ اگر سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈالے گا، تو سانپ نقصان نہیں پہنچائے گا، کوئی لڑکی شیر کا جبڑا کھول کر دیکھے گی تو شیر کچھ نہیں کہے گا، بھیڑ بکریاں ساتھ اس طرح رہیں گی جیسے کُتا ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے، زمین کی پیداواری صلاحیت بڑھ جائے گی حتیٰ کہ بیج کو ٹھوس زمین میں بویا جائے گا تو وہ اُگ آئے گا، ہل چلائے بغیر گندم پیدا ہوگی، ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اسے کھانے والی ایک بڑی جماعت ہوگی، اور اس کے چھلکے کے نیچے لوگ سایہ حاصل کریں گے، دُودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دُودھ پورے قافلے کو کافی ہوگا، ایک گائے پورے قبیلے کو اور ایک بکری پوری برادری کو کافی ہوگی۔

غرض نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بڑی خوشگوار زندگی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد زمین پر نکاح کریں گے، اور آپ علیہ السلام کی اولاد ہوگی، نکاح کے بعد آپ علیہ السلام کا قیام 19 برس ہوگا، پھر ان کا انتقال ہوگا، اور مسلمان نمازِ جنازہ پڑھ کر آپ علیہ السلام کو دفن کر دیں گے، لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبیلہ تیم کا ایک شخص کو جس کا نام مقعد ہوگا اس کو خلیفہ مقرر کریں گے اور پھر اس کا انتقال ہو جائے گا، اس کے بعد قیامت کی نشانیاں جلدی جلدی ظاہر ہوں گی۔

قیامت کی نشانیاں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد)

(1) زمین میں دھنس جانے کے تین واقعات ہوں گے، ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، اور ایک جزیرہ عرب میں۔

(2) ایک خاص دھواں ظاہر ہوگا، جو لوگوں پر چھا جائے گا، اس سے مومنین کو زکام ہوگا۔

(3) ایک روز سورج مغرب سے طلوع ہوگا، جسے دیکھتے ہی تمام کافر ایمان لے آئیں گے۔ مگر اب ایمان لانا قبول نہ ہوگا، کیونکہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(4) دابۃ الارض ایک جانور زمین سے نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا اور بتائے گا کہ قیامت جلد آنے والی ہے۔

(5) پھر ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔

(6) مقعد کی موت کے بعد 30 سال بھی نہ گزرنے پائیں گے کہ قرآن لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے گا۔

(7) پہاڑ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں گے۔

(8) ایک خوشگوار ہوا چلے گی جو تمام مومنین کی روحیں قبض کرے گی۔

(9) پھر دنیا میں بدترین لوگ رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح جماع کریں گے۔

(10) پہاڑ دھن جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح پھیلا دی جائے گی، آخر کار انہی بدترین لوگوں پر قیامت آ جائے گی۔

قیامت صورِ اسرافیل کی ایک خوفناک چیخ کا نام ہے، جس سے پوری کائنات زلزلے میں آ جائے گی، تاہم اس زلزلے کے بعد ابتدائی زلزلوں سے ہی دُودھ پلاتی مائیں دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے۔ پھر اس چیخ اور زلزلے کی شدت بڑھتی جائے گی، جس سے تمام جانور مر جائیں گے۔ یہاں تک کہ زمین اور آسمان میں کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا، زمین پھٹ جائے گی، پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے، سیارے اور ستارے ٹوٹ جائیں گے آفتاب کی روشنی فنا ہو جائے گی اور آسمان کے پرخچے اُڑ جائیں گے اور پوری دنیا موت کی آغوش میں چلی جائے گی۔

صحابہ کرامؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ (دورِ خلافت 11ھ تا 13ھ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ عام الفیل سے اڑھائی سال قبل قریش میں پیدا ہوئے، آپؓ کا تعلق قبیلہ تیم سے تھا جو قریش کے چھوٹے قبیلوں میں سے ایک تھا۔
حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ آپؓ سے اڑھائی برس چھوٹے تھے کیونکہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ عام الفیل سے 52 دن بعد پیدا ہوئے، آپؓ کے والد کا نام عثمانؓ اور والدہ کا نام شکہر (امہ الخیر) تھا، آپؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے مل جاتا ہے، آپؓ کے والدین کے ہاں اولاد نہیں بچتی تھی، اس لیے آپؓ کی والدہ آپؓ کو پیدائش کے بعد خانہ کعبہ لے گئیں، اور آپؓ کو کعبہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''اے اللہ یہ بچہ موت کے پنجہ سے بچ گیا ہے، اب تو اسے آزاد کر دے اور مجھے دے دے''۔

لہٰذا اس وقت سے انہیں عتیق (آزاد) کہا جانے لگا، قبول اسلام کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا، لیکن عتیق کا لقب جاری رہا، عتیق نام کے بارے میں بہت سی روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ:
ایک دن آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں بہت سے صحابہ کرامؓ حاضر تھے، کہ ابوبکرؓ آتے دکھائی دیئے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا! عتیق (دوزخ کی آگ سے آزاد) کو دیکھنا ہو تو وہ آنے والے شخص کو دیکھ لے، تب سے لوگ ابوبکرؓ کو عتیق کہنے لگے۔ جوان ہوئے تو کنیت ابوبکرؓ پڑ گئی۔ بکر "جوان اونٹ" کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اونٹوں کی پرورش میں بہت مہارت رکھتے تھے، اس لیے لوگوں نے آپؓ کو ابوبکرؓ (یعنی اونٹوں سے محبت کرنے والا) کہنا شروع کر دیا، آپؓ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے، آپؓ نے اٹھارہ سال کی عمر میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپؓ کی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے بچپن ہی سے دوستی تھی، آپؓ وحی کے اعلان کے بعد پہلی ہی ملاقات میں اسلام لے آئے اور ہمیشہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ساتھ دیا۔
صدیق اس کو کہتے ہیں جو سچائی کی تصدیق کرے، چونکہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے واقعہ معراج کی سب سے پہلے تصدیق کی۔ اس لیے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا جو بعد میں ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ علما کے قول کے مطابق صدیق اس کو بھی کہتے ہیں جو اسلام کے بارے میں سنتے ہی فوراً بلا تعمل پورے اخلاص سے اسلام قبول کر لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اسی وجہ سے انہیں صدیق کا خطاب ملا۔ صدیق کا مقام شہید سے بلند ہے۔ صدیق ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ طلوع اسلام سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو محمد خاتم النبیین ﷺ سے بڑا انس تھا اور آپ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے جگری دوستوں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام متعارف ہوتے ہی فوراً! اسلام قبول کر لیا اور اپنا تن من دھن اسلام کے فروغ کے لیے وقف کر دیئے۔ کئی جلیل القدر صحابہ نے آپ کی تعلیم و تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ کو رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ سے حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت بہت پسند آئی۔ یہاں تک کہ رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے دوران بھی حضرت ابوبکرؓ ہی آپ خاتم النبیین ﷺ کے رفیق تھے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 40 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اس کا مددگار ہے (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا تھا (اس وقت) دو ہی شخص تھے جن میں ایک حضرت ابوبکرؓ تھے اور دوسرے خود رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔ اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دے رہے تھے کہ ''غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ تو اللہ نے ان پر تسکین نازل کی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔ اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے''۔

بخاری شریف میں درج ہے کہ کئی صحابہ کرامؓ کے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے حکم دیا ''سب صحابہ کرامؓ کے گھروں کے مسجد میں کھلنے والے دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے حضرت ابوبکرؓ کے دروازے کے''۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے خطبہ میں فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے رہنے میں اختیار دیا (کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے) بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے یعنی آخرت''۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا ''اگر اللہ نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی کو اختیار کرنے کو کہا اور اس بندے نے آخرت پسند کر لی تو اس میں ان بزرگ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ لیکن یہ بات تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے''۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ان سے فرمایا ''ابوبکر آپ روئیے مت۔ اپنی صحبت اور اپنی دولت کے

ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے آپ ہی ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔لیکن (جانی دوستی تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی) اس کے بدلہ میں اسلام کی برادری اور دوستی کافی ہے۔مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں''۔(بخاری شریف،حدیث نمبر 466،3654)

یہ ایک طرح کی پشین گوئی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ بنیں گے۔جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو بعض لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔آپ نے ان سے جہاد کرنا چاہا تو بعض صحابہ کرام نے کہا" کیا آپ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں، جو صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں"؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا" جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہیں وہ یقینا دائرہ اسلام سے خارج ہیں، زکوٰۃ ادا کئے بغیر نماز بھی معلق رہتی ہے"۔پس آپؓ نے منکرین زکوٰۃ سے قتال کیا اور غیر اسلامی رجحانات کا قلع قمع کر دیا۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیماری کے دوران حضرت ابوبکرؓ کو ہی امام مقرر کیا گیا۔یہ بھی آپ کے پہلا خلیفہ بننے کی پشین گوئی تھی۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی وفات اور حضرت ابوبکر صدیقؓ

سورۃ النصر اور سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 3 اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ کے نزولِ وحی کے بعد اور کچھ دوسرے اشارات سے آپ خاتم النبیین ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رخصت کا وقت قریب آ گیا ہے۔چنانچہ حج کے موقع پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ''مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو، میں نہیں جانتا کہ اس حج کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت آئے''اس کے بعد 18 یا 19 صفر کو آپ خاتم النبیین ﷺ جنت البقیع گئے اور دیر تک مدفون لوگوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے، گھر پہنچنے کے بعد طبیعت خراب ہو گئی، علالت کے ابتدائی دنوں میں امامت نماز فرماتے رہے جب مرض نے شدت اختیار کی اور ضعف کا غلبہ بڑھ گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ کہہ کر حضرت عمر فاروقؓ کا نام تجویز کیا کہ ابوبکرؓ بہت رقیق القلب ہیں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی جگہ پر کھڑے ہونے کا تحمل نہیں فرما سکیں گے۔حضرت عائشہؓ کے کہنے پر حضرت حفصہؓ (حضرت عمرؓ کی بیٹی) نے بھی آپ خاتم النبیین ﷺ سے درخواست کی کہ حضرت عمر فاروقؓ کو نماز پڑھانے کے لیے نامزد فرمائیں لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ نے قدرے سختی سے تاکید فرمائی''ابوبکرؓ اور صرف ابوبکرؓ ہی نماز پڑھائیں''۔

چنانچہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی رحلت تک حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے وصال کی خبر قیامت بن کر لوگوں کے دلوں پر پڑی، غمزدہ اور پریشان لوگ ادھر ادھر پھرنے لگے، حضرت عمر فاروقؓ نے تلوار ہاتھ میں اٹھا لی اور لوگوں سے کہا کہ''خبردار کسی نے یہ کہا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ وفات پا گئے ہیں''اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تحمل سے کام لیا اور کہا عمرؓ بیٹھ جاؤ لیکن حضرت عمرؓ نہ بیٹھے۔بڑا مشکل اور نازک وقت تھا صحابہ کرامؓ کے دل ودماغ انتہا کی رنج وغم اور فکر وتشویش کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔اگر اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ انتہائی تدبر سے کام نہ لیتے تو معلوم نہیں تاریخ کیا رخ اختیار کرتی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا''اے لوگو! جو محمد خاتم النبیین ﷺ کو پوجتا ہے وہ جان لے کہ محمد خاتم النبیین ﷺ فوت ہو گئے ہیں، لیکن جو اللہ کو پوجتا ہے وہ جان لے کہ اللہ حی وقیوم ہے اور کبھی نہیں مرے گا''۔اس کے بعد انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 144 پڑھی:

ترجمہ:''محمد (خاتم النبیین ﷺ) ایک پیغمبر کے سوا کچھ نہیں۔ان سے پہلے بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اس لیے اگر وہ مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر الٹا پھرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور اللہ شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دے گا''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے یہ آیت سن کر مجمع کو یاد آیا کہ قرآن میں یہ آیت موجود ہے۔اس آیت مبارکہ کو سنتے ہی حضرت عمرؓ زمین پر گر گئے انہیں یقین آ گیا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ واقعی فوت ہو گئے ہیں۔لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔اب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی وفات کا یقین سب کو ہو گیا۔اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ کی تکفین اور تدفین کا سوال پیدا ہوا، غسل کون دے گا اور دفن کہاں کیا جائے؟ یہ دونوں مسئلے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خوش تدبیری سے حل ہوئے، انہوں نے فرمایا''اہل بیت غسل دیں گے اور جہاں آپ خاتم النبیین ﷺ نے انتقال فرمایا ہے وہیں دفن کئے جائیں گے، چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ بن عباسؓ نے غسل دیا اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اور حضرت شقرانؓ نے ان کی مدد کی۔دفن کا انتظام حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے حجرے مبارک میں کیا اس کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ''پیغمبر کا جہاں انتقال ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے''سب نے ان سے اتفاق کیا ورنہ ممکن

تھا کہ دونوں مسلکے ہی جھگڑا بن جاتے۔

آپ خاتم النبیین ﷺ کی تدفین کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی ذاتی رائے سے اجتہاد فرمایا اور فیصلہ کیا کیونکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنی علالت کے دوران امامتِ صغریٰ (نماز پڑھانے) کا حکم صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیا تھا اس لیے اب امامتِ کبریٰ (خلافت) کا حق بھی انہیں کا ہے ،حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کا نام پیش کیا لیکن ان دونوں نے کہا کہ آپؓ سب سے افضل ہیں ،آپ ثانی اثنین ہیں اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے مقرر کردہ امام ہیں ،حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے آگے بڑھ کر آپؓ کی بیعت کر لی۔اس کے بعد باقی مجمع بیعت کے لیے ٹوٹ پڑا۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں جہاد میں کئی حفاظ شہید ہو رہے تھے اس لیے آپؓ نے قرآن پاک کو ایک کتابی صورت میں جمع کروایا۔جو کہ بہت دور اندیشی اور غیر معمولی کارنامہ تھا۔حضرت ابوبکرؓ اسلام کی مالی معاونت کے لیے ہمیشہ ہی سرفہرست رہے۔جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ راہ حق کے لیے مالی معاونت کا اعلان کروادیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کی ایک ایک چیز لا کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے سامنے رکھ دی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ابوبکر گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔اللہ اور اس کا رسول گھر والوں کے لیے کافی ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کئی صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور ان کی رائے کی روشنی میں حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔اس سلسلے میں حضرت ابوبکرؓ اور صحابہ کرامؓ کے مکالمات بہت دلچسپ ہیں مثلاً

1۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے پوچھا "اگر میرے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا جائے تو اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے"؟ حضرت عبدالرحمن نے جواب دیا "وہ اس منصب کے لیے سب سے موزوں ہیں لیکن سخت مزاج ہیں"۔حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "وہ سخت مزاج اس لیے ہیں کیونکہ وہ مجھے نرم مزاج پاتے ہیں۔جب وہ خلیفہ بنیں گے تو خود بخود سختی کو چھوڑ دیں گے"۔

2۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی رائے دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا "مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کا باطن ان کے ظاہر سے بہت اچھا ہے۔درحقیقت ہم میں سے کوئی بھی ان کا ہمسر نہیں ہے"۔

3۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسید بن حضیرؓ سے بھی ان کی رائے پوچھی۔تو انہوں نے جواب دیا "میرا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کے بہترین جانشین ہوں گے۔کیونکہ وہ خوش ہونے والی باتوں پر خوش ہوتے ہیں اور ناراض ہونے والی باتوں پر ناراض ہوتے ہیں، ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی بہتر ہے"۔

اسی طرح کئی اور مہاجرین اور انصار سے بھی مشورہ کیا۔ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کو پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کے لیے نہایت سنجیدگی سے غور و غوض ہو رہا ہے تو آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور فرمایا "آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نہایت سخت مزاج ہیں۔اس کے باوجود بھی آپ اُن کو اپنا جانشین بنانا چاہتے ہیں۔آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اس کا کیا جواب دیں گے"؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ ''یا اللہ میں نے تیرے بندوں پر ایک بہترین بندے کو خلیفہ مقرر کیا ہے"۔

ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات سے پہلے پوچھا "جب سے میں خلیفہ بنا ہوں کون سی نئی چیز میری ملکیت میں آئی ہے"؟ انہوں نے بتایا کہ مندرجہ ذیل تین اشیاء کا اضافہ ہوا ہے۔

1۔ ایک اونٹ جو کہ پانی لانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

2۔ ایک غلام جو نہ صرف بچوں کی دیکھ بھال کرتا ہے بلکہ مجاہدین کی تلواروں کو بھی تیز کرتا ہے۔

3۔ کپڑے کا ایک ٹکڑا جس کی قیمت ایک درہم سے بھی کم ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ میری وفات کے بعد تینوں چیزیں نئے خلیفہ کے حوالے کر دی جائیں۔جب حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں وصول ہوئیں تو وہ زار و قطار رونے لگے اور یہ کہتے جاتے تھے ''یا حضرت ابوبکرؓ آپ نے ایسی بے نظیر مثال قائم کر کے اپنے جانشین کا کام بہت مشکل کر دیا ہے ''۔حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک وسیع و بلیغ خطبہ دیا۔جس کی چند سطور یہاں درج ہیں۔

''اے حضرت ابوبکرؓ اللہ آپ پر رحم کرے، آپ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے محبوب، محرم راز اور مشیر تھے۔آپؓ نہ صرف سب سے پہلے اسلام لائے، بلکہ سب سے مخلص مومن تھے۔آپ رفیق نماز تھے، جب لوگ زکوٰۃ کے مرتد ہوئے تو آپ نے خلافت کا حق ادا کیا اور مرتد عاجز آ گئے۔پس اللہ آپ کو آپ کے نبی سے

ملا دے''۔ جونہی حضرت علیؓ نے خطبہ ختم کیا تو لوگ زار و قطار رونے لگے اور سب نے بیک زبان کہا۔ ''ہاں بے شک اے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے داماد آپؓ نے سچ فرمایا "۔

قرآن پاک میں سورہ النساء آیت نمبر 69 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا، یعنی انبیاء صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی محبوب ہے''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمات، جانثاری اور اخلاص فی الاسلام کا اعتراف خود نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے کیا مثلاً

1۔ ابوبکرؓ کا مال مجھے سب سے زیادہ پہنچا ہے۔
2۔ میں نے سب کے احسانوں کا بدلہ چکا دیا مگر ابوبکرؓ کے احسانات مجھ پر باقی ہیں۔
3۔ پیغمبروں کے سوا ابوبکرؓ سے بہتر کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔
4۔ اگر میں اللہ کے سوا انسانوں میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔
5۔ اللہ اور مومنین ابوبکرؓ کی امامت کے سوا کسی اور کی امامت کو قبول نہیں کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً ہی امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے مصروف ہو گئے۔ اپنی حیات مبارکہ میں آپؓ نے انصاف اور عدالت کے کام حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد کر دیئے۔ بیت المال کا سربراہ حضرت ابوعبیدہؓ کو مقرر کر دیا۔ اس وقت مسلمانوں میں کامل اتحاد اور یکجہتی کا دور دورہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں بے شمار فتنے اٹھے مثلاً

1۔ منکرین زکوٰۃ
2۔ مرتدین
3۔ جھوٹے مدعیان نبوت

آپؓ نے اور آپؓ کے رفقائے کار نے ان تمام بغاوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ پھر باب فتوحات کھلا، عراق کی فتح، شام، فلسطین کی فتح، جمع القران، حج اور پھر اپنے جانشین کے طور پر حضرت عمرؓ کی نامزدگی۔

فتح مکہ کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے پہلے حج کے لیے امیر حضرت ابوبکرؓ کو بنا کر بھیجا اور اس سے اگلے سال آپ خاتم النبیین ﷺ کی معیت اور سربراہی میں سوا لاکھ مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ اسلام کے بعد یہ آپ خاتم النبیین ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ یہ اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد کا پہلا امیر حج حضرت عمرؓ کو مقرر فرمایا اور دوسرے سال خود امیرِ حج کے فرائض ادا کیے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے عہد کے حجوں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد کے حجوں میں یہ ایک عجیب معنی خیز مماثلت ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی تعریف میں قرآنی آیات:۔

(1) آیت: ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْه (سورۃ التوبہ 9:40)

ترجمہ: "یعنی جب دونوں غار میں تھے تو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے اپنے ہم نشین سے کہا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر تسکین نازل فرمائی []۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے سکینہ کبھی زائل نہ ہوئی۔ پس اس آیت میں جس پر سکینہ نازل ہوئی وہ ابوبکر صدیقؓ ہیں"۔

(2) بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ والد محترم نے کبھی قسم کھا کر اِس کے خلاف نہیں کیا یہاں تک کہ قسم کے کفارے کی آیت نازل ہوئی۔

(3) بزاز ابن عساکرؒ نے ابن اسید بن صفوانؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علیؓ کی صحبت میں موجود تھا کہ حضرت علیؓ نے اس طرح قسم کھائی:۔

"قسم ہے اُس اللہ کی جس نے محمد خاتم النبیین ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا اور ابوبکرؓ سے اس رسالت کی تصدیق کروائی"۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:۔

آیت:۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (سورۃ الزمر 39:33)

ترجمہ:"اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پارسا ہیں"۔

(4) عبداللہ بن ابی حمیدؒ نے مجاہدؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب آیت

آیت:۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (سورۃ الاحزاب 33:56)

ترجمہ:۔ ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والوں تم بھی درود بھیجو اور سلام بھی ادب کے ساتھ''۔

تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ایسی کوئی نیک بات آپ خاتم النبیین ﷺ کے لئے نازل نہیں ہوئی جس میں ہم کو شامل نہ کیا گیا ہو۔لیکن اس آیت میں ہم شامل نہیں ہیں" تو یہ آیت:۔هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ ۔سورۃ احزاب آیت نمبر 43 نازل ہوئی۔اور یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں ہے۔

(5) حضرت بن عساکرؒ حضرت علی بن حسینؓ سے روایت ہیں کہ:

آیت:۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ (سورۃ الحجر 15:47)

ترجمہ:''اور آمنے سامنے بچھے ہوئے تختوں پر بھائی بھائی بیٹھے ہوئے ہس۔ہم نے ان کے دلوں سے ان کی باہمی کدورت کو نکال دیا ہے''۔

(6) ابن عساکر نے ابن عنیہؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے سلسلے میں تمام مسلمانوں کو سوائے حضرت ابوبکرؓ کے اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا ہے۔

آیت:۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (سورۃ التوبہ 9:40)

ترجمہ:''اگر ہم نے ان کی مدد نہ کی تو اللہ نے ان کی مدد کی جب کہ کافرون نے انہیں گھر سے نکالا اور وہ غار میں گئے''۔

وہ احادیث مبارکہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت اور شان میں وارد ہوئیں:

1۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جنت کے آٹھوں دروازے ابوبکرؓ کو'مرحبا' کہیں گے"۔(بخاری، حدیث نمبر 7097،3674،3666۔مسلم، حدیث نمبر 2371 نسائی، حدیث نمبر 2441،3185)

2- بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابودرداؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا "میرے اور عمرؓ کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی ہے۔میں نے اس پر افسوس کیا اور معذرت چاہی ہے۔لیکن انہوں نے معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے"۔یہ سن کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''اے ابوبکرؓ اللہ تم کو معاف کرے''۔یہ جملہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔اور حضرت ابوبکرؓ کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ کو احساس ندامت ہوا۔پس وہ حضرت ابوبکرؓ کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔لیکن وہ گھر پر نہیں تھے۔لہذا حضرت عمرؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کو دیکھتے ہی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کا رنگ متغیر ہوگیا۔یہ صورتحال دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ پر شفقت آئی۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو رنجیدہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کیا۔''اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ میں ان سے دوگنا قصوروار ہوں''۔یہ سن کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تم میں معبوث فرمایا تو تم نے جھٹلایا۔لیکن ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی۔اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی آج تم میرے ایسے مخلص دوست کو چھوڑ رہے ہو۔تم مجھے میرے دوست کے بارے میں دکھ مت پہنچاؤ"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔اس کے بعد پھر کبھی ایسی صورت حال پیش نہ آئی۔(بخاری)

3- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ان کے دائیں جانب حضرت ابوبکرؓ اور بائیں جانب حضرت عمرؓ تھے۔اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا''ہم قیامت میں اس طرح اٹھیں گے''۔ (بخاری، حدیث نمبر 4416)

4- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''ابوبکرؓ سے بڑھ کر میرے اوپر کسی کا احسان نہیں ہے''۔(بخاری شریف، حدیث نمبر 466)

5-نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اگر ابوبکرؓ کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور میری تمام امت کا دوسرے پلڑے میں تو ابوبکرؓ کا پلڑا بھاری ہوگا''۔(امام احمد بن حنبل،فضائل الصحابہ-ترمذی-بیہقی-شعب الایمان)

6-نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا ''یہ دونوں میرے کان اور آنکھیں ہیں''۔(صدیق اکبر مرتب مولانا سعید احمد 3-62)

7-حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مہاجرین اور انصار کی مجلس میں تشریف لے جاتے اور وہاں پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو موجود پاتے تو پوری مجلس میں کوئی شخص نظر جما کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔سوائے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے۔یہ حضرات روئے مبارکہ کا مشاہدہ کرتے تبسم فرماتے اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ بھی ان کی طرف دیکھتے اور تبسم فرماتے۔(ترمذی)

8-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ کے دائیں اور بائیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے۔اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے دونوں اصحاب کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا ''ہم قیامت میں اس طرح اٹھیں گے''۔(ترمذی-حاکم)

9-حضرت براابن عازبؓ سے اور ابن سعد نے ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں حضرات سے کسی نے پوچھا "حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے عہد مبارک میں فتویٰ کون دیا کرتا تھا"؟انہوں نے جواب دیا کہ ''یہ خدمت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ انجام دیا کرتے تھے''۔(طبرانی)

10-حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر نبی کی امت میں کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔میری امت کے خاص لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ہیں''۔(طبرانی)

11-نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''میں نے سب کے احسانات کا معاوضہ دے دیا لیکن ابوبکرؓ کا باقی ہے۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ان کا اجر ادا کرے گا''۔(جامع الترمذی،جلد 3،حدیث نمبر 3661)

12-عبداللہ بن حصین تمیمی سے روایت ہے کہ رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ تردد،ہچکچاہٹ اور تامل کا اظہار ضرور کیا سوائے ابوبکر کے کہ اس نے بغیر کسی تردد و تامل کے فوراً میری دعوت قبول کر لی''۔(ابن کثیر،البدایہ والنھایہ،3:27-ابن کثیر،تفسیر القرآن العظیم،2: 444)

13-حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا '' اے اللہ تو نے ابوبکر کو غار میں میرا رفیق بنایا تھا پس میں اسے جنت میں اپنا رفیق بناتا ہوں۔''(عسقلاني،لسان الميزان،5:418-ذهبي،ميزان الاعتدال،6:361)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی شان میں احادیث مبارکہ:

(1) حدیث:حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''ہر نبی کے دو آسمانی اور دو زمینی وزیر ہوتے ہیں۔میرے آسمانی وزیر حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ ہیں اور میرے زمینی وزیر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ ہیں''۔(جامع ترمذی،جلد 3 حدیث نمبر 3680)

(2) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا ''یہ دونوں میرے کان اور آنکھیں ہیں''۔(صدیق اکبر مرتب مولانا سعید احمد 3-62)

(3) حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مہاجرین اور انصار کی مجلس میں تشریف لے جاتے اور وہاں پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو موجود پاتے تو پوری مجلس میں کوئی شخص نظر جما کر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔سوائے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے۔یہ حضرات روئے مبارکہ کا مشاہدہ کرتے تبسم فرماتے اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ بھی ان کی طرف دیکھتے اور تبسم فرماتے۔(ترمذی)

(4) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ کے دائیں اور بائیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے۔اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے دونوں اصحاب کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا ''ہم قیامت میں اس طرح اٹھیں گے''۔(جامع ترمذی،حدیث نمبر 3669-مشکوۃ المصابیح،جلد 3 حدیث نمبر 6063)

(5) حضرت براء بن عازبؓ سے اور ابن سعد نے ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں حضرات سے کسی نے پوچھا" حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں فتویٰ کون دیا کرتا تھا"؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''یہ خدمت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ انجام دیا کرتے تھے''۔(طبرانی)

(6) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر نبی کی امت میں کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔میری امت کے خاص لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ہیں''۔(طبرانی)

(7) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم کرے۔انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا اور مجھے ''دار الہجرت'' یعنی مدینے تک پہنچایا۔اللہ تعالیٰ عمرؓ پر رحم کرے۔وہ حق کہنے میں کبھی نہیں چوکتے۔اگرچہ کتنی ہی کڑوی سے کڑوی بات کہنی پڑے۔اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم کرے۔وہ اتنے حیاء دار ہیں کہ فرشتے بھی ان سے حیاء کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ علیؓ پر رحم کرے جہاں علیؓ ہیں وہاں حق ہے"۔(مشکوۃ المصابیح، جلد 3 حدیث نمبر 6134)

(8) سیدنا ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ سیدنا علیؓ نے کہا''کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ اس امت میں نبی کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ وہ سیدنا ابو بکرؓ ہیں، کیا میں تمہیں یہ بھی بتلا دوں کہ اس امت میں سیدنا ابو بکرؓ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ وہ سیدنا عمرؓ ہیں''۔(مسند احمد، جلد 11، حدیث نمبر 12154)

(9) حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''میں نہیں جانتا کہ میں تم میں کتنی دیر باقی رہوں گا، میرے بعد تم ابو بکر اور عمر دونوں کی اقتدا کرنا۔''(مشکوۃ المصابیح، جلد 3 حدیث نمبر 6061)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فرمودات:

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا''اندھیرے پانچ ہیں اور ان کے چراغ بھی پانچ ہیں:

(1) دنیا کی محبت اندھیرا ہے اور اس کا چراغ پرہیز گاری ہے۔

(2) گناہ اندھیرا ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔

(3) قبر اندھیرا ہے اور اس کا چراغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ ہے۔

(4) آخرت اندھیرا ہے اور اس کا چراغ یقین عمل صالح ہے۔

(5) پل صراط اندھیرا ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کے لیے زینت ہیں:

(1) شکر نعمت کی زینت ہے۔

(2) صبر مصیبت کی زینت ہے۔

(3) حلم علم کی زینت ہے۔

(4) عاجزی متواضع کی زینت ہے۔

(5) روزوں کی کثرت خوف کی زینت ہے۔

(6) احسان کا نہ جتلانا احسان کی زینت ہے۔

(7) نیاز مندی (خشوع) نماز کی زینت ہے۔

(8) پرہیز گاری فقیری کی زینت ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کے لیے زینت ہیں:

ضرت ابو بکرؓ نے فرمایا''مجھے دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں۔

(1) یہ کہ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک کو دیکھتا رہوں۔

(2) یہ کہ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مال خرچ کرتا رہوں۔

(3) یہ کہ میری بیٹی آپ خاتم النبیین ﷺ کے نکاح میں رہے"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی میں مصروفیات کے باوجود زہد عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ راتیں قیام اور سجود میں اور دن روزوں میں گزارتے تھے، حافظ قرآن تھے تلاوت کرتے وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ دنیا کا ذرہ ذرہ ان کے لیے سامان عبرت رکھتا تھا۔ سبز درختوں کو دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھرتے اور کہتے کہ'' کاش میں ایک درخت ہوتا اور آخرت کے خطروں اور جوابدہی سے بچ جاتا'' چڑیوں کو دیکھتے تو سرد آہ بھر کر کہتے'' تم کتنی خوش قسمت ہو دنیا میں چگتی پھرتی ہو اور درختوں پر جھومتی ہو، تمہیں قیامت کے محاسبے کا کوئی خطرہ نہیں، کاش میں بھی تمہاری طرح ہوتا''

آپؓ رحم دلی اور صلہ رحمی میں ممتاز تھے، دنیا طلبی اور جاہ پسندی سے نفرت کرتے تھے، صدقات اور خیرات کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ '' میرے مال کا پانچواں حصہ فقراء اور مساکین کو دے دیا جائے'' قرآن فہمی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ بعض مرتبہ سورتیں اور آیات نازل ہوتیں تو ابوبکر صدیقؓ (صحابہ کرامؓ میں سے) ہی صحیح اور باطنی مفہوم سمجھا کرتے تھے۔ مثلاً سورہ نصر اور تکمیل دین کی آیت'' **الیوم اکملت لکم دین کم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم**'' نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ خوش ہو گئے کہ فتح بھی مل گئی اور دین بھی مل گیا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ رو دیئے کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ تکمیل دین کے بعد اب آپ خاتم النبیین ﷺ کی رحلت کا وقت آ گیا ہے۔

تصوف:۔

عملی اسلامی تصوف کا آغاز خود رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ تصوف کیا ہے؟ تزکیہ نفس کا دوسرا نام، صحابہ کرامؓ کی زندگیاں تزکیہ نفس کا عملی نمونہ تھیں۔ ذکر و فکر ان کے ہاں تھا لیکن مزاج خانقاہی نہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ تزکیہ قلب کے لیے کلمہ توحید کا ذکر کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ داتا گنج بخشؒ اپنی تصنیف'' کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی راہ تصوف کے امام ہیں۔ اہل تصوف کی بنیادی خصوصیات مثلاً توکل، تقویٰ، عجز و انکساری، ورع، راضی بہ قضا، خلقِ خدا پر شفقت، آپؓ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، اکثر ایسا ہوتا کہ دن کو کاروبار خلافت میں مصروف رہتے اور رات کو رکوع اور سجود میں وقت گزار دیتے۔ تصوف کے مختلف سلسلے، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ، اویسیہ، فاروقیہ کئی صدی بعد منظم کئے گئے۔

وفات:

7 جمادی الاخیر، 13 ہجری پیر کے دن جب ہوا بہت ٹھنڈی تھی، آپؓ نے غسل کیا۔ اس سے آپؓ کو ٹھنڈ لگ گئی اور تیز بخار ہو گیا۔ بیماری کے خلاف دفاع کی خواہش تو تھی ہی نہیں۔ عیادت کے لیے آنے والے صحابہ کرامؓ نے طبیب سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا تو فرمایا'' طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں'' صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ قضاء الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے خاموش ہو گئے۔ بخار نے شدت پکڑ لی، نقاہت بہت بڑھ گئی، اس دوران حضرت عمرؓ نماز کی امامت کرتے رہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ پندرہ دن بیمار رہے۔

23 جمادی الآخر 13 ہجری، 23 اگست 634ء کو پیر کا دن گزرنے کے بعد رات کی ابتدائی گھڑیوں میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔ چنانچہ پیر اور منگل کی درمیانی رات کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پہلو میں اس طرح دفن کئے گئے کہ ان کا سر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے شانہ مبارک کے برابر رکھا گیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ خلفاء راشدین میں سے حضرت عثمانؓ کے علاوہ تینوں کا انتقال 63 برس کی عمر میں ہوا اور چاروں میں سے صرف حضرت صدیق اکبرؓ نے طبعی موت پائی۔ باقی تینوں خلفاء راشدین شہید ہوئے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ بھی بنوامیہ کی سازش سے شہید ہوئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

****

حضرت عمر فاروقؓ (دورِ خلافت 13ھ تا 23ھ)

نام: عمر

والد کا نام: خطاب

لقب: فاروق

الجوزی نے اپنی کتاب ''تاریخ عمر بن خطاب''، میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کے غلاف کے پیچھے چھپ گئے۔ اس وقت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ آپؐ نے سورہ ''الحاقہ'' کی تلاوت کی۔ حضرت عمرؓ قرآن پاک کی فصاحت اور بلاغت سے بہت متاثر ہوئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یقیناً یہ بہت بڑے شاعر کا کلام ہے۔ اس وقت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے سورہ الحاقہ کی آیت نمبر 41 کی تلاوت کی۔

ترجمہ: ''اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لائے ہو''۔

اس پر حضرت عمرؓ نے دل میں کہا پھر یہ ضرور کسی کاہن کا کلام ہے۔ اس کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سورہ الحاقہ کی آیت نمبر 52-42 تلاوت فرمائیں۔

ترجمہ: ''اور یہ نہ ہی کسی کاہن کا کلام ہے لیکن تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو۔ یہ تو پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں کوئی بھی مجھے اس سے روکنے والا نہ ہوتا اور یہ (کتاب) تو پرہیز گاروں کے لیے نصیحت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلاتے ہیں۔ نیز یہ کافروں کے لیے (موجب) حسرت ہے اور بے شک کہ یہ قابل یقین ہے سو تم اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہو''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس تلاوت قرآن سے میں اتنا متاثر ہوا کہ اس دن مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ لیکن میں آباواجداد کے مذہب کو چھوڑنے کو تیار نہ تھا اس لیے اسلام کی مخالفت کرتا رہا۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

ایک دن حضرت عمرؓ کے ایک دوست نے انہیں بتایا کہ ''تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بھڑک اٹھے اور ننگی تلوار کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے اندر سے تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ آپ نے پہلے بہنوئی کو مارا پیٹا، بہن آڑے آئی تو اس کو پیٹا، لیکن بہن برابر منہ سے کہتی رہی کہ ''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد خاتم النبیین ﷺ، اللہ کے رسول ہیں'' حضرت عمرؓ دل میں تو اسلام کے قائل ہو ہی چکے تھے۔ بہن کو لہولہان دیکھ کر اور اس کی جرات دیکھ کر کہا کہ اچھا مجھے بھی بتاؤ کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو پہلے غسل کرو تو پھر اس کلام کو پڑھو۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سورہ طٰہٰ کی آیات 1 تا 14 پڑھیں۔

ترجمہ: ''اے محمد (خاتم النبیین ﷺ) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لیے نازل کیا ہے جو خوف رکھتا ہے۔ یہ اس (ذات برتر) کا اتارا ہوا ہے۔ جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے (یعنی خدائے) رحمن۔ جس نے عرش پر قرار پکڑا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ اس زمین کی مٹی کے نیچے ہے، سب کچھ اسی کا ہے اور جو تم پکار کر بات کرو تو وہ تو چھپے ہوئے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے نام اچھے ہیں اور کیا تمہیں موسیٰ کی خبر ملی ہے۔ جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید اس کی کوئی چنگاری میں تمہارے لیے یہاں لاؤں یا آگ (کے مقام) کا رستہ معلوم کر سکوں؟۔ جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ ''اے موسیٰ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ تم اپنی جوتیاں اتار دو تم یہاں پاک میدان (یعنی) طویٰ میں ہو اور میں نے تم کو منتخب کر لیا ہے تو جو حکم دیا جائے اسے سنو۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو''

حضرت عمرؓ نے بے ساختہ کہا ''یہ کتنا عمدہ کلام ہے۔ پس حضرت عمرؓ یہاں سے نکلے اور سیدھے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ قسم کھاتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور اب ہم اسلام کی تبلیغ اور نماز کی ادائیگی چھپ کر نہیں بلکہ کھلم کھلا کریں گے۔ بخاری شریف میں درج ہے کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو بہت تقویت اور عزت ملی۔

امیر المومنین کے لقب کا آغاز:۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو آپ خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد لوگ خلیفۃ الرسول خاتم النبیین ﷺ اور حضرت عمرؓ کو خلیفۂ ابو بکر کہا کرتے تھے ایک بار حضرت عمرؓ نے عراق کے عامل کو تحریر فرمایا کہ میرے پاس دو بہادر اور ہوشیار عراقیوں کو بھیج دو تا کہ ہم اُن سے عراق اور اہل عراق کے بارے میں کچھ معلومات لے سکیں حاکم عراق نے آپ کے پاس دو ہوشیار اور عقلمند آدمی روانہ کئے۔ ان کے نام لبید بن ربعیہ اور عدی بن حاتم تھا۔ جب یہ دونوں مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضری دی۔ وہاں عمرو بن العاصؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے کہا ہم حاضر ہو گئے ہیں آپ ہمیں امیر المومنین کی خدمت میں باز یاب کروا دیں۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا ''واللہ تم نے ان کو بہت ہی اچھا لقب دیا ہے''۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ''اسلام وعلیکم یا امیر المومنین''۔ یہ سن کہ حضرت عمرؓ نے کہا تم نے یہ لقب کہاں سے لے لیا؟ انہوں نے آپؓ کو تمام قصہ سُنا کر کہا ہم سب مومنین ہیں اور آپ ہمارے امیر ہیں۔ پس اس روز سے خلافت کے تمام کاغذات میں امیر المومنین لکھا جانے لگا۔

ابن سعد نے شداد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں سے بیعت لینے کے بعد ممبر پر کھڑے ہو کر پہلا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

''الٰہی میں سخت ہوں تو مجھے نرم کر دے۔ الٰہی میں کمزور ہوں تو مجھے قوی کر دے۔ الٰہی میں بخیل ہوں تو مجھے سخی کر دے''۔

ابن ذاذخ حضرت سلمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ''؟

حضرت سلمانؓ نے جواب دیا اگر آپ مسلمانوں کا ایک درہم بھی بے جا خرچ کرتے ہیں تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ آپ خلیفہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے نصیحت حاصل کی۔ پھر ایک دن کہا واللہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ یہ سن کر ایک شخص نے کہا امیر المومنین ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آپؓ نے دریافت کیا کہ کیا فرق ہے؟ ''اس شخص نے کہا کہ خلیفہ وہ ہے جو نہ کسی سے بے جا پیسہ وصول کرے اور نہ کسی کو بے وجہ دے اور الحمدُ للہ آپؓ میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں۔ بادشاہ تو وہ ہوتا ہے۔ جو لوگوں سے بے جا وصول کرے اور پھر جس کو دل چاہے دے''۔ یہ سن کر آپؓ خاموش ہو گئے۔

ایک موقع پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''میں علم کا شہر ہوں۔ ابو بکرؓ اس کی بنیاد ہیں۔ عمرؓ اس کی چار دیواری۔ عثمانؓ اس کی چھت اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں''۔ (مُسندُ الفردوس ج ۱ ص ۴۲ حدیث ۱۰۸، کراماتِ شیر خدا،ص: ۲۴)

حضرت عمرؓ کی فراست

بدر کی جنگ کے بعد مشرکین کے ستر سردار قید ہوئے تھے۔ اس وقت تک اسیران جنگ اور مال غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایات نازل نہ ہوئیں تھیں۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ذکر ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا "اسیران جنگ کا معاملہ دو طرح سے نمٹایا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ سب اسیران جنگ کو قتل کر دیا جائے۔ یا یہ کہ اسیران جنگ سے مالی تاوان لے کر انہیں آزاد کر دیا جائے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنی اپنی رائے پیش کرنے کے لیے کہا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت سعد معاذؓ نے پہلی رائے سے اتفاق کیا۔ جبکہ باقی صحابہ کرام نے دوسری رائے کو بہتر سمجھا۔ آپ چونکہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ انہوں نے بھی دوسری رائے پر عمل درآمد کیا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی جس میں دوسری رائے کی ترغیب دینے والے صحابہ کرامؓ کو تنبیہ کی گئی۔ سورہ الانفال آیت نمبر 68-67

ترجمہ: ''پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کا قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ آچکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا''

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اسیران جنگ اور مال غنیمت کے بارے میں مزید ہدایات نازل فرمائیں اور امت محمد خاتم النبیین ﷺ پر بہت بڑا احسان کیا۔ ان ہدایات کی رو سے اسیران جنگ کا تاوان اور مال غنیمت امت محمدیہ خاتم النبیین ﷺ یہ کے لیے حلال کر دیئے گئے۔ بلکہ صحابہ کرام کی گزشتہ لغزش بھی معاف فرما دی۔ سورہ انفال آیت نمبر 69

ترجمہ: ''تو جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اس کو کھاؤ (کہ تمہارے لیے) حلال طیب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

حضرت عمرؓ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی رشتہ داری

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہؓ سے شادی کی۔ اس طرح حضرت حفصہؓ امہات المومنین میں سے ہیں اور حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ سے شادی کی اس شادی کے بعد حضرت عمرؓ فخر سے کہتے تھے کہ اب میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے کنبے کا خونی رشتہ دار بن گیا ہوں''۔

حضرت عمرؓ کی موافقات (رائے کے مطابق) میں قرآنی آیات:۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کے رب نے ان سے بہت جگہ موافقت فرمائی ہے۔

(1)　بخاری اور مسلم میں حضرت عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ '' میرے رب نے میری رائے کے مطابق کئی موقعوں پر اتفاق فرمایا ہے'' جب میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا'' کاش ہم مقام ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بناتے'' تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ (سورۃ البقرہ آیت 2:125)

ترجمہ: ''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ''۔

(2)　میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اور وہاں پر ازواج مطہرات بھی ہوتی ہیں بہتر ہوگا کہ آپ ان کو پردے کا حکم دیں۔ تو اس کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 33:59)

(3)　جب آیت نازل ہوئی

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ　(سورۃ المؤمنون آیت 23:12)

ترجمہ:۔ ''اور یقیناً ہم نے انسانوں کو گندھی ہوئی مٹی سے پیدا کیا''۔ تو میری زبان سے بے ساختہ نکلا۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۚ (سورۃ المؤمنون آیت 23:14)

''برکت والا ہے وہ جو تمام خالقوں میں سب سے برتر ہے''۔

پس اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی۔

(4)　جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے لوگوں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کھڑے ہوئے تو میں بھی کھڑا ہوا۔ لیکن میرے دل میں یہ بات آئی اور میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو یہ کہا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ عبداللہ بن ابی سخت دشمن اسلام تھا۔ ایک دن تو وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پال رکھا ہے۔ اس پر سوار ہو کر محمد (خاتم النبیین ﷺ) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دوں گا"۔ بخدا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا　(سورۃ التوبہ 9:84)

ترجمہ:"اور جب ان میں سے کوئی مرے (منافقین میں سے) تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) ان کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھائیں"۔

(5)　جب تمام ازواج مطہرات حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے (نان نفقہ لینے پر متفق ہوگئیں اور) تنگی کی شکایت کی تو میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (سورۃ التحریم آیت نمبر 66:5)

ترجمہ:" قریب ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے"۔

اس کے بعد بالکل انہی الفاظ میں وحی نازل ہوئی

(6)　آیت:۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ (سورۃ النساء 4:43)

''اے ایمان والو حالت نشے میں نماز کے قریب نہ جاؤ''۔ میری منشاء کے مطابق نازل ہوئی۔

(7)　تحریم شراب کے سلسلے میں حاکم نے مسنن اور مستدرک میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے دعا فرمائی:

اور اس شراب کے بارے میں ہمارے واضح حکم بیان کیجیے تو اس پر آیت

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ ؕ (سورۃ البقرہ 2:219)

ترجمہ:''لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں'' یہ پوری آیت نازل ہوئی۔

(8) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ایک قوم کے لئے دعا فرمانے لگے تو میں نے عرض کیا تب یہ آیت

سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَہُمۡ (سورۃ المنافقون 63:6) نازل ہوئی۔

ترجمہ:"برابر ہے ان کے لئے (آپ) معافی مانگیں یا نہ مانگیں (یعنی ان کے حق میں اللہ قبول نہ کرے گا)"۔

(9) جنگ بدر میں جب آپ خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا تب یہ آیت اتری:

کَمَاۤ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَیۡتِکَ (سورۃ الانفال 8:5)

ترجمہ:۔"آپ کے رب نے آپ کو لڑنے کے لئے باہر نکالا"۔

(10) حضرت عائشہؓ کے بہتان کے سلسلے میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے جب حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا تو آپؓ نے فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ کا یہ نکاح کس نے کیا تھا"؟ فرمایا"اللہ تعالیٰ نے"حضرت عمرؓ نے فرمایا"حضور خاتم النبیین ﷺ کیا آپ خاتم النبیین ﷺ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے رب نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے ان کا گناہ چھپالیا ہوگا؟ بخدا یہ سب بہتان ہے"۔پس اسطرح یہ آیت نازل ہوئی:

سُبۡحٰنَکَ ہٰذَا بُہۡتَانٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۶﴾ (سورۃ النور 24:16)

ترجمہ:''یہ تو بہت بڑا بہتان ہے''۔

(11) ابتدائے اسلام میں رمضان کی راتوں میں بیوی سے قربت منع تھی۔اس کے بارے میں حضرت عمرؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے کچھ عرض کیا۔اس کے بعد رمضان کے مہینے میں رات کی قربت کو جائز قرار دے دیا گیا اور آیت اتری

اُحِلَّ لَکُمۡ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ (سورۃ البقرہ 2:187)

ترجمہ:''حلال کر دیا اللہ نے رمضان کی راتوں میں بیویوں سے ملنا''۔

(12) ابن حاتم نے بروایت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلیٰ بیان کیا ہے کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ سے ملا اور آپؓ سے کہا کہ جبرائیل فرشتہ جس کا تمہارا نبی ذکر کرتا ہے۔وہ ہمارا دشمن ہے۔یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ جِبۡرِیۡلَ وَ مِیۡکٰىلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۹۸﴾ (سورۃ البقرہ 2:98)

ترجمہ:''جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں جبرائیل، میکائیل اور اس کے رسولوں سے دشمنی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس دشمنی کا بدلا لیں گے''۔ٹھیک اسی طرح قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

(13) ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابوالاسودؓ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ دو شخص لڑنے کے بعد انصاف کے لئے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے پاس آئے اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے دونوں کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کر دیا۔لیکن جس شخص کے خلاف یہ فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا" چلو حضرت عمرؓ کے پاس ان سے فیصلہ کرواتے ہیں"۔چنانچہ یہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔اب جس شخص کے موافق فیصلہ ہوا تھا۔اس نے حضرت عمرؓ سے کہا" حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہمارے درمیان یہ فیصلہ فرمایا ہے۔لیکن یہ میرا ساتھی نہیں مانتا اور اس کا کہنا ہے کہ آپ اس معاملے میں ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں"۔حضرت عمرؓ نے یہ سنا اور فرمایا" ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں"۔یہ کہا اور اندر سے تلوار لائے اور جس شخص نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا ایک تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔دوسرا شخص خوف زدہ ہو گیا اور بھاگتا ہوا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پاس جا کر تمام ماجرہ کہہ سنایا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" مجھے تو عمرؓ سے یہ امید نہ تھی کہ وہ کسی مومن کے قتل پر اس طرح جرات کریں گے''۔اس پر اللہ نے یہ سورۃ النساء، آیت نمبر 65

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ترجمہ:''سو قسم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہیں ہو سکتے''۔ نازل فرمائی۔

(14) حضرت عمرؓ ایک دن سو رہے تھے۔آپ کا ایک غلام بے دھڑک بغیر پوچھے اندر آ گیا۔اس وقت آپ نے دعا فرمائی"الٰہی بغیر پوچھے، بغیر اجازت داخلہ حرام

فرمادے"۔ پس آیت حصولِ اذن نازل ہوئی سورۃ النور آیت نمبر 24:58   ترجمہ:۔''تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنا ضروری ہے''۔

عثمان بن سعید الداری نے اپنی کتاب میں سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز کعب الاحبارؓ نے کہا'' آسمان کا بادشاہ زمین کے بادشاہ پر افسوس کرتا ہے''۔ حضرت عمرؓ نے فوراً فرمایا'' مگر اس بادشاہ پر افسوس نہیں کرتا جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا''۔ یہ سن کر کعب الاحبارؓ نے فرمایا'' واللہ تورات میں یہی الفاظ اس کے بعد ہیں''۔

جب اُحد میں ابوسفیان نے کہا'' اُفی القومِہ فلاں'' یعنی "اُف ہے اُس قوم پر" تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس کا جواب نہ دیں" تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عمرؓ کے قول کی موافقت فرمائی۔

کامل ابن عدی میں عبداللہ بن عمرؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے "جب پہلے حضرت بلالؓ اذان دیا کرتے تھے تو'' اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے بعد حیَّ علَی الصّلوٰۃ کہا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے تجویز پیش کی اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے بعد تم اَشْھَدُ اَنَّ محمد رسول اللہ بھی کہا کرو۔ اس پر رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا (حضرت بلالؓ سے) جس طرح حضرت عمرؓ کہتے ہیں ویسے ہی کہا کرو''۔

<u>وہ احادیث مبارکہ جو حضرت عمرؓ کی فضیلت اور شان میں وارد ہوئیں:</u>

1- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"گزشتہ امتوں میں محدث لوگ ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔" (صحیح بخاری، حدیث نمبر 3469)

2- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا"۔ (جامع ترمذی، کتاب المناقب، رقم:3686)

3۔ ایک مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''خدا کی قسم اگر تم دونوں کسی مسئلہ پر متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارے مشورے سے کبھی نہیں ہٹتا ہوں"۔ (ترمذی)

4۔ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کے دل و زبان پر جاری کیا ہے''۔ (سنن بی داؤد، جلد 2 حدیث نمبر 2962)

5۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''اے عمر! شیطان تم کو دیکھتے ہی راستہ کاٹ جاتا ہے''۔ (بخاری، مسلم)

6۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں سب سے رحم دل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اللہ کے دین کے بارے میں سب سے سخت حضرت عمر فاروقؓ ہیں''۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

7۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''مجھے معلوم نہیں کہ میرا قیام تمہارے درمیان کتنا ہے، میرے بعد تم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی اقتدا کرنا''۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد 3 حدیث نمبر 6061)۔

8۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے خواب دیکھا اور فرمایا:

''میں نے خواب دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس کو پیا، یہاں تک کہ اس کی تازگی میرے ہونٹوں تک پہنچ گئی، پھر میں نے اس کا بقیہ حصہ عمرؓ کو دے دیا'' لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اس کا کیا مطلب ہے؟'' آپ خاتم النبیین ﷺ نے جواب دیا'' علم''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 82,3681)

9۔ایک دفعہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خواب میں لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے، وہ قمیص پہنے ہوئے تھے، ان میں سے بعض کی قمیص سامنے سے زیادہ لمبی تھی، عمرؓ جب میرے سامنے پیش ہوئے تو ان کی قمیص زمین پر گھسٹتی ہوئی تھی، لوگوں نے پوچھا؟ ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اس کی کیا تعبیر ہے''؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اس کی تعبیر دین ہے''(صحیح بخاری، حدیث نمبر 3691-صحیح مسلم، حدیث نمبر 6189)

10۔ایک اور موقعہ پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے خواب دیکھا کہ ایک کنویں پر کھڑا ہوں، اس پر ایک ڈول پڑا ہے، میں نے اس میں ڈول نکالے جتنے رب کی مرضی تھی، پھر وہ ڈول ابوبکرؓ نے لے لیا، انہوں نے بھی دو ڈول آہستہ آہستہ نکالے، پھر وہ ڈول بڑا چرسہ بن گیا اور عمرؓ بن خطاب نے اسے جا تھاما، میں نے ایسا کوئی جوان مرد نہیں دیکھا جو عمرؓ کی طرح چرسہ کھینچتا ہو، حتیٰ کہ چاروں طرف سے پیاسے آئے اور خوب سیراب ہوئے''۔(صحیح بخاری)

حضرت عمرؓ کے عہد کی خاص باتیں:۔

(1) حضرت عمرؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے تاریخ وسال ہجری جاری فرمایا۔

(2) بیت المال قائم کیا۔

(3) رمضان المبارک میں باجماعت تراویح کا اہتمام فرمایا۔

(4) لوگوں کا حال معلوم کرنے کے لئے راتوں کو گشت کیا۔

(5) شراب پینے والوں کو 80 کوڑے لگوائے۔

(6) نماز جنازہ میں 4 تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا۔

(7) دفاتر اور وزارتیں قائم کیں۔

(8) صدقہ کا مال اسلامی امور میں خرچ کرنے سے روکا۔

(9) متّعہ کو کسی فرد کے لئے بھی جائز نہ ہونے کا حکم دیا۔

(10) تمام شہروں میں قاضی مقرر فرمائے۔(دارقطنی السنن 4:607 رقم 16)

(11) آپ نے سب سے پہلے ''درہ'' ایجاد کیا پھر یہ بات مشہور ہوگئی کہ ''عمرؓ'' کا درہ تمہاری تلوار سے زیادہ ہیبت ناک ہے۔

(12) آپؓ نے مقام ابراہیم کو اس جگہ قائم کیا جہاں وہ آج کل ہے ورنہ پہلے وہ بیت اللہ شریف سے ملا ہوا تھا۔

حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت

حضرت عمرؓ کا دور حکومت اصطلاحی طرز حکومت کا بہترین نمونہ تھا۔آپ نے ایران، شام، روم، فلسطین اور ترکی کے بعض حصے فتح کئے۔آپ نہایت ذہین اور مدبر تھے۔آپ کا نظام حکومت اصلاحات اور خدمت خلق کا جذبہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔آپ ہی نے اسلامی کیلنڈر بھی رائج کیا۔

فتح یروشلم

فتح یروشلم کا ایک واقعہ نہایت دلچسپ ہے۔حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے یروشلم کا محاصرہ کیا۔بالآخر اہل یروشلم مسلمانوں سے صلح نامہ کرنے کے لیے اس شرط پر تیار ہوئے کہ خلیفہ وقت اس صلح نامے پر دستخط کرنے خود یروشلم آئیں۔حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر کیا اور اپنے ایک غلام سالم نامی کے ہمراہ یروشلم روانہ ہوئے۔ان دونوں کے پاس ایک اونٹ تھا۔یہ باری باری اسی پر سوار ہوتے تھے۔جب یروشلم شہر میں داخل ہوئے تو سالم کی سواری کرنے کی باری تھی اور حضرت عمرؓ اونٹ کی نکیل پکڑے پیدل چل رہے تھے۔سالم نے اپنی باری حضرت عمرؓ کو پیش کی لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا "اسلام کی دی ہوئی عزت ہمارے لیے کافی ہے"۔بڑے بڑے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو پیدل اونٹ کی نکیل پکڑے یروشلم میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔حضرت عمرؓ نے باہمی صلح نامے پر دستخط کئے اور اہل یروشلم کو ہر طرح سے ذاتی اور مالی تحفظ اور امان عطا فرمائی۔آپ نے ان کو اپنے مذہب پر قائم رہنے اور بغیر کسی روک ٹوک کے عبادت کرنے کی

اجازت دی۔

حضرت عمرؓ کی شہادت

26 ذی الحجہ 23ھ کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے نصرانی غلام ابولولو فیروز نے فجر کی نماز کے دوران حضرت عمرؓ پر اپنے خنجر سے حملہ کر دیا۔آپؓ شدید زخمی ہوئے اور فرش پر گر پڑے۔حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نماز مکمل کرائی۔ابولولو نے اپنے آپ کو خنجر مار کر ہلاک کرلیا۔آپؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ ماتمی الفاظ کہتی ہوئی اپنے والد کے پاس پہنچی تو حضرت عمرؓ نے کہا"میں تمہاری آنکھوں پر قابو نہیں پا سکتا لیکن یاد رکھو جس میت پر بین کیا جاتا ہے فرشتے اس سے نفرت کرتے ہیں''۔اسی طرح ایک صحابی حضرت صہیبؓ آپ کے زخم دیکھ کر چیخ اٹھے۔"ہائے عمر،ہائے عمر"،اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا 'صبر سے کام لو کیا تم نہیں جانتے کہ جس میت پر ماتم کیا جاتا ہے اس پر عذاب ہوتا ہے''۔

وفات کے وقت حضرت عمرؓ کا سر ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی رانوں پر تھا اور وہ وصیت سن رہے تھے۔حضرت عمرؓ نے کہا"میرا سر زمین پر رکھ دو"۔حضرت عبداللہؓ نے کہا"میرے رانوں اور زمین میں کیا فرق ہے"؟ حضرت عمرؓ نے پھر کہا"میرا سر زمین پر رکھ دو۔شاید اللہ مجھ پر مہربان ہوجائے اور رحم کرے"۔حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کے لیے ایک مجلس شوریٰ مقرر کردی۔بخاری شریف میں درج ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے فوت ہونے کے بعد ان کے گھر میں تشریف لائے اور حضرت عمر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا 'اے عمرؓ اللہ تم پر رحم کرے تم نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے اعمال پر میں رشک کرکے ویسا ہی بننے کی کوشش کروں۔اللہ کی قسم مجھے یہی گمان غالب ہے کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ قبر اور بہشت) میں رکھے گا۔کیونکہ میں نے اکثر رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔میں گیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ (ساتھ تھے) اندر داخل ہوا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ (بھی اندر داخل ہوئے) میں باہر نکلا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ (بھی میرے ساتھ نکلے)"۔

اس سے واضح ہوا کہ نہ صرف رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ بلکہ حضرت علیؓ بھی اپنے بھائیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا کتنا احترام کرتے تھے۔

کرامات حضرت عمرؓ:۔

(1) ابن مسردویہؒ نے میمون بن مہرانؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپؓ نے خطبہ کے درمیان فرمایا 'اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جا جس شخص نے بھیڑیے کی حفاظت کی اس نے ظلم کیا'۔لوگ دوران خطبہ آپؓ کے منہ سے یہ بات سن کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔جب نماز سے فارغ ہوگئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپؓ نے یہ کیا کہا تھا؟ فرمایا 'اس وقت دل میں یہ بات آئی کہ ہمارے بھائی کافروں سے شکست کھا گئے ہیں اور اس وقت پہاڑ کی طرف سے گذر رہے ہیں۔یہاں سے پلٹ گئے تو ایک ایک مسلمان شہید ہوجائے گا اور آگے بڑھ گئے تو تب بھی ہلاک ہوجائیں گے۔لہٰذا میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ اس طرح ان کی سلامتی تھی"۔ایک ماہ کے بعد جب ایک قاصد فتح کی خوشخبری لے کر آیا تو اس نے بتایا"ہم نے لشکر میں حضرت عمرؓ کی آواز سنی اور ہم پہاڑ کی طرف پلٹ گئے۔پہاڑ کی طرف ہٹ کر ہم نے دشمنوں کو تہ تیغ کردیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دی"۔

(2) حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر فتح کیا تو ایک مقرر دن پر جو اہل عجم کا معمول تھا بہت سے لوگ حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "ہماری کھیتی باڑی کا دارومدار دریائے نیل پر ہے۔جب دریائے نیل خشک ہوجاتا ہے تو ہم ایک دوشیزہ کو بنا سنوار کر اس کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں تو دریا میں پانی بھر جاتا ہے۔اور یہ چاند کی 11 تاریخ کو کیا جاتا ہے۔یہی ہمارا قدیم طریقہ ہے۔اب دریا خشک ہوچکا ہے آپؓ ہمیں ایسا کرنے کی اجازت دے دیں"؟ حضرت عمر بن العاصؓ نے کہا" یہ تمام باتیں لغو ہیں۔اسلام ان تمام باطل باتوں کو ختم کرنے کے لئے آیا ہے چنانچہ تم لوگوں کو اس رسم کی اجازت نہیں دی جاسکتی"۔دریائے نیل بالکل خشک ہوگیا۔بہت سے لوگ نقل مکانی کی تیاری کرنے لگے۔پھر کچھ لوگ آئے اور کہا"ہمیں تو دریا میں پانی چاہیے۔آپؓ یا تو پانی مہیا کردیں یا ہمیں اجازت دے دیں کہ ہم اپنی قدیم رسم کو بجا لائیں"؟ حضرت عمر بن العاصؓ نے یہ تمام باتیں حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیج دیں۔حضرت عمرؓ نے جب یہ خط پڑھا تو انہوں نے حضرت عمر بن العاصؓ کو لکھا"تم نے بہت اچھا کیا کہ ان لوگوں کو اس رسم کی ادائیگی کی اجازت نہیں دی۔اسلام اس قسم کی تمام باتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔میں اس خط کے ساتھ ایک رقعہ ملفوف (بند کیا ہوا) کررہا ہوں۔اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا"۔جب حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس وہ خط آیا تو آپؓ نے اس رقعہ کو بھی پڑھا۔اس میں لکھا تھا بندہ الٰہی عمر بن خطاب امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل کے نام:

''اے دریا تجھے معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو۔ اور اگر تجھے اللہ عزوجل جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کردے'' (خط عمر بن خطابؓ)

حضرت عمر بن العاصؓ نے اس رقعہ کو صبح کے ستارہ کے طلوع ہونے سے پہلے دریا میں ڈال دیا۔ جب اہل مصر صبح کو خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا دریائے نیل میں پانی معمول سے 16 گز زیادہ پر آچکا تھا۔ اس طرح اہل مصر کی یہ جاہلانہ رسم بھی ختم ہوگئی۔

(3) تہذیب مزنی میں مذکور ہے "حضرت عمرؓ کی مہر خلافت میں یہ نقش کندہ تھا۔ "وَكَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظ" ۔ "موت آدمی کے لئے بہت کافی واعظ ہے"۔

(4) ابن عساکر نے اسماعیل بن زیاد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ماہ رمضان میں مسجد کے پاس سے گذر رہے تو وہاں قندیل روشن دیکھی آپؓ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر روشن فرمائے۔ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کردیا''۔

(5) حضرت عمرؓ کے خوف الٰہی کا یہ عالم تھا کہ سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے اونٹ کے زخم کو دھوتے جاتے تھے'' جو اس کی پیٹھ پر تھا اور فرماتے جاتے تھے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے اس زخم کے بارے میں پرسش نہ ہو''۔

(6) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ الانصاری نے اپنے والد سے روایت کیا کہ ہم لوگ کسی غزوہ میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے ہمراہ تھے۔ لوگوں پر فاقے کی نوبت آگئی آپ خاتم النبیین ﷺ سے اپنے سواری کے جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت چاہی۔ جب آپ خاتم النبیین ﷺ نے لوگوں کو اجازت دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کل ہم نے دشمن کا مقابلہ کرنا ہے۔ تو کیا ہم پیدل دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی رائے ہو تو لوگوں سے ان کا بقیہ توشہ منگواتے ہیں اس کو جمع کر کے برکت کی دعا کیجیے"۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ لوگ بقیہ توشہ میں سے ایک مٹھی یا اس سے کچھ زیادہ لانے لگے سب سے بڑی مقدار جو لائی گئی وہ ایک صاع کھجور تھی (ایک سیر) آپ خاتم النبیین ﷺ نے تمام چیزوں کو جمع فرمایا اور برکت کے لئے دعا فرمائی۔ پھر تمام لشکر سے ان کے برتن لانے کے لئے فرمایا اور کہا" اس برکت والے توشہ میں سے باری باری ہر شخص مٹھی بھر بھر کر اپنے برتنوں کو بھرے"۔ سارے لشکر والوں نے اپنا کوئی برتن نہ چھوڑا جو اس غلہ سے بھر نہ لیا ہو۔ اس کے بعد بھی اتنا ہی بچا رہا۔ اس کو دیکھ کر آپ خاتم النبیین ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی کچلیاں کھل گئیں۔ پھر فرمایا'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ مومن قیامت میں ان دو کلمات کے ساتھ ملے گا اس سے دوزخ روک دی جائے گی''۔

****

حضرت عثمانؓ (دورِ خلافت 24ھ تا 35ھ)

حضرت عثمان غنیؓ اصحاب الفیل کے واقعے کے بعد 576ء میں پیدا ہوئے، آپؓ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے 6 سال چھوٹے تھے، بعثت نبوی خاتم النبیین ﷺ کے وقت آپؓ کی عمر 34 سال تھی، حضرت عثمان غنیؓ کے قبول اسلام کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دیا۔ مکہ میں یہ جوڑا مثالی جوڑا خیال کیا جاتا تھا۔ بیعت عقبہ ثانی کے بعد جب مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت رقیہؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ہمیشہ تمام مشوروں اور تمام غزوات میں آپ خاتم النبیین ﷺ کا ساتھ دیا۔ البتہ غزوہ بدر میں حضرت رقیہؓ کے علیل ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ جب فتح جنگ کی خبر لے کر حضرت زید بن حارثہؓ مدینے پہنچے تو حضرت رقیہؓ کو دفن کیا جا رہا تھا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بدریوں میں شامل کیا اور مالِ غنیمت میں سے آپؓ کو بھی حصہ دیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "وہ جسمانی طور پر کفر و اسلام کے اس معرکہ میں شریک نہ تھے لیکن ان کا دل وہیں اٹکا ہوا تھا"۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت عثمانؓ کی عزیمت ایمانی، حسن اخلاق اور دینی خدمات سے اس قدر خوش تھے کہ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا عقدِ مبارک بھی حضرت عثمانؓ سے کر دیا، حضرت ام کلثوم سے آپؓ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

انتخاب بطور خلیفہ

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک کونسل منتخب کر دی تھی کہ یہ لوگ آپس میں مشورہ کر کے کسی واحد کو اپنے میں سے خلیفہ مقرر کر لیں۔ ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ حضرت عثمانِ غنیؓ بن عفان
2۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب
3۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ
4۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
5۔ حضرت زبیرؓ بن العوام
6۔ حضرت طلحہؓ بن عبداللہ

اگرچہ حضرت سعیدؓ بن زبیرؓ بھی عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اور حیات تھے لیکن حضرت عمرؓ نے محض اپنی رشتہ داری کی وجہ سے (آپؓ کے بہنوئی تھے) انہیں انتخابی مجلس میں شامل نہ فرمایا۔ پہلے دو دن تک فیصلہ نہ ہو سکا۔ سرحدوں پر رومی اور ایرانی بھی مدینے کی صورتحال پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ ارکان اسمبلی میں اختلاف تھا اور وقت تیزی سے اڑا جا رہا تھا۔ یہ بات سب پر ظاہر تھی کہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ باقی دوسروں کے مقابلے میں سب سے بہتر ہیں۔ دشمن خاص طور پر رومی اور ایرانی مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔ حضرت عمرؓ نے ارکان اسمبلی سے فرمایا تھا کہ:-

''اگر تین لوگ ایک طرف ہو جائیں اور تین ایک طرف ہو جائیں تو عبداللہ بن عمرؓ کو حاکم بنایا جائے۔ اگر اس کا فیصلہ نا قابل قبول ہو تو جس طرف عبدالرحمن بن عوفؓ ہوں ان کا ساتھ دیا جائے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ کے متعلق فرمایا کہ اگر سعدؓ خلیفہ منتخب ہوں تو وہ اس کے مستحق ہیں۔ میں نے ان کو کوفہ کی امارت سے ان کی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے نہیں ہٹایا تھا اور اگر کوئی دوسرا منتخب ہو تو سعدؓ کو اپنے مشوروں میں شریک رکھے۔ لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خلافت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ انہوں نے عبدالرحمنؓ بن عوف کا نام تجویز کر دیا۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے انکار کر دیا۔ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کا نام تجویز کر دیا۔ لیکن کسی بھی دوسرے رکن نے تائید نہ کی، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ پہلے ہی سے امیدواری سے دستبردار ہو چکے تھے، حضرت علیؓ کا نام تجویز کر کے حضرت زبیرؓ خود بخود امیدواری کی فہرست سے خارج ہو گئے۔ ان کا اپنا نام کسی دوسرے رکن نے تجویز نہ کیا، حضرت طلحہؓ اس وقت مدینے سے باہر تھے۔ اب میدان میں صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ رہ گئے، یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے کہا کہ میں امیدواری سے دستبردار ہو چکا ہوں۔ اگر آپ لوگ مجھے حاکم تسلیم کر لیں اور میرے فیصلے کی پابندی کریں تو میں آپ لوگوں میں سے موزوں شخص کو ملتِ اسلامی کے لیے منتخب کر دوں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت سعدؓ اور

حضرت زبیرؓ اس پر راضی ہو گئے۔حضرت علیؓ پہلے تو خاموش رہے پھر کہا کہ عبدالرحمنؓ پہلے وعدہ کرو کہ تم فیصلہ کرنے میں کسی رشتہ داری وقرابت کا لحاظ نہ کرو گے۔صرف حق کی پیروی کرو گے اور اسلام کے مجموعی مفاد کو پیش نظر رکھو گے۔حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے وعدہ کر لیا۔اب فیصلہ کا اختیار فرد واحد کے ہاتھ میں آ گیا۔ایک بے حد دوررس نتائج کا حامل اہم تاریخی اور سیاسی فیصلہ کرنا تھا۔

حضرت عبدالرحمنؓ نے وہ رات مدینے کے سرکردہ شہریوں ،مہاجرین وانصار کے نمائندوں ،عمال حکومت ،فوجی افسران ،امہات المومنین اور متعدد دوسری خواتین اور مدینے کے عوام سے مشورہ کرنے میں گزاری۔اس انتخاب میں جتنے مردوں اور عورتوں سے مشورہ کیا گیا کبھی بھی کسی دوسرے خلیفہ کے انتخاب میں نہ کیا گیا۔اس کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ سے الگ الگ ملاقات کی ،انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا"ابوالحسن اس میں شک نہیں کہ آپؓ گوناگوں فضائل واوصاف کی وجہ سے خلافت کے مستحق ہیں لیکن اگر کسی وجہ سے آپؓ خلیفہ منتخب نہ ہو سکے تو پھر آپؓ کے خیال میں اس کا سب سے زیادہ مستحق کون ہو سکتا ہے"؟۔حضرت علیؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کا نام تجویز کیا۔تیسری رات آ گئی ،حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے یاددہانی کروائی کہ اگلی صبح کو فیصلہ بہرحال ہو جانا ہے۔حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف رات بھر نہ سو سکے۔رات کے پچھلے حصے میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے طویل گفتگو کی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

فجر کی نماز کے بعد ارکان اسمبلی مسجد میں جمع ہو گئے۔فیصلہ سننے کے لیے مہاجرین وانصار ،معزز اکابرین ،فوجی اور سول افسر اور عام مسلمان سب ہی جمع ہو گئے۔مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔حضرت عبدالرحمنؓ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور مجمع عام سے ایک آخری رائے لی۔حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت مقداد بن اسودؓ نے حضرت علیؓ کی وکالت کی۔حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ اور ابن ابی ربیعؓ نے حضرت عثمانؓ کے انتخاب پر زور دیا۔تکرار اور ہنگامہ کی صورت حال پیدا ہو گئی۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے کہا"اس سے پہلے کہ کوئی فتنہ سر اٹھائے آپؓ اس کام سے فارغ ہو جائیں اور اپنا فیصلہ سنا دیں"۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور کہا"اگر آپؓ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو آپؓ کتاب اللہ اور سنت رسول خاتم النبیین ﷺ اور شیخین کی سنت کے مطابق عمل کریں گے"۔حضرت علیؓ نے جواب دیا"جہاں تک کتاب اللہ اور سنت رسول خاتم النبیین ﷺ کا تعلق ہے"ہاں"،لیکن شیخین کی سیرت کے علاوہ میں اپنی بصیرت اور صوابدید سے بھی کام لوں گا"۔جب حضرت عثمانؓ سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے غیر مشروط طور پر ہاں میں جواب دیا۔حضرت عثمانؓ کے دوٹوک اور غیر مشروط مثبت جواب نے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا ،حضرت عثمانؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا"اے اللہ تو گواہ رہنا کہ جو بوجھ اب تک میرے سر پر تھا میں اسے عثمانؓ کے سر پر رکھتا ہوں میں نے اپنا اختیار عثمانؓ کی طرف منتقل کر دیا"پھر کہا"اے عثمانؓ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول خاتم النبیین ﷺ اور سنت شیخین کی متابعت کی شرط پر آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں"۔یہ کہہ کر انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت کر لی۔اس کے فوراً بعد حضرت علیؓ نے کچھ احتجاج کے بعد اپنا ہاتھ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں دیا اور پھر سارے عرصہ میں ان سے تعاون کرتے رہے۔انہوں نے کوئی وراثتی حق امانت نہیں جتایا نہ ہی نظریہ امامت پیش کیا۔حضرت طلحہ بن عبداللہؓ مدینے سے باہر ہونے کی وجہ سے انتخابی مجلس کی کاروائی میں شریک نہ ہوئے تھے۔جب واپس آئے تو حضرت عثمانؓ کی بیعت ہو چکی تھی۔وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے ،حضرت عثمانؓ نے کہا"تمہیں اس معاملے میں اختیار ہے۔اگر تم انکار کرو گے میں اس معاملے کو لوٹا دوں گا"،حضرت طلحہؓ نے کہا"کیا آپؓ واقعی لوٹا دیں گے"؟،آپؓ نے فرمایا"ہاں" حضرت طلحہؓ نے پوچھا"کیا تمام لوگوں نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے"؟آپؓ نے فرمایا"ہاں" حضرت طلحہؓ نے بھی یہ کہہ کر بیعت کر لی"میں لوگوں کے متفقہ فیصلہ سے الگ نہیں رہ سکتا"۔

خطبہ بیعت

حضرت عثمانؓ اپنی کامیابی پر ہشاش بشاش ہونے کی بجائے اور اداس اور افسردہ تھے۔بیعت کے بعد منبر رسول خاتم النبیین ﷺ پر آ کر اجتماع سے خطاب کیا۔آپؓ نے فرمایا:

"اے لوگو!تم اپنے آپ کو قلعہ بند گھروں میں محفوظ سمجھتے ہو(یہ خام خیالی ہے) یہ دنیا فانی ہے۔چند روزہ زندگی میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے کی کوشش کرو،کیونکہ تمہیں صبح یا شام کوچ کرنا ہوگا۔تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے۔گزرے ہوئے حالات وواقعات سے عبرت حاصل کرو،غفلت شعار نہ بنو،خدا تم سے غافل نہیں ہے،تم بھی دنیا کو وہیں پھینک دو جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے پھینکا ہوا ہے۔اس کی بجائے آخرت کے طلب گار رہو"۔

پہلا مقدمہ

عہدہ خلافت کے بعد حضرت عثمانؓ کے سامنے جو پہلا مقدمہ پیش ہوا وہ عبداللہ بن عمرؓ کا تھا، حضرت عمر فاروقؓ ابولولو فیروز کے لگائے ہوئے زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔ قاتل خنجر کے بارے میں حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف اور حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ نے بیان دیئے تھے کہ وہ خنجر انہوں نے ہرمزان اور جفینہ کے پاس دیکھا تھا اور پوچھنے پر انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس سے گوشت کاٹیں گے۔ کیونکہ ہم گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ ہرمزان اور جفینہ کا جواب معنی خیز تھا۔ خاص کر ہرمزان کا جو مسلمان ہو چکا تھا اسے تو گوشت کو ہاتھ لگانے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے بیان کیا تھا کہ میں دفعتہ فیروز، جفینہ اور ہرمزان کے پاس سے گزرا، وہ چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے، مجھے دیکھ کر بھاگے اور ایک خنجر ان کے درمیان سے گر پڑا جس کے دو پھل تھے۔ اور دستہ بیچ میں تھا۔ دیکھو وہ خنجر کیسا ہے؟ جس سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہی خنجر نکلا۔ عبیداللہؓ کو یقین ہو گیا کہ ان کے والد کو ہرمزان اور جفینہ اور ابولولو فیروز نے سازش سے شہید کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد انہوں نے قصاص کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہرمزان، جفینہ اور ابولولو کی کمسن مسلمان بیٹی کو قتل کر دیا۔ اس طرح عبیداللہؓ بن عمر دو مسلمان، ہرمزان اور ابولولو کی بیٹی اور ایک ذمی عیسائی جفینہ کے قتل کے مرتکب ہو گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے انتخاب کے بعد یہ پہلا مقدمہ تھا، حضرت عثمان غنیؓ نے اکابر صحابہؓ سے مشورے کیے، حضرت علیؓ نے مقتولین کے قصاص میں عبیداللہؓ کے قتل کا مشورہ دیا لیکن اکثریت نے کہا کہ حضرت عمرؓ ایک کافر غلام کے خنجر کا نشانہ بنے ہیں اور ملت اسلامیہ کے لیے ان کی عظیم خدمات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آج اگر ان کا بیٹا قصاص میں مارا جائے تو یہ دوسرا المیہ ہو گا۔ عبیداللہؓ کے قتل سے کسی دوسرے فتنے کا پیدا ہو جانا بعید از قیاس نہیں تھا۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے قصاص کو خون بہا میں بدل دیا اور خون بہا کی رقم بھی یہ کہہ کر اپنی جیب سے ادا کر دی کہ میں مقتولوں کا ولی ہوں۔

حضرت علیؓ نے مقتولین کے قصاص میں عبیداللہؓ کے قتل کا جو مشورہ دیا تھا وہ عبیداللہؓ کے منہ میں تلخ مزہ چھوڑ گیا۔ جنگ صفین کے موقع پر حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے صرف عبیداللہؓ، حضرت معاویہؓ کے ہمراہ ہو کر حضرت علیؓ کے خلاف لڑے اور قتل ہوئے۔ عبیداللہ بن عمرؓ کے مقدمے کے فیصلے کے بعد حضرت عثمانؓ نے عوام، سول حکام، فوجی، سالار، محصول خراج اور عامتہ المسلمین کے نام تمام صوبوں اور علاقوں میں الگ الگ خط بھیج کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ، رسول خاتم النبیین ﷺ اور حضرات شیخین کے طرز پر چلنے اور خوف خدا کی تلقین میں اضافے کئے، رمضان المبارک میں کھانے کی تقسیم کا بندوبست کیا اور ایک سال تک عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے ابتدائی 6 سال انتہائی کامیابی سے گزر گئے۔ مسلمانوں میں کامل اتفاق رہا اور وہ اپنے دشمنوں سے نمٹنے اور اللہ کے دین کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے مقرر کردہ فوجی نظام میں تبدیلی نہ کی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں بھی جاری رہا۔ ایرانی بغاوت کا خاتمہ ہوا اور دنیا کی سب سے پہلی قدیم سلطنت ہمیشہ کے لیے مٹ گئی۔ اس کو فتح کرنے کا فخر حضرت عثمان غنیؓ کی قسمت میں لکھا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد حکومت کی فتوحات

طخارستان، طالقان، جوزجان، خاریاب، غزنی، کابل، ہرات، سیستان، بلخ، فرغانہ، قبرص، قسطنطنیہ، شمالی افریقہ، طرابلس، الجزائر، تیونس، مراکش، حبشہ، اندلس۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد زریں میں تقریباً ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل رقبہ مملکت اسلامیہ میں شامل ہوا۔ جبکہ حضرت عثمان غنیؓ کے چھ سات سال کے ابتدائی سالوں میں اسلامی حکومت کے حدود، مشرق میں ترکستان سے گزر کر چین میں اور جنوب میں خراساں سے گزر کر بمبئی اور شمال میں آرمینا اور ممالک خزر تک پھیل گئی۔ طبرستان، جرجان، طخارستان، سجستان، کرامان، محوات، کابل، نیشاپور وغیرہ سب ہی اس کے احاطے میں آ گئے، گویا خلافت راشدہ کی وسعت انتہا کو پہنچ گئی۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ وہ اپنے پیش رو کے کڑے معیار کو برقرار نہ رکھ سکے اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اسلام سے قبل چھوٹی بڑی دس شاخیں تھیں۔ ان میں سے 2 زیادہ مشہور تھیں۔

1۔ بنو ہاشم

2۔ بنو امیہ

ان دونوں خاندانوں میں ابتداء ہی سے رقابت پائی جاتی تھی، بنو ہاشم کعبے کے متولی ہونے کے ناطے سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جبکہ بنو امیہ کو افرادی اکثریت اور مال کی کثرت حاصل تھی، نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے مدینے آنے کے بعد بنو ہاشم کے تقریباً تمام لوگ مدینہ آ گئے تھے۔ اس وقت مکہ میں خاندان بنو امیہ ریاست کی کرسی

پر متعین تھا۔

8 ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو بنو امیہ کا زور ٹوٹ گیا اور اس طرح اس وقت خاندان بنو امیہ نے بھی اسلام کے سامنے سرخم کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کا تعلق خاندان بنو امیہ سے تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں بنو امیہ کے لیے صلہ رحمی کے تمام دروازے کھول دیئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے عہد فاروقی میں مصر فتح کیا تھا اور تب سے وہاں کے گورنر تھے۔ خراج کی وصولی میں نرمی سے کام لیتے تھے اور مصر کے قبیلوں میں ہر دلعزیز تھے۔ خراج میں کمی واقع ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے ان سے خراج میں اضافے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ''اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی'' حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں معزول کر کے اپنے رضائی بھائی حضرت عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کو 27 ہجری میں پورے مصر کا گورنر بنا دیا۔ ابن ابی سرح کی کوششوں سے مصر کے خراج کی رقم 20 لاکھ سے بڑھ کر 40 لاکھ ہو گئی۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ ''تمہارے بعد اونٹنی زیادہ دودھ دینے لگی ہے'' انہوں نے جواب دیا ''ہاں مگر اس کے بچے بھوکے رہ گئے ہیں۔''

عبداللہ ابن ابی سرح ایک قابل منتظم اور جرنیل تھے لیکن نظم و نسق میں سختی سے کام لیتے تھے۔ ان کا ماضی بھی لوگوں سے پوشیدہ نہ تھا۔ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور ان چند افراد میں سے تھے جن کے قتل کا حکم آپ خاتم النبیین ﷺ نے فتح مکہ کے دن دیا تھا لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے جان بخشی کروائی تھی۔ وہ پہلے مسلمان سالار تھے جنہوں نے رومیوں کے خلاف بحری جنگ کی اور انہیں زبردست شکست دی، حضرت معاویہؓ اور ولید بن عقبہ کے بعد عبداللہ ابن ابی سرح تیسرے اموی گورنر تھے۔ اب خلافت عثمانی کے نظم و نسق کی یہ صورت حال تھی کہ چوٹی کے تمام عہدوں پر بنو امیہ کے افراد فائز ہو گئے۔

1۔ شام میں امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ

2۔ مصر میں عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح (اموی) (حضرت عثمانؓ کے رضائی بھائی)

3۔ کوفہ میں ولید بن عتبہ (حضرت عثمان غنیؓ کے ماں جائے بھائی) اور ان کے بعد سعید بن العاص (اموی)

4۔ بصرہ میں عبداللہ بن عامر (حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی)

حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف مخالفت ابھارنے میں ان کے چچا زاد بھائی اور داماد مروان بن الحکم نے ''بدروح'' کا کردار ادا کیا۔

مروان بن حکم

اس کا باپ حکم فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا اور مدینہ میں مقیم ہو گیا۔ اس کی بعض حرکات کی وجہ سے آپ خاتم النبیین ﷺ نے اسے طائف جلاوطن کر دیا تھا۔ مروان بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ان باپ بیٹے کو مدینے بلا لیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اجازت دے دی تھی۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مدینے میں کیوں نہ آئے؟

اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مروان سے کر دیا اور اس کو اپنا سیکرٹری بنا لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے سیکرٹری کا کوئی باقاعدہ اور خصوصی عہدہ نہ تھا۔ مروان نے نہایت ہی ہوشیاری سے پورے نظام حکومت پر اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا اور حضرت عثمان غنیؓ کی رشتہ داری اور اعتماد کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ خلیفہ کی سرکاری مہر بھی اس کے قبضے میں رہتی تھی۔ لوگوں کو یہ تقرر پسند نہ آیا تھا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ بہت سے کام مروان حضرت عثمان غنیؓ کے حکم کے بغیر خود ہی کر ڈالتا ہے۔ مروان حضرت عثمان غنیؓ اور دوسرے صحابہؓ کے تعلقات کو خراب کرنے میں لگا رہا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ کی بھی یہی رائے تھی کہ مروان غلط روش اختیار کر چکا ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا کہ ''اگر آپؓ مروان کے کہنے پر چلیں گے تو وہ آپؓ کو قتل کروا کر چھوڑے گا''۔

حضرت عثمان غنیؓ نے کاروبار خلافت کا نظم و نسق چلانے میں بنو امیہ پر پورا انحصار کر لیا اور دوسرے قریش کو نظر انداز کیا گیا، تاہم ہمیشہ حضرت علیؓ نے بنو ہاشم کو کھلی مخالفت سے باز رکھا اور خود کبھی بھی حضرت عثمان غنیؓ کی مخالفت نہیں کی۔

عبداللہ بن سبا

یہ یمن کا یہودی تھا۔ اس کی ماں حبشی نژاد لونڈی تھی۔ جس کا نام سودا تھا۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا اور یمن سے مدینے آ گیا۔ حضرت عثمان غنیؓ سے کسی منصب کے حصول کے لیے درخواست کی لیکن ناکام ہوا۔ مدینے میں رہ کر عجمی نومسلموں، عجمی غلاموں اور تھوڑے بہت یہودیوں اور عیسائیوں سے ملتا رہا جو مدینہ، خیبر اور عرب کے دوسرے مقامات سے نکالے گئے۔ یہ یہودیوں اور یہودی مذہب کی اسلام کے ہاتھوں ذلت کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ یہودی

سے بڑھ کر کینہ رکھنے والی قوم دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ عبداللہ بن سبا نے اس کے بعد حُب علی کا نعرہ لگایا۔

ابن سبا پہلا شخص تھا جس نے حضرت علیؓ کی امامت کے فرض ہونے کو شہرت دی۔ اور حضرت علیؓ کا محب بن گیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی مخالفت اختیار کر لی۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے بظاہر زہد، درویشی اور ترک دنیا کا روپ اختیار کیا اور اپنے پیروکاروں کو بھی یہی بہروپ اختیار کرنے کا کہا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تبلیغی ڈھونگ رچایا۔ جب کم فہم اور کم سمجھ لوگ اس کی باتوں پر کان دھرنے لگے تو **اموی اور ہاشمی رقابت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، "حُب اہل بیت" کا چولا پہنا اور نئے نئے عقائد و نظریات وضع کر کے پھیلانا شروع کر دیئے**، مثلاً یہ کہ:

''ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ محمد خاتم النبیین ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور علیؓ خاتم الاولیاء ہیں۔ خلافت حضرت علیؓ کا حق ہے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی وصیت کو پورا نہ کرنے والا ظالم اور غاصب ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے خلافت پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے حالانکہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے وصی موجود ہیں۔ اس نے اپنی باتوں میں حضرت علیؓ کے مرتبے کو خدا تک پہنچا دیا۔ اور جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان غنیؓ کی بغاوت پر ابھارنا شروع کر دیا۔ وہاں اسے ایک لٹیرا حکیم ابن جبلہ مل گیا جو نظر بندی کی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی ابن سبا کے ہم نوا بن گئے اور پھر یہ گروہ بنوامیہ کی خلافت اور خلیفہ پر نکتہ چینی کرنے لگے' اس طرح ابن سبا نے عجمی عناصر کے جذبات کو بھی خلیفہ کے خلاف کر دیا۔ ابن سبا کی سرگرمیوں اور سازش کی خبر پر گورنر نے اسے کوفہ سے بھی نکال دیا۔ پھر وہ دمشق گیا لیکن وہاں پر اس کی دال نہ گلی، غرضیکہ بصرہ سے فسطاط سے ابن سبا جہاں جہاں سے گزرا، اپنے زہریلے اثرات چھوڑتا گیا۔ اس کا اور اس کے پیروکاروں کا کہنا تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ کو اور ان کے اعمال کو دین داری اور خدا خوفی سے کوئی تعلق نہیں۔ بنوامیہ کے اقتدار کو ختم کئے بغیر سچائی اور انصاف کو بحال نہیں کیا جا سکتا۔

ابن سبا کے سازشی گروہ نے بڑی بڑی گھناؤنی تراکیب استعمال کیں۔ ایک شہر کا سازشی گروہ دوسرے شہر کے لوگوں کو حضرت عثمان غنیؓ کے عمال کی فرضی ظلم بھری داستانیں لکھ کر بھیجتا رہا۔ انہوں نے یہ تاثر دیا کہ حضرت علیؓ ان کے ساتھ ہیں۔ نیز یہ بھی کہ تمام صحابہ کرامؓ اور خود حضرت عائشہؓ، حضرت عثمان غنیؓ کی پالیسیوں اور ان کے اعمال کے خلاف ہیں اور ان کی معزولی کے خواہش مند ہیں۔ بزرگ صحابہ کرامؓ کی مناصب سے معزولی اور توہین کے پردے میں حضرت عثمان غنیؓ کی اقربا نوازی، اموی عمال کی نااہلیوں اور غلط کاریوں کے افسانے گھڑے گئے، جعلی اور فرضی خفیہ خطوط کے ذریعے مختلف شہروں کے لوگوں میں بے اطمینانی پیدا کرنے اور انہیں بھڑکانے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔

یہ ایک زیر زمین تحریک تھی جو عام یہودی کا طریقہ کار ہے۔ فسطاط (مصر) میں بیٹھ کر اس نے اپنی سازشوں کا تانا بانا دوسرے شہروں میں پھیلایا۔ اس سازشی اور فتنہ پرور ٹولے نے حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف الزامات کی ایک طویل فہرست تیار کر لی۔ ان کے خلاف بڑا الزام یہ لگایا کہ ''وہ صرف رشتہ داروں کو نوازتے ہیں''۔ اس کے لیے وہ عمال کی بھرتی اور تعیناتی کی فہرست سامنے لاتے، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو حضرت علیؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں اپنے چچا زاد بھائیوں کو بصرہ، یمن اور مدینے کا گورنر مقرر کیا تھا اور اپنے بھانجے کو خراساں کا والی بنایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؓ کے مقرر کردہ عمال کو دیکھ کر مالک اشترنخفی اور اس کے ساتھیوں کو سخت مایوسی ہوئی تھی کہ وہ لوگ عہدوں سے محروم رہ گئے تھے۔ اشترنخفی نے کہا تھا ''اگر علیؓ نے بھی یہی کچھ کرنا تھا تو ہم نے خواہ مخواہ اس بڈھے (حضرت عثمان غنیؓ) کو قتل کیا''۔

کوفہ کے شرپسندوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے گفتگو کے لیے آپؓ کے پاس اپنے کچھ نمائندے بھیجے جنہوں نے خلیفہ کو کھلم کھلا دھمکی دی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عمال کو بہتری پیدا کرنے کی تمام تجاویز پیش کیں اور ہر ممکن کوششیں بھی کیں لیکن عبداللہ ابن سبا کی طرف کسی کا دھیان نہ گیا کہ یہ تمام کام وہ کر رہا ہے کیونکہ اس فساد کا اصل نہیں تو سب سے بڑا سرچشمہ تو وہی تھا۔

لوگوں نے حضرت علیؓ کی موجودگی میں حضرت عثمان غنیؓ پر الزام لگایا کہ آپؓ کے عمال آپؓ سے پوچھے بغیر کام کرتے ہیں اور آپؓ کو بتاتے بھی نہیں اور کہتے ہیں کہ آپؓ نے ایسا کہا تھا اور آپؓ ان کو پوچھتے بھی نہیں ہیں اور ان کا محاسبہ نہیں کرتے۔ اس پر مروان بطور خود کھڑا ہوا اور حاضرین کو یہ کہہ کر ڈرایا کہ ''اگر تم باہر جاؤ تو ہم تمہارے اور اپنے درمیان تلوار سے فیصلہ کر دیں''، حضرت عثمان غنیؓ نے اسے ڈانٹا اور کہا ''تم ہمارے درمیان نہ بولا کرو''۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے ایک تحقیقاتی کمیشن بنایا، عمال کو حج پر اکٹھا کیا، تمام اعمال حاضر ہوئے تو ان تمام باتوں کو ایک سازش قرار دیا۔

اسی سال حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا۔ حج سے واپسی پر مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا۔ سب نے وعدہ کیا کہ ہجری 55 سکون اور اطمینان کا

سال ہوگا۔سب کے چلے جانے کے بعد حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو تجویز پیش کی کہ ''آپؓ موجودہ خطرے کے پیش نظر مدینے کو چھوڑ کر چلے جائیں''۔

حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ چھوڑنے سے انکار کردیا۔حضرت معاویہؓ نے کہا کہ سازشیں ہورہی ہیں اور آپؓ کی جان کو خطرہ ہے۔آپؓ نے جواب دیا۔

حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر (میرے لیے اللہ ہی کافی ہے وہی میرا کارساز ہے)

اس کے بعد ابن سبا نے کوفہ، بصرہ، مصر اور دوسرے علاقوں کے سازشی دھڑوں کو خفیہ خطوط بھیجے اور مدینے کے بعض عناصر کو ملا کر خلیفہ پر یلغار کا پروگرام طے کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت عظمیٰ 35ہجری

محمد ابن سعد کی روایت کے مطابق مصر سے تقریباً 200 اور بصرہ سے 100 یعنی مجموعی طور پر تقریباً 900 باغیوں نے مدینہ کے قریب ذی خشب کے مقام پر ڈیرا ڈالا۔یہ لوگ چار چار کے قافلوں کی صورت میں آئے تا کہ کسی کو شک نہ ہو۔ان میں اکثریت مصریوں کی تھی۔کیونکہ مصر ان کی تحریک کا سب سے بڑا مرکز تھا۔حضرت عثمان غنیؓ کو باغیوں کے آنے کی اطلاع مل گئی تھی لیکن انہوں نے اپنی طبیعت کی نرمی کے باعث درگزر سے کام لیا۔باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کی معزولی کا مطالبہ شروع کردیا اور دھمکی دی کہ معزولی سے انکار کی صورت میں انہیں قتل کردیا جائے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ باغیوں نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے رابطے بھی کئے اور انہیں منصب خلافت قبول کرنے کے لیے کہا لیکن ان سب نے انکار کردیا اور کہا کہ انہیں خوب معلوم ہے کہ ''ذوالمروہ'' ذوخشب اور اعوص کی فوجوں پر رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے لعنت کی ہے''۔

مصری حضرت علیؓ سے بے حد محبت کرتے تھے۔حضرت علیؓ کے انکار پر مصریوں نے پوچھا کہ پھر آپؓ حضرت عثمان غنیؓ اور ان کے اعمال کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے لیے ہمیں خطوط کیوں لکھا کرتے تھے؟۔آپؓ نے اس بات کی سختی سے تردید کی، جس پر باغیوں کو حیرت ہوئی اور معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے جعلی خطوط ابن سبا اور اس کے ساتھیوں نے پھیلائے تھے اور جب باغیوں کو یقین ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ خلافت سے دستبردار نہیں ہوں گے اور لوگ حج سے واپس آجائیں گے تو کسی بھی صوبے سے حضرت عثمان غنیؓ کو فوجی کمک پہنچ جائے گی تو باغیوں نے انتہائی اقدام کا منصوبہ بنایا۔

جمعتہ المبارک کے دن حضرت عثمان غنیؓ نے منبر نبوی خاتم النبیین ﷺ پر کھڑے ہو کر خطبے کا آغاز کیا۔تو ایک شخص نے اٹھ کر کہا ! ''عثمانؓ کتاب اللہ کو اپنا طرز عمل بنا''۔آپؓ نے بڑی نرمی سے اسے بیٹھ جانے کا کہا لیکن اُس نے پھر یہی جملہ دہرایا۔مسجد میں شور برپا ہوگیا۔جہجا بن سعید غفاری کود کر منبر پر چڑھ گیا اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے رسول خاتم النبیین ﷺ کا عصا مبارک چھین کر توڑ دیا اور پرے پھینک دیا، پھر بلوائیوں نے عام پتھراؤ شروع کردیا۔حضرت عثمان غنیؓ زخمی ہو کر منبر سے نیچے گر گئے اور اسی حالت میں لوگوں نے انہیں اٹھا کر گھر پہنچایا۔

18 ذی الحج کو جمعتہ المبارک کے دن آپؓ معمول کے مطابق روزے سے تھے۔آپؓ نے غسل کیا اور خلافِ عادت پاجامہ پہنا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''آج میری حیات فانی کا آخری دن ہے۔اگر تم میری آرزو اور خوش فہمی نہ سمجھو تو میں ایک عجیب بات تمہیں بتاؤں۔میں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ تھے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''عثمان آج تم ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا'' بلوائیوں نے آپؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔حاضرین نے ایک مرتبہ پھر اصرار کیا کہ باغیوں کا مقابلہ کیا جائے لیکن آپؓ نہ مانے۔اُس روز آپؓ نے 20 غلام آزاد کئے۔اپنی اہلیہ کو فرمایا کہ شہادت کا وقت قریب ہے۔پھر حضرت زبیرؓ کو اپنا وصی مقرر کیا۔آپؓ اپنے گھر کے زنان خانہ میں اوپری منزل میں چلے گئے اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوگئے، جبکہ آپؓ کے گھر کے دروازے پر حضرت امام حسنؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ بلوائیوں کو روکتے رہے۔یہ دیکھ کر باغیوں کے لیڈر کنانہ بن بشر اور کچھ دوسرے ساتھی چھت سے کود کر حضرت عثمان غنیؓ کے خلوت خانہ میں گھس گئے سب سے پہلے بڑھ کر عافقی بن حرب نے حملہ کیا اور قرآن پاک کو پاؤں کی ٹھوکر ماری۔کنانہ بن بشر نے لوہے کی ایک بھاری سلاخ اس زور سے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر ماری کہ آپؓ پہلو کے بل گر گئے اور فرمایا ''بسم اللہ توکلت علی اللہ''۔پیشانی مبارک سے خون کا فوارہ بہہ نکلا، شور کی آواز سے آپؓ کی زوجہ محترمہ آگے بڑھیں۔سودان بن حمران کی تلوار کو اپنے ہاتھ سے روکا جس سے ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ان کی بری طرح توہین کی گئی پھر اس نے تلوار کے ضرب سے خلیفہ راشد کی زندگی کی ڈور کاٹ دی شہادت کے وقت آپؓ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 137 فرما رہے تھے۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

ترجمہ: ان لوگوں کے مقابلے میں عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہوگا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے''

اس میں شک نہیں کہ بنوامیہ سے حد سے زیادہ بڑھی ہوئی صلہ رحمی کے باوجود حضرت عثمان غنیؓ دنیا کے ایک عظیم ترین انسان تھے اور شہادت نے انہیں عظیم تر بنا دیا۔ پھر اس حادثے کا ایک اندوہ ناک سلسلہ ردعمل شروع ہوا، جس نے مسلمانوں کی تمام تر توانائیوں کو چوس لیا۔ جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نیروان، حضرت علیؓ کی شہادت، حضرت حسینؓ اور مختار ثقفی کی شورش، عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت، حجاج بن یوسف کی سفا کی اور خون ریزی، بنوامیہ اور بنوعباس کی جنگ، اقتدار، فرقہ خارجیہ اور فرقہ شعیہ کا ظہور سب ہی شہادت عثمانؓ کا نتیجہ تھے۔

مسلمانوں کا سیاسی اور مذہبی اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ ملت واحدہ بے شمار گروپوں اور فرقوں میں بٹ گئی۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت اسلام کی شکست ثابت ہوئی ،دشمنوں کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب اور خوف ختم ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ اس قرآنی تصور کو کہ مسلمان وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ ترجمہ: "اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ھیں" (سورۃ الفتح آیت نمبر 29) کو اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو عمر مبارک 70 سال تھی۔ 6 سال تک فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ جب فتنوں نے سر اٹھایا تو عمر 76 سال تھی۔ جب فتنوں نے زور پکڑا تو عمر 80 سال سے زیادہ ہوگئی تھی۔ بنوامیہ نے آپؓ کی حلیمی، صلہ رحمی اور عمر رسیدگی سے فائدہ اٹھایا، دوسرے قبائل میں رقابت بڑھ گئی۔ ابن سبا نے غیر مطمئن عناصر کو آلہ کار بنالیا۔ ایرانی، یہودی اور مجوسیوں کو ساتھ ملالیا، دور جدید کا ایک ایرانی مورخ کاظم زادہ اپنی تصنیف میں صاف لکھتا ہے۔

''جس دن سے سعد بن ابی وقاصؓ نے خلیفہ دوئم کی جانب سے ایران فتح کیا، ایرانی اپنے دل میں کینہ اور انتقام کا جذبہ پالتے رہے۔ کینہ اور انتقام کا یہ جذبہ مختلف مقام پر ظاہر ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ''فرقہ شعیہ'' کی بنیاد پڑ جانے سے کینہ وانتقام کا یہ جذبہ بالکل بے نقاب ہوگیا اور ارباب علم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ ''شعیہ مذہب'' کی بنیاد وظہور میں اعتقادی مسائل ونظری اختلاف کے علاوہ ایک اور مسئلہ بھی داخل تھا۔ ایرانی اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتے تھے کہ مٹھی بھر ننگے پاؤں پھرنے والے بادہ نشین عربوں نے ان کی مملکت پر قبضہ کرلیا۔ خزانہ کولوٹ لیا اور بے گناہ انسانوں کو قتل کیا'' مورخ کاظم زادہ اپنی اس تصنیف '' تجلیات روح ایران در ادوارِ تاریخی '' میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ

''ہمارے دانشمند بزرگوں کو نہ تو بنوفاطمہ سے عشق تھا اور نہ خاندان بنوامیہ سے دشمنی۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی بھی طرح عرب حکومت کا تختہ الٹا دیا جائے اور اپنی عظمت اور حکومت بحال کر لی جائے۔ چونکہ ہاشمی خلافت حضرت علیؓ کے بعد ختم ہوگئی اور اموی حکومت دنیائے اسلام کی مرکزی حکومت تسلیم کر لی گئی۔ اس طرح عرب عجم پر بری طرح مسلط ہوگیا۔ لہذا ہمارے پاس واحد چارہ کار یہی تھا کہ ہاشمیوں کا ساتھ دے کر ان کو دشمنی پر ابھارتے اور ہمارے بزرگوں نے ایسا ہی کیا''۔ مشہور دانشور عالم، مصنف اور مفسر قرآن جرمن نومسلم علامہ محمد اسد نے اپنی سوانح عمری شاہراہ مکہ (روڈ ٹو مکہ) میں یہاں تک لکھ دیا کہ

''ایران میں ماہ محرم کا ماتم ایرانی شہنشاہت کے خاتمے کا ماتم ہے''۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کی طرح حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی سازش بھی ایک عجمی سازش تھی۔ جو ایرانی شہنشاہت کے خاتمے کا انتقام تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف اصل منصوبہ ابن سبا، یہودی کا تھا۔

ایام محاصرہ میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی تقریر کے دوران اپنی اقربا پروری اور صلہ رحمی کی وضاحت بھی کردی تھی۔ آپؓ نے فرمایا:

''لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے خاندان سے محبت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ فیاضی کرتا ہوں۔ میری فیاضی میرے اپنے مال تک محدود ہے۔ مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں نہ کسی دوسرے کے لیے۔ میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں بھی اپنے مال سے گراں قدر عطیے دیتا تھا۔ حالانکہ میں اس وقت بخیل وحریص تھا۔ اب جبکہ میں اپنی خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں، زندگی ختم ہوچکی ہے اور اپنا تمام سرمایا اہل وعیال کے سپرد کر دیا ہے تو ملحدین ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے کسی شہر پر خراج کا کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالا کہ مجھے الزام دیا جائے۔ جو لیا وہ انہیں لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دیا، میرے پاس صرف خمس آتا ہے اور اس میں سے بھی میرے لیے کچھ لینا جائز نہیں ہے۔ میں اس میں سے کچھ نہیں لیتا۔ یہاں تک کہ کھاتا بھی ہوں تو اپنے مال سے''

تدوین اشاعت قرآن پر بھی معترضین نے اعتراض کیا، عرب میں ہر قبیلے کی الگ قرات تھی۔ قرآن پاک چونکہ قریش کی قرأت پر نازل ہوا تھا اس لیے حضرت حذیفہؓ اور حضرت علیؓ کے مشورہ پر قرآن پاک کو ایک قرات پر متفق کیا اور حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن پاک کو ایک معیاری مصحف کی شکل میں تیار کرکے، کوفہ، بصرہ، دمشق، فسطاط وغیرہ میں بھجوادیا۔ کیونکہ باقی زیادہ تر بدوی قبائل اور نومسلم تھے، اس لیے انہیں حضرت عثمان غنیؓ کی یہ خدمت بھی پسند نہ آئی۔ جب حضرت علیؓ کے زمانے میں ان

کے سامنے کسی نے اعتراض کیا تو انہوں نے کہا ''خاموش'' حضرت عثمان غنیؓ نے یہ سب کچھ ہمارے مشورہ سے کیا تھا، اگر مجھے یہ کام کرنا پڑتا تو میں ایسا ہی کرتا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی نماز:۔

(i) حضرت عثمان عبدالرحمٰن تیمیؒ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ ''عشاء کی نماز کے بعد میں ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ایک شخص نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا۔وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔انہوں نے سورہ فاتحہ سے نماز شروع کی اور سارا قرآن ایک رکعت میں مکمل کیا اور پھر رکوع کیا''۔

(ii) عطا بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کلام اللہ کو ایک رکعت میں جمع کر دیا یہ رکعت وتر تھی۔ (iii) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان کو باغیوں نے شہید کر دیا تو ان کی بیوی نے کہا ''تم نے ایسے شخص کو شہید کر دیا جو ساری رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتا تھا''۔

حضرت عثمانؓ کی شان سخاوت:۔

(1) حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا۔لوگ بہت پریشان تھے۔ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آج شام تک اللہ تعالیٰ ہماری پریشانی دور فرمادے گا چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے لے آئے۔اور حضرت عثمانؓ نے یہ تمام غلے سے لدے ہوئے اونٹ فقرا مدینہ کو اللہ کی راہ میں دے دیئے۔

(2) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ جب مدینہ آئے۔تو مدینہ میں اس وقت پانی کی قلت تھی صرف ایک میٹھا کنواں تھا جس کا نام ''بیر رومہ'' تھا اور یہ کنواں ایک یہودی کے ملکیت تھا۔یہودی اس پانی کو جتنی قیمت میں چاہتا تھا فروخت کرتا تھا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا اس کے لئے جنت ہے'' حضرت عثمانؓ نے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دیا۔

(3) مسجد نبوی بہت ہی چھوٹی تھی۔اس کے قریب کی زمین فروخت ہو رہی تھی آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اس زمین کو کریدکر مسجد کے لئے وقف کر دے گا اس کے لئے جنت ہے حضرت عثمانؓ 25 ہزار درہم میں یہ زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دی۔

(4) ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے گھر میں چار دن کا فاقہ تھا۔حضرت عثمانؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کئی بورے گیہوں۔کئی بورے چھوہاروں کے ایک بکری کا گوشت اور تین سو روپے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے گھر بھیج دیئے۔اس کے ساتھ یہ بھی کہلوایا کہ کھانا پکانے میں دیر لگے گی میں پکا ہوا کھانا بھی بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تیار کروا کر بھیجا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ جب مسجد سے گھر تشریف لائے تو معلوم کیا کہ یہ سب سامان کہاں سے آیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ حضرت عثمانؓ نے بھیجا ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا'' اے اللہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی عثمانؓ سے راضی ہو جا''۔

(5) غزوہ تبوک کی تیاری کے لئے حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹ بمعہ سامان پیش کئے۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا عثمانؓ کے اس عمل کے بعد اب انہیں آخرت میں کس چیز کی ضرورت ہوگی جو نجات کے لئے درکار ہو؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔(مشکوۃ)

حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی:۔

''حضرت عثمانؓ بہت زیادہ نرم مزاج تھے۔یہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ نرم مزاجی کا برتاؤ کیا۔انہوں نے رعیت کے حقوق کا خیال رکھا۔اس لئے شریف لوگ آپؓ سے محبت کرنے لگے اور رذیل لوگوں نے ان کی نرمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں شہید کر دیا''۔(طبرانی)

اسلامی جمہوریت کا خاتمہ:۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے اسلامی جمہوریت کی روح بری طرح پامال ہوئی۔اور حضرت علیؓ کی شہادت سے بالکل ختم ہو گئی۔خلافت اس کے بعد ملوکیت میں تبدیل ہو گئی۔شہادت عثمانؓ سے دو متصادم گروہ ظہور پزیر ہوئے۔حضرت علیؓ کے حامی شعیان علی اور حضرت امیر معاویہؓ کے حامی شعیان معاویہ کہلائے۔(شعیان کا مطلب گروہ) ابتدا میں یہ سیاسی گروہ تھے۔جن کا مقصد اپنے امیدوار کو خلافت دلانا تھا۔بعد میں انہوں نے مذہبی رنگ اختیار کر لیا۔اور پھر متعدد فرقے سنی۔شعیہ اور خارجی وجود میں آئے۔

****

حضرت علیؓ (دورِ خلافت 35ھ تا 40ھ)

نام: علی

لقب: حیدر

کنیت: ابوالحسن و ابوتراب

پیدائش: 13 رجب المرجب، یوم جمعہ

واقعہ اصحاب الفیل کو تیس برس ہو چکے تھے، آپؓ کی پیدائش کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ''تحفہ اثنا عشرہ'' کے صفحہ 29 پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔مشہور ہے کہ

''اہل بیت کا معمول تھا کہ 15 رجب المرجب کو کعبہ شریف کا دروازہ کھول کر اس کے اندر جا کر زیارت کرتے تھے، حضرت علیؓ کی تاریخ ولادت بھی اس روز واقع ہوئی، مشائخ کرام نے اس روز درود و وظائف کیے ہوئے ہیں''۔

معمول یہ تھا کہ قبل ازیں ایک روز عورتیں زیارت کو آئیں، اتفاقاً عورتوں کی زیارت کے روز حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد نے اس کے باوجود کہ حمل کی مدت پوری ہو چکی تھی خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا چونکہ سال میں یہ دن ایک ہی بار نصیب ہوتا تھا، آپ سخت دشواری اور کمال مشقت سے خانہ کعبہ تک پہنچیں۔ ان دنوں خانہ کعبہ کا دروازہ بقدر قدم آدم بلند تھا جیسا کہ اب بھی ہے لیکن ان دنوں میں کوئی زینہ نہ لگتا تھا اور عورتوں کو بمشکل تمام مرد حضرات اس جگہ تک لاتے تھے۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ کو دردِ زہ شروع ہو گیا اور خانہ کعبہ کے اندر ہی حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ یہ ایک حکم الٰہی ہے۔اس سے حضرت علیؓ کی فضیلت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ثابت نہیں ہوتی (جیسا کہ روافض کا زعم فاسد ہے) آپؓ کا رنگ مبارک گندم گوں تھا۔آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔بال بہت تھے، آپؓ کی ریش مبارک عریض تھی، قد چھوٹا تھا۔آپؓ 8 سے 10 سال کی عمر میں ایمان لائے۔

حضرت علیؓ کی پرورش رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے زیر سایہ ہوئی۔ پس حضرت علیؓ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کی اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے سب اوصاف حمیدہ کو دیکھا۔سمجھا اور ان پر عمل پیرا ہوئے۔حضرت علیؓ نے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور بچپن ہی سے پختہ ایمان آپ کے دل میں پیوست ہو گیا تھا۔آپ نے کبھی اپنا سر بتوں کے سامنے نہیں جھکایا۔اس لیے ہم آپؓ کے نام کے ساتھ تعظیماً کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔
رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ پر تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (سورہ الشعراء، آیت نمبر 214)

ترجمہ: ''آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنا دو'' تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک روز اپنے تمام قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر مدعو کیا اور کھانے کے دوران اسلام سے متعارف کرایا۔لیکن حضرت علیؓ کے علاوہ کسی نے بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی باتوں پر توجہ نہ دی۔اس وقت حضرت علیؓ نے نہایت جرات سے کھڑے ہو کر کہا ''گو میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔میری ٹانگیں بھی لاغر ہیں اور میں سب سے چھوٹا بھی ہوں لیکن میں پھر بھی رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کا ساتھی اور معاون رہوں گا''۔قریش کے سرداروں نے جب حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا تو بہت زور سے ایک قہقہہ لگایا۔''
رسول پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت علیؓ کو بہت چاہتے تھے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو تین بیٹے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ دیئے۔محسن بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ان تینوں بیٹوں کے علاوہ زینبؓ اور کلثومؓ آپ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت پر جاتے ہوئے حضرت علیؓ کو لوگوں کی امانتیں سونپ کر گئے۔حضرت علیؓ نے اس ذمہ داری کو بخیر و خوبی پورا کیا۔

اللہ کا شیر

حضرت علیؓ نے سب لڑائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بے مثال جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔مثلاً بدر کی جنگ کی ابتدا ہی میں ولید بن عتبہ نے مسلمانوں کو للکارا۔ حضرت علیؓ نے اس کا سامنا کیا اور تھوڑی ہی دیر میں اسے واصل بہ جہنم کر دیا۔اس طرح جنگ احزاب میں عمرو بن عبدود جو کے ایک نہایت تجربہ کار جنگجو مشرک تھا۔وہ اور اس کا گھوڑا خندق کو پھاند کر مسلمانوں کے قریب پہنچ گئے۔حضرت علیؓ نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا تو اس نے تکبر سے کہا ''تم ابھی طفل مکتب ہو''۔میرے پائے کے کسی آدمی کو بھیجو۔حضرت علیؓ اس کا مقابلہ کرنے پر مصر ہوئے اور اس مشرک کو بھی آناً فاناً قتل کر دیا۔

خیبر کی جنگ کے دوران مسلمانوں کی ان تھک کوشش کے باوجود قموص نامی قلعہ فتح نہ ہو سکا تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا'' کل میں ایسے

شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اس کا رسول خاتم النبیین ﷺ اس سے محبت رکھتے ہیں "۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2975)

ہر مسلمان کی خواہش تھی کہ یہ عزت افزائی اسے ملے۔ دوسرے دن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا۔ اس وقت حضرت علیؓ قدرے علیل تھے اور آپؓ کی آنکھیں بھی دکھتی ہوئیں تھیں۔ لوگوں کو حیرت ہوئی اس وقت آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنا لعاب مبارک اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور ان ہاتھوں سے حضرت علیؓ کی آنکھوں کو چھوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت علیؓ کی آنکھیں اسی وقت ٹھیک ہوگئیں اور حضرت علیؓ نے اس یہودی قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس لیے حضرت علیؓ کو فاتح خیبر سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کی ان ہی جنگجو صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو "اسد اللہ" یا اللہ کے شیر کا خطاب ملا۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے نہ صرف ہجرت کے وقت مکہ کے لوگوں کی امانتیں آپؓ کے سپرد کیں، بلکہ آپؓ کو بڑی بڑی ذمہ داریاں بھی سونپی گئیں، مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ 9ھ میں امیر حج بن کر حج کے قافلے کے ساتھ گئے ان کے جانے کے بعد رسول پاک خاتم النبیین ﷺ پر سورہ توبہ (سورہ برات) نازل ہوئی۔ اس سورۃ کے وحی کے احکامات کے اعلان کے لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ پس حضرت علیؓ نے حج کے موقعہ پر ہی اعلان کیا" آئندہ سال کوئی مشرک اور کوئی غیر مسلم مکہ میں داخل نہ ہوگا۔ اور آئندہ کسی کو ننگے جسم سے خانہ کعبہ کے طواف کی اجازت نہ ہوگی"۔

فاتح خیبر

مدینہ سے چند منزل دور خیبر عہد نبوی خاتم النبیین ﷺ کا اسرائیل بن چکا تھا۔ مدینے سے نکالے گئے یہودی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ سب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ خیبر میں یہودیوں کے 6 قلعے اور 20000 جنگجو تھے، سامان جنگ وافر تھا۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو ان کے عزائم کا علم ہوا تو آپ خاتم النبیین ﷺ سانپ کو اس کے بل میں رکھنے کے لیے 600 جانثار اصحابہ کرامؓ کے ساتھ اچانک خیبر پہنچ گئے اور یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ 20 دن تک جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں میں نفاق ڈال دیا اور وہ متحد ہو کر نہ لڑ سکے۔ یکے بعد دیگرے ان کے پانچ قلعے فتح ہو گئے، مگر چھٹا قلعہ فتح ہونے میں نہ آتا تھا۔ بڑے بڑے صحابہؓ مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اسلام کا پرچم ہاتھ میں لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک شام نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا اور جسے اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے محبت ہے اور اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2975)

یہ ایک اہم اعلان تھا، قدرتی طور پر ہر صحابیؓ یہ چاہتا تھا کہ یہ اعزاز اس کے حصے میں آئے۔ فیصلہ کن صبح نمودار ہوئی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک نوجوان کو طلب کیا۔ نام سن کر صحابہ کرامؓ متعجب رہ گئے اور عرض کیا" وہ تو سخت آشوب چشم میں مبتلا ہیں اور اپنے خیمے میں ہیں"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا"انہیں لے آؤ"۔ ارشاد نبوی خاتم النبیین ﷺ کی تعمیل ہوئی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے نوجوان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ حیرت انگیز طور پر آنکھوں کی تکلیف ختم ہوگئی، پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انہیں لشکر اسلام کا پرچم عطا کیا اور فرمایا:

''جاؤ اللہ حافظ و ناصر ہو' پہلے قموص یہودیوں کو نرمی سے سلام پیش کرنا۔ اگر ایک شخص بھی تمہاری تبلیغ سے اسلام لے آئے تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"۔ لیکن قموص کے یہودیوں پر اسلام کا کوئی اثر نہ ہوا، گھمسان کی جنگ ہوئی 20 مسلمان شہید ہوئے اور ناقابلِ تسخیر سمجھا جانے والا قلعہ بھی فتح ہوگیا۔ یہ نوجوان جن کے ہاتھ پر یہ قلعہ فتح ہوا، حضرت علیؓ تھے۔ ہجرت کی رات جب آپ خاتم النبیین ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مکہ سے نکلے تو حضرت علیؓ کو آپ خاتم النبیین ﷺ بستر مبارک پر سوتا چھوڑ کر گئے تاکہ مسلمانوں کی امانتیں لوٹا کر مدینہ آئیں۔ جنگ بدر کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا۔

حج اور اعلان برات

ذی قعدہ 9 ہجری میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے تین سو مسلمانوں کا قافلہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ کیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ ان کی روانگی کے بعد سورہ توبہ کی ابتدائی چالیس آیات نازل ہوئیں، ان آیات میں احکامات تھے۔ ان احکامات کے پیش نظر آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ کو روانہ کیا تاکہ حج کے موقع پر یہ احکامات تمام مجمع حج کو پڑھ کر سنا دیں اور اعلان کر دیں کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور جن مشرک قبائل کے

مسلمانوں سے معاہدے تھے وہ چار ماہ کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے خطبہ میں حج کے مسائل بیان کیے اور حضرت علیؓ نے سورۃ توبہ کی ابتدائی چالیس آیات پڑھ کر سنائیں، وہاں عرب کے اطراف سے آنے والے ہزاروں کفار اور مشرکین موجود تھے اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تھی۔ اعلان برات (بیزاری) سن کر مشرکین منہ تکتے رہ گئے اور ان پر کعبہ کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیئے گئے۔

حضرت علیؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی، نیز جس جنگ میں بھی آپ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں دستے دے کر بھیجا آپ ؓ کامیاب لوٹے۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت علیؓ کے تعلقات ہمیشہ برادرانہ رہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کو جب باغیوں نے گھیرا تو آپؓ نے حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کو پہرہ دینے کے لیے حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کے دروازے پر متعین کر دیا تھا لیکن باغی ان کی چھت کے ذریعے گھر کے بالائی حصے میں جا کر حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئے، جب حضرت علیؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے سخت رنج و غصہ کی حالت میں حضرت امام حسنؓ اور حضرات امام حسینؓ کو تھپڑ بھی مارے کہ تمہارے ہوتے ہوئے یہ واقعہ کیسے پیش آیا۔ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا 'خدایا میں عثمانؓ کے خون سے اپنی برات ظاہر کرتا ہوں' جنہیں قرآن نے ''رحماء بینھم'' کا سرٹیفکیٹ دیا وہ ایک دوسرے کے دشمن کیسے ہو سکتے ہیں؟۔

حضرت علیؓ کے انتخاب بطور خلیفہ اور ان کے انتخاب کے بعد کے حالات کی طرف توجہ دینے سے پہلے ان کی ایک تقریر بیان کی جاتی ہے جو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کی تھی۔ یہ سوال ابن الکوا اور قیس بن زیاد نے کیا تھا۔ سوال یہ تھا لوگ کہتے ہیں "رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے آپؓ سے عہد لیا تھا کہ ان کے بعد آپؓ خلیفہ ہوں گے؟ لہٰذا آپؓ ہمیں حقیقت حال سے آگاہ کریں۔ آپؓ سے زیادہ حقدار کون ہو سکتا ہے"؟ حضرت علیؓ نے فرمایا:

''بخدا یہ غلط ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے مجھ سے کوئی عہد لیا تھا، جب میں نے سب سے پہلے آپ خاتم النبیین ﷺ کی تصدیق کی تو سب سے پہلے آپ خاتم النبیین ﷺ پر جھوٹ کیوں بولوں گا۔ اگر آپ خاتم النبیین ﷺ نے خلیفہ بنانے کا عہد مجھ سے لیا ہوتا تو میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کو مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ کے منبر پر کھڑا نہ ہونے دیتا اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتا۔ اگرچہ اس وقت میرا کوئی ساتھی نہ بھی ہوتا۔ پھر اس بات پر بھی غور کرو کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نہ تو اچانک قتل ہوئے نہ ناگہانی موت آئی بلکہ عرصہ تک بیمار رہے۔ مؤذن آ کر آپ خاتم النبیین ﷺ کو نماز کی امامت کے لیے کہتا تو آپ خاتم النبیین ﷺ حکم دیتے ''ابوبکرؓ سے کہو امامت کروائیں'' حالانکہ میں بھی وہاں موجود ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کئی دن تک نماز کی امامت کرواتے رہے اور آپ خاتم النبیین ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ سے انہیں دیکھتے رہے۔ ایک مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی (حضرت عائشہؓ) نے اس سے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت سے باز رکھنا چاہا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے غصہ سے فرمایا ''تم یوسفؑ کے زمانے کی خواتین کی مانند لگ رہی ہو، ابوبکر صدیقؓ سے کہو کہ وہی نماز پڑھائیں''۔ (مسند احمد، جلد 10 حدیث نمبر 10984)

جب آپ خاتم النبیین ﷺ فوت ہو گئے تو ہم سب نے اس معاملہ پر غور کیا اور اس شخص کو اپنی دنیا کی امامت کے لیے بھی قبول کر لیا جس کو آپ خاتم النبیین ﷺ ہماری نماز کی امامت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حق بیعت ادا کیا ان کی اطاعت کی اور ان کی طرف سے لڑا (یعنی جہاد کیا) انہوں نے جو کچھ مجھے دیا میں نے بخوبی قبول کیا، میں ان کے سامنے مجرموں کو اپنے درہ سے حدود جاری کرتا تھا۔ انہوں نے بوقت انتقال حضرت عمرؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور ہم میں سے کسی نے بھی نہ تو مخالفت کی اور نہ ہی بیزاری ظاہر کی۔ میں نے حضرت عمرؓ کا بھی حق ادا کیا اور ان کی طرف سے لڑا (جہاد کئے) ان کے عہد خلافت میں بھی میں نے اپنے کوڑے سے مجرموں کو سزا دی۔ حضرت عمرؓ نے انتخاب کے لیے مجلس شوریٰ کا قیام فرمایا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نہایت غور و خوض اور باہمی مشاورت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کا ہاتھ تھام لیا، لہٰذا میں نے بھی حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت کر لی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے شہید ہونے کے بعد کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی اور اب خلافت کے لیے ایک ایسا شخص میرا مد مقابل بن گیا جو قرابت رسول خاتم النبیین ﷺ اور سبقت اسلامی میں میرا مدِ مقابل ہو ہی نہیں سکتا'' (یعنی امیر معاویہؓ)

ظاہر ہے حضرت علیؓ نے انتخاب خلیفہ کو جمہوری اور شورائی عمل سمجھ کر قبول کیا۔ موروثی حق امامت کا کوئی خیال ان کے ذہن میں نہ تھا۔

حضرت علیؓ کی بیعت (کارِ مشکل)

24 ذی الحجہ 35 ہجری، علامہ ابن جریر طبریؒ کی روایت کے مطابق حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد پانچ دن تک مدینہ منورہ پر باغیوں کا قبضہ رہا۔ مصریوں کا سرغنہ غافقی بن حرب مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں نماز کی امامت کرواتا تھا۔ اہل مدینہ پر سراسیمگی طاری تھی۔ مملکت اسلامیہ سربراہ حکومت سے زبردستی

محروم کر دی گئی تھی جس کی کبھی توقع نہ تھی۔ باغیوں کو یہ بھی خطرہ تھا کہ نیا خلیفہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنیؓ کے باغیوں کو گرفتار کروا کر انتقام لے گا۔ ان کو معلوم تھا کہ خود ان ہی میں سے کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انہوں نے اکابر صحابہؓ اور عشرہ مبشرہ کے پاس جانا آنا شروع کر دیا، حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد کوئی دوسرا شخص حضرت علیؓ سے بڑھ کر خلافت کے لے موزوں نہ تھا۔ لیکن جب حضرت علیؓ سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ بخدا مجھے شرم آتی ہے کہ عثمانؓ مظلومانہ شہید ہوں اور میں ان کی جگہ خلافت کا منصب سنبھال لوں، تم کسی کو بھی یہ منصب دے دو اور مجھے ان کا وزیر رہنے دو اور باغیوں کو یہ بھی کہا کہ خلیفہ کا چناؤ ''اہل شوریٰ اور اہل بدر کا حق ہے'' اس پر باغیوں نے اکابر صحابہ اور اہل مدینہ کو نوٹس دے دیا کہ اگر تین دن تک خلیفہ مقرر نہ کیا گیا تو ہم علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ تینوں کو قتل کر دیں گے۔ یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ سب نے مل کر حضرت علیؓ کو راضی کیا کہ اگر آپؓ خلافت قبول نہ کریں گے تو فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ بیعت خفیہ طور پر گھر میں نہیں ہوگی بلکہ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں جیسے ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت ہوئی تھی ویسے ہی ہوگی۔ چنانچہ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں مہاجرین اور انصار نے آپؓ کی بیعت کی۔ اس کے بعد دوسرے دن باغیوں نے بھی بیعت کی۔ بعض صحابہؓ نے بیعت نہیں کی لیکن مخالفت بھی نہ کی۔ بہر حال حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ راشد منتخب ہو گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف بلوہ اور بغاوت نے نظم و نسق حکومت اور معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ قانون کی بالادستی کو سخت نقصان پہنچا تھا۔

شام میں حضرت امیر معاویہؓ آزادی و خلافت کے خواب دیکھنے لگے تھے، حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں حکومت کے منصوبوں پر بنو امیہ کے لوگ فائز تھے، وہ حضرت علیؓ پر زور دینے لگے کہ جلد از جلد حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں کا قصاص لیں۔ لوگ بار بار حضرت علیؓ کے پاس آتے اور قصاص پر زور دیتے۔ وہ یہی جواب دیتے "میں اس سے غافل نہیں ہوں لیکن ایسی جماعت کے ساتھ کیا کروں جس پر میرا قابو نہیں"۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں ان کی فوج باغیوں پر ہی مشتمل تھی۔ دوسرے مسلمان بہت کم تھے۔ اس باغی گروہ میں قاتلین عثمانؓ بھی شامل تھے۔ ان سب نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے قصاص عثمانؓ کو اپنی بیعت کی شرط قرار دیا لیکن جب حضرت علیؓ نے تمام صوبوں کے عمال کو برطرف کرنے کا فیصلہ کیا اور امیر معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول کیا تو انہوں نے قصاص کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا، بیعت سے انکار کر دیا اور نئے گورنر کو چارج نہیں دیا۔ دراصل ان کے پیش نظر سیاسی خود مختاری تھی اور اب موقع اچھا تھا، بنو امیہ اور بنو ہاشم کی زمانہ جاہلیت کی رقابت از سر نو ابھر آئی تھی۔ طویل زمانہ امارت نے حضرت معاویہؓ کو جوڑ توڑ کا ماہر بنا دیا تھا۔ ان کا طرز عمل غیر آئینی تھا۔ انہوں نے مرکز حکومت کی اطاعت سے انکار کیا۔ اب حضرت علیؓ کے پاس تلوار کے سوا اور کوئی علاج نہ تھا۔ حضرت علیؓ یہ جانتے ہوئے کہ اب پہلی مرتبہ مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے خلاف چلیں گی، جنگی کارروائی کے لیے مجبور ہو گئے کیونکہ وہ مملکت اسلامی کو دو ٹکڑے ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اکثر صحابہؓ موجودہ صورتِ حال سے پریشان تھے۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی مخالفت کی اور ایسے بھی تھے جنہوں نے احتیاط کا تقاضہ سمجھ کر غیر جانبداری اختیار کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ، محمد بن سلمہؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے فریقین میں سے کسی کا ساتھ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس جنگ میں شریک ہوں تو مجھے ایسی تلوار دیجیے جو کافر پر تو چلے لیکن مسلمان پر نہ چلے''۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ''آپؓ مجھے ایسی چیز میں شرکت پر مجبور نہ کریں جس کے حق اور باطل ہونے کا فیصلہ میں نہ کر سکوں''۔ محمد بن سلمہؓ نے کہا کہ ''رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اپنی تلوار کو مشرکوں کے مقابلے میں استعمال کروں اور جب مسلمانوں سے لڑنے کا وقت آئے تو اسے کوہ احد کے پتھروں پر مار کر توڑ دوں چنانچہ کل میں نے اسے توڑ دیا ہے''، اسی طرح اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ ''مجھے اس میں شرکت سے معاف رکھا جائے۔ میں نے عہد کیا ہے کہ کلمہ شہادت پڑھنے والوں سے جنگ نہ کروں گا''

تاہم ایسے صحابہؓ بھی تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا مہاجرین قریش زیادہ تر الگ رہے، مدینہ کے لوگ متفق الرائے نہ رہ سکے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی بیعت بھی قصاص عثمانؓ پر مشروط تھی اور یہ وقتاً فوقتاً حضرت علیؓ کو یاد دلاتے رہتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے محاصرے کے دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ حج کے لیے مکہ تشریف لے گئیں تھیں، حج سے واپسی پر انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کی بیعت کی خبر ملی۔ مدینے کے مخدوش حالات کی وجہ سے آپؓ مکہ چلی گئیں۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی پہنچ گئے اور آپؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ہم لوگ بدوؤں، غلاموں اور عوام کے ہنگامے سے جان بچا کر یہاں آگئے ہیں۔ مدینے میں لوگ حق و باطل کو پہچاننے سے عاری ہیں۔ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے ہیں۔ عثمانؓ کے قصاص کی وہاں کوئی صورت نہیں۔ اب ان تینوں برگزیدہ ہستیوں (حضرت عائشہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ) نے حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے اور فتنہ فساد کی اصلاح کا پروگرام بنایا۔ حضرت عائشہؓ نے اہل مکہ کے ایک بڑے مجمع کے سامنے ایک مختصر اور موثر تقریر کی۔ ''لوگو مختلف ملکوں کے غلاموں، عوام اور اجنبیوں نے چند معمولی باتوں

پر عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔خدا کی قسم عثمانؓ کی ایک انگلی ان جیسے سارے روئے زمین کی عوام سے بڑھ کر ہے۔عثمانؓ کے خون کا قصاص لے کر اسلام کو معزز کرو'۔

مجمع میں جوش وخروش پھیل گیا ہزاروں لوگ عثمانؓ کے قصاص کی خاطر لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔طبریٰ کا بیان ہے کہ جب مکہ سے حضرت عائشہؓ،حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ لشکر کو لے کر روانہ ہوئے تو اس روز سے زیادہ لوگ اسلام پر کبھی نہ روئے،مسلمانوں کی تلواریں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف برہنہ ہونے والی تھیں۔

جنگ جمل

جمادی الثانی 36،دسمبر 656:حضرت عائشہؓ،حضرت زبیرؓ،حضرت طلحہؓ اپنے لشکر سمیت بصرہ روانہ ہوئے،حضرت علیؓ کی نظر میں حضرت عائشہؓ،حضرت زبیرؓ،اور حضرت طلحہؓ کی حیثیت معاویہ سے کہیں زیادہ تھی۔حضرت علیؓ کو ان تینوں کی طرف توجہ کرنی پڑی ورنہ معاویہ کے لیے وہ کافی تھے،حضرت علیؓ نے شام کا ارادہ ترک کر کے ان تینوں کے تعاقب میں جانے کا فیصلہ کیا۔روانگی کے وقت حضرت علیؓ کے ساتھ صرف 100 آدمی تھے جو زیادہ تر وہی اہل کوفہ اور بصرہ تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش میں حصہ لیا تھا اور جن سے پیچھا چھڑانے کے لیے حضرت علیؓ کو کوفہ سے کمک پہنچ گئی لیکن وہ مسلمانوں کو باہم لڑانا اور خون بہانا نہیں چاہتے تھے۔حضرت عثمانؓ کی شہادت سبائی سازش اور ایک محدود گروہ کی بغاوت کا نتیجہ تھی۔حضرت عثمانؓ نے اپنی زندگی میں اپنے حامیوں کو دفاع میں ہتھیار اٹھانے سے سختی سے منع کیا تھا۔حضرت علیؓ یہ سب جانتے تھے،آپؓ مسلمانوں کا خون بہانے والا سپہ سالار خلیفہ نہیں بننا چاہتے تھے۔کوفہ کے مردوں میں بزرگ صحابیؓ حضرت قعقعؓ بن عمرو بھی تھے۔انہوں نے جنگ قادسیہ اور دوسری جنگوں میں کارنامے انجام دیئے تھے۔حضرت علیؓ نے انہیں حضرت عائشہؓ،حضرت زبیرؓ،اور حضرت طلحہؓ سے مصالحت کے لیے بھیجا انہوں نے وہاں بڑی معقول اور دردمندانہ تقریر کی اور باہمی کشمکش کے مہلک نتائج سے آگاہ کیا اور قصاص عثمانؓ کے لیے پرامن وسکون کی فضا پیدا کرنے پر زور دیا۔حضرت عائشہؓ،حضرت زبیرؓ،اور حضرت طلحہؓ نے کہا کہ اگر تمہارے علیؓ کے یہی خیالات ہیں تو ہم مصلحت پر آمادہ ہیں۔انشاءاللہ معاملات اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔

صلح کی امید

قعقاعؓ خوش خوش حضرت علیؓ کے پاس گئے اور حضرت عائشہؓ،حضرت زبیرؓ،اور حضرت طلحہؓ کی تمام باتیں بتائیں۔وہ بھی بہت خوش ہوئے۔حضرت علیؓ نے لشکر کے سامنے خطبہ دیا اور اگلے دن بصرہ کی طرف کوچ کرنے کا عزم ظاہر کیا اور باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ'ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص ہرگز نہ جائے جس نے عثمانؓ کے قتل میں کسی قسم کی معاونت کی ہو یا اس میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو۔یہ لوگ ہم سے جدا ہو جائیں'۔

سبائی گروہ کی شرانگیزی

سبائی گروہ کو فکر ہوئی کہ اگر گروپوں میں صلح ہو گئی تو ہم مارے جائیں گے۔عبداللہ ابن سبا نے کہا کہ حضرت علیؓ،حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کو مزید موقع نہ دو اور طرفین پر اندھیرے میں حملہ کر دو۔حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ یہ سمجھیں گے کہ علیؓ نے غداری کی ہے اور حضرت علیؓ یہ سمجھیں گے کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے غداری کی ہے۔جب ایک دفعہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی تو پھر کسی کے بجھانے سے نہ بجھے گی۔اس رائے کو سب نے پسند کیا اور پھر رات کے اندھیرے میں دونوں طرف کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔دونوں فریقین غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔دونوں اپنے اپنے لوگوں کو روکنے کی کوشش کرتے رہے لیکن بات نہ بنی۔

حضرت علیؓ نے اپنی تلوار بے نیام کرنے سے پہلے ایک آخری کوشش کے طور پر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کو پکارا کہ ایک منٹ کے لیے آگے آ کر ان کی بات سن لیں۔چنانچہ دونوں بزرگ اپنے لشکر سے نکل کر حضرت علیؓ کے قریب آ گئے۔حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو یاد دلایا کہ''تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم آپس میں نہیں بول رہے تھے تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے تم سے پوچھا"تمہیں علیؓ سے محبت ہے"۔تم نے کہا"ہاں"اس پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"ایک دن آئے گا کہ تم علیؓ سے لڑو گے اور زیادتی تمہاری ہوگی'۔حضرت زبیرؓ نے کہا"ہاں مجھے یاد آ گیا ہے۔واللہ اب میں تم سے ہرگز نہ لڑوں گا"۔یہ کہہ کر حضرت زبیرؓ لڑائی کے میدان سے نکل گئے۔انہوں نے اپنے فرزند عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی ساتھ لے جانا چاہا لیکن انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو میدان میں اکیلا چھوڑنا نامناسب خیال کیا۔

حضرت زبیرؓ مدینے کے عزم سے نکلے تھے کہ بصرہ سے چند میل دور ایک شخص (عمرو بن جرموز) نے انہیں عین حالت نماز میں دھوکے سے قتل کر دیا اور زبیرؓ کا سر اور تلوار لے کے حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا۔حضرت علیؓ کو سخت دکھ ہوا اور قاتل کو دوزخ کی بشارت دی۔حضرت طلحہؓ نے بھی لڑائی سے کنارہ کش ہونے کا

فیصلہ کیا، وہ لڑائی سے نکلنا چاہتے تھے کہ مروان بن الحکم نے انہیں زہر آلود تیر سے زخمی کر دیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ دونوں شہید ہو گئے تو حضرت عائشہؓ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو روکنے کے لیے آگے آئیں، وہی جنگ کا محور بن گیا۔ ہر طرف سے حضرت عائشہؓ پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی، لوگوں نے اونٹ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور 4700 جانوں نے ان کی حفاظت میں اپنی جان دے دی۔حضرت علیؓ نے سمجھ لیا کہ جب تک اونٹ اپنی جگہ پر قائم ہے جنگ بند نہیں ہو گی۔اس لیے حکم دیا کہ اونٹ کی کونچیں کاٹ دی جائیں۔اونٹ کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہؓ کی فوج کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔حضرت عائشہؓ کی فوج بزدل ہوگئی اور عصر کے وقت لڑائی بند ہوگئی۔اسلام پر دشمنوں کی بجائے خود مسلمانوں کے ہاتھوں تباہی آئی ہے۔اونٹ کے بیٹھنے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کو کہا کہ جا کر اونٹ سے ان کا ہودج الگ کریں۔ پھر حضرت علیؓ بھی وہاں پہنچ گئے اور پوچھا ''اماں مزاج کیسا ہے'' ؟فرمایا ''اچھی ہوں''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ''اللہ آپؓ درگزر کریں'، جواب دیا '' آپؓ بھی درگزر کریں'، جنگ جمل میں 10000 مجاہدین دونوں طرف سے کام آئے۔جنگ کے بعد روسائے شہر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت قعقاعؓ بن عمرو بھی ان کے ساتھ تھے۔حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا کہ '' کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرگئی ہوتی''۔ قعقاعؓ نے یہ بات حضرت علیؓ کو جا کر بتائی انہوں نے بھی ایسا ہی فرمایا۔چند روز آرام کے بعد حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو عزت اور احترام کے ساتھ مکہ پہنچا دیں۔سواری، زادِ راہ، نقد جنس سب مہیا کیا گیا، چند میل تک خود ساتھ آئے پھر حضرت حسنؓ ایک دن کی مسافت تک پہنچانے گئے، رخصت ہوتے وقت حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''میرے بچو! یہ جنگ محض غلط فہمیوں کا نتیجہ تھی۔میرے اور علیؓ کے درمیان کبھی کوئی رنجش نہ تھی"۔حضرت علیؓ نے فرمایا ''ام المومنین سچ فرماتی ہیں- یہ دنیا اور آخرت دونوں میں ہمارے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا حرم ہیں"۔حضرت عائشہ صدیقہؓ مکہ سے ہوتی ہوئی مدینہ چلی گئیں۔جب کبھی جنگ جمل کا واقعہ یاد آجاتا تو بے اختیار آنسو بہانے لگتیں تھیں، جنگ جمل اسلامی تاریخ کا ایک بے حد دردناک واقعہ ہے۔حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوہ کرنے والے باغیوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔اس بات کو معاویہؓ نے یہ سمجھا کہ بلوائی حضرت علیؓ کے ساتھی ہیں۔

جنگ صفین

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے مصالحت کی بھرپور کوشش کی اور معاویہؓ کو بیعت کی دعوت دی لیکن امیر معاویہ نہ مانے۔انہوں نے قتل عثمانؓ کے قصاص کو لازمی قرار دیا، آخری چارہ گر کے طور پر حضرت علیؓ نے ذی الحجہ 36 ہجری 80000 کے لشکر جرار کے ساتھ شام کی طرف پیش قدمی کی۔دونوں لشکر صفین کے مقام پر پہنچ گئے۔مصالحت کی بہت کوشش کی گئی لیکن معاویہؓ نہ مانے۔چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کے ساتھ لڑائی کا آغاز ہوا۔اس دوران بھی ملت کے خیر خواہ صحابہ کرامؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور انہیں جنگ سے باز رہنے اور حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مشورہ دیا لیکن ان کا جواب صرف یہ تھا کہ

''اگر علیؓ، عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تو میں سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا''

دونوں بزرگوں نے جا کر حضرت علیؓ کو یہ بات بتائی۔ یہ سن کر حضرت علیؓ کے لشکر سے 20000 آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور نعرہ لگایا کہ ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں۔یہ دیکھ کر حضرت ابو درداؓ اور حضرت ابو امامہؓ باہلی ساحل کی طرف چلے گئے۔حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی تعداد شروع میں ڈھائی ہزار تھی لیکن ابن سبا کی چالوں سے اب یہ تعداد 20000 ہوگئی تھی اور حضرت علیؓ کے لیے ان پر قابو پانا مشکل تھا۔

صفر کے مہینے میں یہ جنگ اپنی تمام تر ہولناکیوں کے ساتھ شروع ہوگئی اور کئی ماہ جاری رہی۔جب میدان زار میں حضرت معاویہؓ کو ہارتی ہوئی صورت نظر آئی تو ان کے دست راس حضرت عمرو بن العاصؓ نے قرآن پاک نیزوں پر اٹھانے کا ڈھونگ رچایا کہ ہمارے درمیان اب قرآن فیصلہ کرے گا۔

تحکیم کی پیش کش

یہ دیکھ کر حضرت علیؓ کے لشکر نے لڑنے سے انکار کر دیا۔حضرت علیؓ نے بہت سمجھایا کہ یہ ایک بہانا ہے لیکن لشکر نہ مانا اور جنگ بندی کرنی پڑی۔اب حضرت علیؓ کے لشکر میں سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور امیر معاویہؓ کے لشکر میں ان کے دست راس ''عمرو بن العاص'' کو حکم تجویز کیا گیا، دونوں نے مل کر فیصلہ کرنا تھا اور کسی ایک نتیجہ پر پہنچنا تھا۔تو حضرت ابو موسیٰؓ کو حضرت عمرو بن العاص نے لالچ دیا کہ ''معاویہؓ کو مسلمانوں کی امارات پر فائز کر دو تو جس شہر کی حکومت تم پسند کرو گے وہ تمہیں دے دی جائے گی''۔

ابو موسیٰؓ نے جواب دیا ''عمرو اللہ سے ڈرو"۔معاویہؓ اور علیؓ کا کیا مقابلہ'' غرض حضرت ابو موسی اشعریؓ معاویہؓ کو خلیفہ بنانے پر متفق نہ ہوئے تو عمرو بن العاص نے

دوسری ترکیب بتائی اور کہا" ہم دونوں کو معزول کر دیتے ہیں اور امت کو اختیار دیتے ہیں کہ وہ کسی اور کو خلیفہ بنالیں"۔اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ متفق ہو گئے۔ حالانکہ یہ ایسی بات تھی جس کا ممکن ہونا اختیار میں نہیں تھا۔عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو پہلے بات کرنے کے لیے کہا" آپ بڑے اور معتبر ہیں"۔ابو موسیٰؓ نے کہا:''میں نے علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت کوشوریٰ پر چھوڑ دیا۔آئندہ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ چن لو'' ان کے بعد عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور کہا''لوگو آپ نے ابو موسیٰؓ کا فیصلہ سن لیا ہے۔انہوں نے حضرت علیؓ کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی انہیں معزول کرتا ہوں لیکن میں معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں''۔عمرو کا یہ بیان سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ چلائے۔''خدا تم کو توفیق نہ دے یہ تم نے کیا کہا تم نے دھوکا دیا اور بدعہدی کی''لیکن تیر اب کمان سے نکل چکا تھا۔حاضرین کو یقین تھا کہ عمرو بن العاص نے جو کیا وہ طے شدہ بات کے بالکل خلاف تھا۔حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر نے کہا! کاش ابو موسیٰؓ اشعری اس سے پہلے مر گئے ہوتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا''۔ابو موسیٰ ؓ شرم اور پچھتاوے کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے، چپکے سے ملک سے چلے گئے۔وہ حضرت علیؓ کو منہ بھی نہ دکھا سکے۔امیر معاویہؓ کے دعویٰ خلافت کی راہ اور ہموار ہوگئی۔اگرچہ حضرت علیؓ تحکیم کے خلاف تھے لیکن اپنی فوج کے قصد اور دباؤ سے اس پر راضی ہو گئے اور معاہدہ تحکیم پر دستخط کر دیئے۔اس پر آپؓ کی فوج کے ایک دستہ (علوی دستہ) نے اس کی مخالفت میں کمر باندھ لی اور تحکیم کو کفر قرار دیا اور حضرت علیؓ پر زور دیا کہ وہ توبہ کریں (اپنے کو خوارج یعنی تحکیم سے خارج) کہا۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں بھی معاہدے کی مخالفت کرتا تھا لیکن تم لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔خوارج نے آپؓ کو دھمکی دی کہ اگر آپؓ آدمیوں کے حکم کو نہ چھوڑیں گے اور توبہ نہ کریں گے تو ہم محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر آپؓ سے جنگ کریں گے۔انہوں نے نہروان پر اپنے لوگوں کو لڑائی کے لیے جمع کرنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ نے خوارج کو راہ راست پر لانے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ نہ مانے اور خوارج کے ساتھ جنگ نہروان 9 صفر 28 ہجری کو ہوئی۔بے شمار خوارج مارے گئے، کچھ بھاگ گئے،400 میدان جنگ میں زخمی پائے گئے،جن کی مرہم پٹی کا حضرت علیؓ نے حکم دیا اور بعد میں معاف کر دیا۔

جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؓ نے شام کا رخ اختیار کرنا چاہا لیکن ان کی فوج نے عدم دلچسپی کا اظہار کیا اور حضرت علیؓ کی اجازت کے بغیر اپنے گھروں کو چلے گئے۔مجبوراً آپؓ کوفہ لوٹ آئے۔تحکیم کے بعد امیر معاویہؓ خم ٹھونک کر حضرت علیؓ کے سامنے آگئے اور اس کے بعد تمام علوی مقبوضات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا،حضرت علیؓ کو ابتدائے خلافت میں نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا اور یکے بعد دیگرے جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نہروان میں بادل نخواستہ الجھنا پڑا اور پھر تحکیم کے بعد اہل شام کے چھاپہ مار دستوں کے خلاف اپنے مقبوضات کا دفاع کرنا پڑا۔حضرت علیؓ کے پاس ایسا کوئی سیاست دان اور زیرک مشیر بھی نہ تھا۔آپؓ کے جو مشیر معاویہؓ کے پاس جاتے تھے وہ جابرانہ طرز عمل اختیار کرتے تھے اور صورت حال بگاڑ کر واپس آتے تھے۔

حضرت معاویہؓ سے مصالحت

جب فریقین میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے کی اطاعت نہ کی تو حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کو لکھا کہ''اگر تم چاہو تو عراق کی حکومت تمہارے حصہ میں آجائے اور شام کی میرے حصہ میں آجائے۔تاکہ اس امت سے تلوار رک جائے اور مسلمانوں کے خون نہ بہیں''۔اس پر حضرت علیؓ راضی ہو گئے کیونکہ آپؓ دیکھ چکے تھے کہ اہل عراق مخالفین کے خلاف جہاد سے کتراتے ہیں اور امیر معاویہؓ کے حملوں سے مملکت میں بدامنی بڑھتی جا رہی ہے۔خارجیوں نے بھی پھر سے پرزے نکالنا شروع کر دیئے تھے۔وہ شورشوں اور بغاوتوں پر تلے ہوئے تھے اور لوٹ مار اور فتنہ پھیلا رہے تھے۔مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے سابقہ ایرانی صوبوں کے لوگوں نے بھی ارتداد اور بغاوت کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔آخرکار آپس میں یہ طے پایا کہ حجاز،عراق اور تمام مشرقی ممالک حضرت علیؓ کی حکومت میں شامل ہوں گے جبکہ شام ،مصر اور مغربی ممالک حضرت معاویہؓ کے زیر تسلط رہیں گے۔حضرت علیؓ کو مصالحت کی پیش کش قبول کرنے کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نظر نہ آیا۔خلافت یا مملکت اسلامیہ کی حکومت دو حصوں میں بٹ گئی جس طرح اس سے پہلے رومی سلطنت مشرقی اور مغربی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔

شہادت

جنگ نہروان کے بعد بچے کھچے خوارج بحرین اور احصار کی طرف نکل گئے تھے اور وہاں اپنے مراکز قائم کر لیے تھے۔انہوں نے بہت سے نیک اور بے گناہ مردوں اور عورتوں اور بچوں کو بڑی سفاکی سے قتل کیا۔وہ حضرت علیؓ کے سامنے آکر انہیں قتل کی دھمکیاں دیتے اور گالیاں دیتے تھے لیکن آپؓ انہیں کچھ نہ کہتے۔لوگوں نے جب آپؓ سے ان کے رویئے کی شکایت کی تو آپؓ نے فرمایا" گالیوں کا جواب گالیوں سے دیا جا سکتا ہے جو مجھے پسند نہیں"۔اصل میں خوارج جنگ نہروان میں اپنے قتل عام کو نہیں بھولے تھے۔دراصل بات یہ تھی کہ علوی فوج کے تقریباً 12000 (بارہ ہزار) افراد معاہدہ تحکیم کے بعد الگ ہو گئے تھے انہوں نے اپنی ایک الگ

تنظیم قائم کر لی تھی۔اور اپنا ایک امیر بنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔انہوں نے بغض،انتہا پسندانہ نظریات قائم کر لیے تھے مثلاً ان کا عقیدہ یہ تھا کہ معاملے میں کسی کا حکم ماننا کفر ہے،اور اس کا فیصلہ ماننے والے سب کافر ہیں اور ان کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔وہ صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو خلفائے راشدین مانتے تھے۔جو مسلمان ان کے ہم خیال نہ تھے انہیں کافر اور واجب القتل سمجھتے تھے۔اسلام میں یہ پہلا مذہبی فرقہ تھا جو الگ سے قائم کیا گیا (یہ خوارج کہلایا)۔خوارج حضرت علیؓ ،حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو اسلامی دنیا میں اختلاف،انتشار اور فتنہ فساد کا بانی سمجھتے تھے۔وہ حضرت علیؓ کی فوج کا علوی دستہ تھا لیکن امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی عیارانہ چال کو برداشت نہ کر سکا اور اب علیؓ ،معاویہؓ اور عمروؓ کے قتل کے درپے ہو گیا۔چنانچہ انہوں نے ایک منصوبہ بنایا اور اسی مقصد کے لیے تین افراد عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر حج کے موقع پر مکہ میں اکٹھے ہوئے اور کہا کہ راہ خدا میں ان کا قتل جائز ہے۔علیؓ سے تو ویسے بھی نہروان کے مقتولوں کا انتقام لینا ضروری ہے۔تینوں اس پر متفق ہو گئے کہ

علیؓ ،معاویہؓ اور عمروؓ کو قتل کر دیا جائے،انہوں نے ماہ رمضان کی ایک ہی تاریخ کو نماز فجر کے وقت تینوں بزرگوں پر ایک ہی وقت میں حملہ کیا (تین مختلف مسجدوں میں) الگ الگ ایک شخص نے حملہ کیا۔حضرت معاویہؓ پر وار اچھا نہ پڑا وہ زخمی ہوئے لیکن علاج معالجہ سے ٹھیک ہو گئے،عمرو بن العاص اتفاقی علالت کی وجہ سے امامت کروانے اس دن مسجد میں آئے ہی نہیں۔ان کی جگہ خارجہ بن حذیفہؓ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے،عمرو بن بکر نے انہیں عمرو بن العاصؓ سمجھ کر قتل کر دیا۔عبدالرحمن بن ملجم اور ان کے مقامی خارجی ساتھی شبیب بن اشجعی نے کوفہ کی جامعہ مسجد میں علی الصبح حضرت علیؓ پر حملہ کر دیا۔جب وہ صلوٰۃ صلوٰۃ کی آواز لگا کر لوگوں کو نماز کے لیے اٹھا رہے تھے۔شبیب کا وار خالی گیا لیکن ابن ملجم کی زہر میں بجھی ہوئی تلوار آپؓ کی پیشانی پر پڑی اور سر کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ساتھ ہی ابن ملجم نے کہا ''اے علیؓ فیصلہ کا حق صرف خدا کا ہے تیرا نہیں'' حضرت علیؓ کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی،نماز کے بعد ابن ملجم آپؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔آپؓ نے فرمایا ''اے اللہ کے دشمن کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کیے تھے"؟اس نے کہا "ضرور کیے تھے"۔آپؓ نے پوچھا" کس لیے میرے قتل پر آمادہ ہو"؟ابن ملجم نے جواب دیا "میں چالیس روز استخارہ کرتا رہا اور اللہ سے دعا کرتا رہا کہ اس کی مخلوق میں جو بدترین شخص ہے وہ قتل ہو جائے"۔حضرت علیؓ نے جواب دیا "سن تو ہی وہ بدترین خلائق ہے اور تو ہی وہ مقتول ہے"۔

زخمی ہونے کے بعد حضرت علیؓ 2 دن زندہ رہے۔زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا زخم کاری تھا،زہر جسم مبارک میں پھیل گیا۔آپؓ نے اتوار کی صبح کو اس دنیا فانی کو خیر آباد کہا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔دنیا اپنے وقت کے افضل ترین انسان سے محروم ہو گئی اور خلافت راشدہ کے دور کا خاتمہ ہو گیا۔شہادت کی صبح آپؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ سے فرمایا تھا کہ ''آج رات مجھے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی زیارت ہوئی، میں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا" آپ خاتم النبیین ﷺ کی امت سے مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ان کے حق میں دعا کیوں نہیں کرتے"؟ چنانچہ میں نے دعا کی" یا اللہ مجھے ان لوگوں کا بدل بخش جو میرے لیے ان سے بہتر ہوں اور ان کو میرا ایسا بدل بخش جو ان کے لیے مجھ سے بُرا ہو"۔اس خواب اور خواب کی صداقت میں کیا شک ہے؟ وفات کے وقت عمر مبارک 63 برس تھی۔آپؓ کو دارلامارات میں جامع مسجد کے قریب دفن کیا گیا۔حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''میرے بعد خلافت 30 برس رہے گی ، پھر بادشاہی شروع ہو جائے گی" -(جامع الترمذی،جلد 2 حدیث نمبر 2226-مسند احمد،جلد 11 حدیث نمبر 12038)

جب حضرت امیر معاویہؓ کو دمشق میں حضرت علیؓ کی شہادت کا علم ہوا تو وہ رونے لگے۔ان کے وزیروں نے کہا کہ ان کی زندگی میں تو آپؓ ان سے لڑتے رہتے تھے اور اب رو رہے ہیں،حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا ''علیؓ کی وفات سے فقہ اور علم دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں''۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اظہار افسوس

زید بن حسینؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر پر مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا۔سب لوگ ہجوم کی شکل میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر گئے اور دیکھا کہ وہ غم سے نڈھال بیٹھی تھیں،دوسرے دن پتہ چلا کہ جناب صدیقہؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے مزار پر تشریف لے جا رہی ہیں، روضہ اقدس خاتم النبیین ﷺ سے متصل مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں جتنے بھی انصار اور مہاجرین تھے ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔سب نے سلام کہا،لیکن آپؓ نے کسی کے سلام کا جواب نہ دیا چادر بھی نہیں سنبھل رہی تھی،بار بار پاؤں میں آتی اور آپؓ لڑکھڑا جاتی تھیں۔حجرہ مبارک کی چوکھٹ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں اور شکستہ اور

روئی ہوئی آواز میں فرمایا:

’’اے نبی خاتم النبیین ﷺ ہدایت تجھ پر سلام سلام، اے ابو قاسمؐ تجھ پر سلام، اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ، آپ خاتم النبیین ﷺ پر، آپ خاتم النبیین ﷺ کے دونوں ساتھیوں پر سلام، میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے عزیز ترین فرزند کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں، بخدا آپ خاتم النبیین ﷺ کا چنا ہوا حبیب منتخب کیا ہوا فرزند قتل ہوگیا، جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی۔ واللہ وہ قتل ہوگیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد پر پورا اترا۔ میں رونے والی اور غمزدہ ہوں میں اس پر آنسو بہانے والی اور دل جلانے والی ہوں، اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور افضل ترین فرزند قتل ہوگیا ہے‘‘۔

اپنا جانشین مقرر کرنے سے اعتراض

جب حضرت علیؓ کے قریبی ساتھیوں نے دیکھا کہ آپؓ جانبر نہ ہوسکیں گے، تو آپؓ سے عرض کیا "اے امیر المومنین اگر آپؓ نہ رہیں تو کیا ہم آپؓ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ کی بیعت کرلیں"۔ آپؓ نے فرمایا: ’’نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی منع کرتا ہوں، میرے بعد تم اپنے معاملات کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو، میں تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر مرجانا پسند کروں گا، جس حالت میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے چھوڑا تھا‘‘۔

حضرت علیؓ نے یہ معاملہ اپنے ساتھیوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا، لیکن انہوں نے موروثی حق امامت کی بات نہیں کی۔

مدت خلافت

نام	سال	مہینے	دن
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مدت خلاف	2	3	9
حضرت عمر فاروقؓ کی مدت خلافت	10	5	4
حضرت عثمان غنیؓ کی مدت خلافت	12	۔	11
حضرت علیؓ کی مدت خلافت	4	9	۔
حضرت حسنؓ کی مدت خلافت	۔	6	۔
خلافت راشدہ کی کل مدت	**29**	**11**	**24**

اس طرح آپ خاتم النبیین ﷺ کا یہ فرمان کہ:

’’میرے بعد خلافت 30 برس رہے گی، پھر بادشاہی شروع ہوجائے گی"۔ (جامع الترمذی، جلد 2 حدیث نمبر 2226۔ مسند احمد، جلد 11 حدیث نمبر 12038) بالکل درست ثابت ہوا۔ اگر خلفائے اربعہ کی مدت خلافت میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے بعد متصل آنے والے حضرت حسنؓ کی خلافت کا 6 ماہ کا عرصہ بھی شامل کرلیا جائے تو یہ تیس سالہ مدت پوری ہوجاتی ہے۔ جب حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر حضرت علیؓ کے بعد لوگوں نے بیعت کرلی تھی، لیکن حضرت حسنؓ مسلمانوں کی باہمی خونریزی اور فتنہ اور اختلاف کو دور کرنے کی نیت سے صرف 6 ماہ کے بعد ہی برضا اور رغبت حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہوگئے تو اس کے بعد ملوکیت کا آغاز ہوگیا۔

خاک میں کیا صورتیں تھیں جو کہ پنہاں ہوگئیں؟

****

حضرت اُمیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ

نام معاویہ کنیت ابوالرحمٰن ہے۔

باپ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب:

معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔

ماں کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب:

معاویہ بن ہند بنت عتبہ بن ربعیہ بن عبدشمس بن عبدمناف اور عبدمناف نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے چوتھے دادا تھے۔ اس لئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ خلاصہ یہ ہوا کہ امیر معاویہؓ والد کی طرف پانچویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نسب میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے چوتھے دادا عبدالمناف سے مل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بنتِ ابوسفیان حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور یہ حضرت امیر معاویہؓ کی حقیقی بہن ہیں اس لحاظ سے حضرت امیر معاویہؓ رشتہ میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے حقیقی سالے ہیں اور مومنین کے ماموں ہوئے۔

آپ کا قبول اسلام:

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی تحریر فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ خاص صلح حدیبیہ کے دن 6 ہجری میں اسلام لائے مگر اپنے اسلام لانے کو مکہ والوں کے خوف سے چھپائے رکھا۔ پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے وہ انہوں نے ظہور ایمان کے لحاظ سے کہا ہے۔

صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ:

حضرت امیر معاویہؓ صحابی رسول ہیں اور صحابی وہ خوش نصیب مسلمان ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا اور پھر ایمان پر ہی ان کا خاتمہ ہوا۔ اور صحابیت وہ درجہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا اولی ہو اور غوث وقطب ہی کیوں نہ ہو وہ کسی صحابی کے درجے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ صحابی کی فضلیت میں بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔

سورہ الحدید، آیت نمبر 10 میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: "اللہ تعالی نے ان (یعنی سارے صحابہ) سے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

سورہ مجادلہ، آیت نمبر 22 میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: "اللہ تعالی ان (صحابہ کرام) سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے"۔

سورہ الحشر، آیت نمبر 9-8 میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: "یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں"۔

صحابہ کرامؓ اور احادیث مبارکہ:

1۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "میرے صحابہ کی عزت کرو۔ اس لیے کہ یہ تم سب سے بہتر ہیں"۔ (مشکوۃ ص 554)

2۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے نجات پا جاؤ گے"۔ (مشکوۃ ص 554)

حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل:

حضرت امیر معاویہؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے کاتب وحی بھی تھے اور کاتب خطوط بھی۔ امام مفتی حرمین

احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری خلاصہ السیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے چند کاتب وحی یہ تھے:

1۔ خلفائے اربعؓ 2۔ عامر بن فہیرہؓ 3۔ عبد اللہ بن ارقمؓ 4۔ ابن ابی کعبؓ 5۔ ثابت بن قیسؓ بن شماس

6۔ خالد بن سعید بن العاص 7۔ حنظلہ بن ربیع اسلمیؓ 8۔ زید بن ثابتؓ 9۔ شرجیل بن حسنہ 10۔ معاویہ بن ابی سفیان

لیکن ان تمام میں امیر معاویہؓ اور زیدؓ اس خدمت کو زیادہ انجام دیتے تھے۔ علامہ قسطلانیؒ سے بخاری شریف کی شرح میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے کاتب وحی رہے۔ (الناہیہ ص 16)

2۔ حضرت ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں "حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ افضل ہیں یا امیر معاویہؓ "؟ تو حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے فرمایا:

ترجمہ: "حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کے ناک میں جو غبار داخل ہوا۔ وہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے افضل ہے"۔ (الناہیہ ص 16)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے شمار کیا جاتا ہے اور جن کی زیارت کے لیے حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے تھے۔ حضرت علامہ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ:

3۔ علامہ معافی بن عمرانؒ سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ حضرت امیر معاویہؓ سے افضل ہیں۔ یہ سنتے ہی علامہ ابن عمرانؒ غضبناک ہو گئے اور فرمایا:

ترجمہ: "نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے صحابہ پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت امیر معاویہؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے صحابی، ان کے سالے ان کے کاتب اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے امین ہیں"۔ (الناہیہ ص 17)

4۔ حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی "نسیم الریاض شرح امام قاضی عیاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جو شخص حضرت امیر معاویہؓ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے"۔ (احکام شریعت ص 103 جلد 1)

5۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے کسی شخص نے کہا "امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں"؟ جبکہ فلاں مسئلہ میں انہوں نے یوں کہا ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ "اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِه" یعنی" انہوں نے ٹھیک کہا بیشک وہ فقیہ ہیں"۔ (مشکوۃ ص 112)

یعنی حضرت امیر معاویہؓ مجتہد ہیں۔ وہ ثواب پائیں گے اگرچہ وہ خطا کریں۔ (دقاۃ شرح مشکواۃ ص 160 جلد 2)

اَب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ جو بڑے صحابہ کرام میں سے ہیں اور حضرت علیؓ کے دشمنوں پر بہت سخت ہیں۔ وہ حضرت امیر معاویہؓ کی تعریف کر رہے ہیں اور ان کو فقیہی اور مجتہد مانتے ہیں۔

6۔ **حضرت علامہ قسطلانیؒ** بخاری شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہؓ بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والے ہیں"۔ (الناہیہ ص 17)

7۔ **حضرت ملا علی قاریؒ** کہتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہؓ عادل فضلا اور بہترین صحابہ میں سے ہیں"۔ (دقاۃ شرح شکواۃ ص 517 ج 2)

اِسی لیے تمام محدثین کرام حضرت امیر معاویہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے جس طرح دوسرے صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں اِسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے نام کے ساتھ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تحریر فرماتے ہیں۔ اگر حضرت امیر معاویہؓ میں مکر و فریب اور فسق و فجور ہوتا جیسا کہ آج کل بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے تو یہ بڑے بڑے صحابہ و تابعین حضرات ان سے حدیثوں کی روایتیں ہرگز قبول نہ کرتے۔

8۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور معزول نہ فرمایا جبکہ آپ حاکموں کے حالات پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور ذرا سی لغزش پر معزول فرما دیئے تھے جیسے کہ معمولی شکایت پر حضرت خالد بن ولیدؓ جیسی بزرگ ہستی کو معزول فرما دیا۔ تو حضرت عمرؓ جیسے سخت گیر آدمی کا حضرت امیر معاویہؓ کو دمشق کا حاکم مقرر فرمانا اور اپنی ظاہری حیات کے آخری لمحات تک اِس اہم عہدے پر انہیں برقرار رکھنا حضرت امیر معاویہ کی عظمت و رفعت اور ان کی امانت و دیانت کا کُھلم کھلا اقرار و اعلان ہے۔

9۔ حضرت امام حسنؓ نے چھ ماہ اُمور سلطنت انجام دینے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر سالانہ وظیفہ قبول فرمایا۔

10۔ حضرت امیر معاویہؓ بے انتہا سخی تھے۔ اور لوگوں کو بڑے بڑے انعام و اکرام سے نوازا کرتے تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ حاکم کیسے بنے:

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں ملک شام فتح ہوا تو آپؓ نے دمشق کا حاکم امیر معاویہؓ کے بھائی حضرت یزید بن سفیانؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ اپنے بھائی کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ بھی ملک شام چلے گئے اور وہاں پر ہی رہتے رہے۔ جب حضرت یزید بن سفیانؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی جگہ حضرت امیر معاویہؓ کو حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تقرر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس تقرر کو برقرار رکھا اور پورے عہد فاروقی میں وہ دمشق کے حاکم رہے۔ یہاں تک کے حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں امیر معاویہؓ کو پورے ملک شام کا حاکم بنا دیا۔ اس طرح آپ نے عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں بحیثیت حاکم بیس سال حکومت کی اور پھر بعد میں بحیثیت خلیفہ بیس سال حکمران رہے۔ (تاریخ الخلفاء ص 132)

حضرت امیر معاویہؓ کی وصیت:

علامہ ابو اسحاق اپنی کتاب "نور العین فی مشہد الحسین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید نے پوچھا کہ ابّا جان آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ آپؓ نے فرمایا کہ:

"خلیفہ تو تُو ہی بنے گا مگر جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سن کوئی کام حضرت امام حسینؓ کے مشورے کے بغیر نہ کرنا انہیں کھلائے بغیر نہ کھانا۔ انہیں پلائے بغیر نہ پینا۔ سب سے پہلے ان پر خرچ کرنا پھر کسی اور پر۔ پہلے انہیں پہنانا پھر خود پہننا۔ میں تجھے حضرت امام حسینؓ ان کے گھر والوں ان کے کنبے بلکہ سارے بنی ہاشم کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ اے بیٹے خلافت پر ہمارا حق نہیں ہے۔ یہ امام حسینؓ ان کے والد حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کا حق ہے۔ تم چند روز خلیفہ رہنا پھر جب حضرت امام حسینؓ پورے کمال کو پہنچ جائیں تو پھر وہی خلیفہ ہوں گے یا جسے وہ چاہیں۔ تاکہ خلافت اپنی جگہ پر پہنچ جائے۔ ہم سب امام حسینؓ اور ان کے نانا کے غلام ہیں۔ انہیں ناراض نہ کرنا۔ ورنہ تجھ پر اللہ اور رسول خاتم النبیین ﷺ ناراض ہوں گے۔ تو پھر تیری شفاعت کون کرے گا؟ (امیر معاویہ پر ایک نظر ص 94)

آپؓ کی وفات:

علامہ خطیب تبریزیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات رجب 60ھ میں لقوہ کی بیماری سے دمشق میں ہوئی جبکہ اس وقت آپ کی عمر 78 سال تھی۔ (مدکمال فی اسماء الرجال) حضرت امیر معاویہؓ اپنے مرض وفات میں بار بار فرماتے تھے۔

ترجمہ: "اے کاش میں قریش کا ایک معمولی انسان ہوتا جو ذی طوی گاؤں میں رہتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا۔ جن میں پڑ گیا تھا"۔

بوقت وفات آپ نے وصیت فرمائی۔ میرے پاس حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی لنگی، آپ خاتم النبیین ﷺ کی چادر اور کرتا مبارک ہے۔ کچھ آپ خاتم النبیین ﷺ کے بال اور ناخن اقدس کے تراشے ہیں۔ مجھے کفن میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا کرتا پہنایا جائے۔ پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی چادر مبارک میں لپیٹا جائے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی لنگی مبارک مجھے باندھ دی جائے اور میرے اعضاء کے سجدہ پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص 628 ج 5)

حضرت امیر معاویہؓ کی کرامتیں:

1۔　کتاب تطہیر الجنان میں صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپؓ نے فرمایا کہ مکہ والوں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو مکہ شریف سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تو وہاں کبھی خلافت نہ ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ اور مدینہ منورہ میں خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا ہے تو یہاں سے بھی خلافت نکل گئی اور اب کبھی یہاں پر خلافت نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور ان کے بعد مدینہ منورہ کسی خلیفہ کا دارالخلافہ نہ بن سکا۔

2۔　حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد مقرر فرمایا تو فرمایا۔ اے میرے اللہ تعالیٰ اگر یزید اس سلطنت کا اہل نہ ہو تو اس کی سلطنت کامل نہ فرمانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یزید امیر معاویہ کے بعد تین سال زندہ رہا مگر اس کی سلطنت پایۂ تکمیل کو نہ پہنچی۔ (امیر معاویہ پر ایک نظر ص 72)

3۔　آپ کی ایک کرامت کو عارف باللہ حضرت مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی شریف کے دفتر دوئم میں تحریر فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے "مومنوں کے ماموں یعنی حضرت امیر معاویہؓ رات کے وقت اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے۔ اچانک ایک شخص نے ان کو بیدار

کیا۔آپ نے پورے کمرے میں غور سے دیکھا تو کوئی پردے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔آپ نے پوچھا "چُھپنے والے تُو کون ہے؟ تیرا نام کیا ہے"؟اس نے کہا "میرا نام ابلیس شقی ہے"۔آپ نے اس سے پوچھا "تُو نے مجھے بیدار کیوں کیا ہے"؟ابلیس نے جواب دیا "نماز کا وقت ہے آپ کو مسجد میں جلدی جانا چاہیے"۔آپ نے کہا" تو کسی کو بھلائی کی طرف نہیں بلا سکتا تیری غرض کیا ہے"؟اس نے کہا "اس کے علاوہ میری کوئی غرض نہیں۔میں ہمیشہ اچھے لوگوں کی بھلائی کی طرف راہنمائی کرتا ہوں اور بُرے لوگوں کی پیشوائی کرتا ہوں"۔میں باغبان ہوں ہری شاخوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور سوکھی ٹہنیوں کو کاٹتا ہوں۔اگر میں نے آپ کو دین کے لیے بیدار کر دیا ہے تو آپ تعجب نہ کریں یہ ہماری پرانی اور خاص عادت ہے"۔آپ نے فرمایا"اے مکار تو اور بھلائی۔یہ فریب کی باتیں ہیں۔سچ بتا ورنہ میں تجھے چھوڑوں گا نہیں"۔آخر ابلیس مجبور ہو گیا۔"دبی آواز سے اس نے کہا امیر معاویہؓ بیدار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ پیغمبر اسلام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز باجماعت ادا فرمالیں"۔کیونکہ اس وقت اگر آپ کی نماز قضا ہو جاتی ہے تو آپ دل سے آہ و بکا کرتے ہیں۔اس افسوس کرنے،رونے،عاجزی کرنے سے آپ کو دوسو رکعت سے زیادہ کا ثواب مل جاتا ہے اور مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔میں حاسد ہوں۔حسد سے میں نے ایسا کام کیا تاکہ آپ کو زیادہ ثواب نہ ملے میں مکاری اور فریب سے کام لیتا ہوں"۔آپؓ نے فرمایا"اب تو نے سچ کہا ہے تو اپنے اس بیان میں سچا ہے تجھ سے یہی امید کی جاسکتی ہے تُو اسی لائق ہے"۔

ابلیس حضرت امیر معاویہؓ کو فریب نہ دے سکا۔یہ آپؓ کی واضح کرامت ہے۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں اختلاف کی وجہ:

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے گھر کو مصر کے بلوائیوں نے گھیر لیا۔ان پر پانی بند کر دیا۔اور پھر ان کو نہایت ہی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔اس کے بعد مہاجرین اور انصار کے اتفاق رائے سے جب حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان سے خونِ عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا۔مگر وہ بعض مصلحتوں کی بناء پر قاتلین سے قصاص نہ لے سکے۔جب یہ خبر ملک شام میں امیر معاویہؓ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت علیؓ کو پیغام بھیجا کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا مدینہ میں قتل ہونا ایک بہت ہی اہم معاملہ ہے۔لہذا جلد سے جلد قاتلین کو پوری سزا دی جائے اور ان پر قصاص جاری کیا جائے۔مگر حضرت علیؓ اپنے موجودہ حالات سے مجبور تھے۔اس لیئے وہ قاتلین کو کوئی سزا نہ دے سکے۔

عبداللہ بن سبا(یہودی) کا گروہ جو اس فتنہ کی جڑ تھا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتا تھا۔اس کے گروہ میں سے بہت سے لوگوں نے ملک شام میں حضرت امیر معاویہؓ کو یہ یقین دلایا کہ حضرت علیؓ قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے مسلسل کئی قاصدوں کو بھیج کر قصاص کا شدت سے مطالبہ کیا۔اور جب حضرت علیؓ پھر بھی قاتلین پر قصاص جاری نہ کر سکے تو اب حضرت امیر معاویہؓ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ حضرت علیؓ خلافت کے لائق نہیں(نعوذ باللہ) کیونکہ جب ایسے اہم خون کا قصاص وہ نہیں لے سکتے۔اور قاتلین کو سزا نہیں دے سکتے۔تو خلافت کے دیگر اُمور کیسے انجام دے سکیں گے؟ حضرت علیؓ سے امیر معاویہؓ کے اختلاف کی اصل وجہ یہی ہے اور حضرت عائشہؓ و حضرت علیؓ کے درمیان بھی اسی بنیاد پر اختلاف ہوا تھا۔(رضی اللہ عنھم اجمعین)

رہا یہ سوال کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ کیوں مقرر کیا؟اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں یزید فاسق و فاجر نہ تھا یا چھپا ہوا تھا یزید کا فسق و فجور حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت امیر معاویہؓ کو یزید کے فسق و فجور کی خبر تھی۔اور اس کے باوجود انہوں نے یزید کو خلافت سونپ دی۔

اب اگر کوئی بدبخت حضرت امیر معاویہؓ کو نااہل قرار دے تو یہ الزام حضرت امام حسنؓ پر آجائے گا۔کہ آپؓ نے نااہل کو خلافت سپرد کیوں کی؟اور اُمت کی بھاگ دوڑ ان کے ہاتھ میں کیوں دی؟ جبکہ یہ سپردگی قلت اور ذلت کی وجہ سے نہ تھی چالیس ہزار جانثار سپاہی جان قربان کرنے کی بیعت آپؓ (حضرت امام حسن) کے ہاتھ پر کر چکے تھے۔(حاشیہ بخاری ص530 جلد اول)

دراصل یہ سپردگی مسلمانوں کے آپس میں ٹکراؤ کی ناپسندیدگی کی وجہ سے تھی۔

سارے اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے۔صرف ان کے فضائل اور خوبیاں بیان کی جائیں یہ تمام مجتہد حضرات تھے۔ان کے معاملے میں زبان کو کھول کر اپنے آپ کو مبتلا عذاب نہ کیا جائے۔ان کے معاملے کو رب کے سپرد کر دیا جائے۔اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

****

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام: عائشہ　　　لقب: صدیقہ حمیرا

خطاب: ام المومنین　　　کنیت: ام عبداللہ

عبداللہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے یعنی آپؓ کی بہن حضرت اسماء کے صاحبزادے تھے۔عرب میں کنیت شرافت کا نشان ہے۔چونکہ حضرت عائشہؓ کی اولاد نہ تھی اس لئے کنیت بھی نہ تھی۔ایک دن حضرت عائشہؓ نے بڑی حسرت سے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے کہا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی اور بیویوں نے تو اپنی سابقہ اولادوں کے نام پر اپنی کنیت رکھ لی ہے، میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر۔چنانچہ اس دن سے اُم عبداللہ حضرت عائشہؓ کی کنیت قرار پائی۔حضرت عائشہؓ کے والد کا نام عبداللہ، ابوبکر کنیت اور لقب صدیق تھا۔ماں کا نام اُم رومان تھا۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ ساتویں آٹھوی پشت میں مل جاتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح فرمایا اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی۔حضرت عائشہ نکاح کے بعد تقریباً تین سال تک میکے میں رہیں، دو برس تین ماہ مکہ میں اور سات آٹھ ماہ ہجرت کے بعد مدینہ میں۔

ہجرت کے وقت ان کی عمر آٹھ برس کی تھی، لیکن اس کم سنی اور کم عمری میں ہوش مندی اور قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ ہجرت نبوی خاتم النبیین ﷺ کے تمام واقعات بلکہ تمام جزیات یاد تھیں۔ان سے بڑھ کر کسی صحابی نے ہجرت نبوی خاتم النبیین ﷺ کے واقعہ کا تمام مسلسل بیان محفوظ نہیں رکھا۔

حضرت عائشہؓ کی رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی، حضرت عائشہؓ کی تعلیم و تربیت کا اصل زمانہ رخصتی کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔تاریخ و ادب کی تعلیم تو اپنے والد سے حاصل کی تھی۔علوم دینیہ کا کوئی خاص وقت مخصوص نہ تھا، معلم شریعت خود گھر میں تھے اور شب و روز ان کی صحبت میسر تھی۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیم و ارشاد کی مجلس روزانہ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں منعقد ہوتی تھی، جو حجرہ عائشہؓ سے بالکل ملحق تھی۔اس بناء پر آپ خاتم النبیین ﷺ اگر گھر سے باہر بھی لوگوں کو درس دیتے تھے وہ اس میں بھی شریک رہتیں تھیں، اور جو بات سمجھ نہ آتی جب آپ گھر تشریف لاتے تو وہ آپ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھ لیتی تھیں۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک دن ہفتہ میں عورتوں کی تعلیم کے لئے رکھا ہوا تھا حضرت عائشہؓ اس میں بھی شامل ہوتیں۔شب و روز میں علوم مصارف کے بیسیوں مسئلے ان کے کانوں میں پڑتے اس کے علاوہ خود حضرت عائشہؓ کی یہ عادت تھی کہ ہر مسئلے کو بلا تامل نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے سامنے رکھتی اور جب تک تسلی نہ ہوتی صبر نہ کرتیں۔ایک مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "مَنۡ حُوۡسِبَ عُذِبَ"

ترجمہ:"جس کا حساب ہوا اس کو عذاب ہوا"۔(بخاری)

یعنی قیامت میں جس کا حساب کتاب شروع ہوا اسکو عذاب ہوگا۔حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے، (سورہ انشقاق آیت نمبر 8)

"فَسُوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَاباً یَّسِیۡرًا"

ترجمہ:"اس سے آسان حساب لیا جائے گا"۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "یہ اعمال کی پیشی ہے لیکن جس کے اعمال میں جرح و قدح شروع ہوئی وہ تو برباد ہی ہوا"۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے، (سورہ ابراہیم آیت نمبر 48)

ترجمہ:"جس دن زمین و آسمان دوسری زمین میں بدل جائیں گے اور تمام مخلوق خدائے واحد و قہار کے روبرو ہو گی"۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پڑھی: (سورہ زمر آیت نمبر 67)

ترجمہ:"تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے"۔

حضرت عائشہؓ نے کہا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ جب زمین و آسمان کچھ بھی نہ ہو گا تو لوگ کہاں ہوں گے "؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "پل صراط پر"

اثنائے واعظ میں ایک مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "قیامت میں لوگ برہنہ اٹھیں گے "۔حضرت

عائشہؓ نے سوال کیا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا زن و مرد اکٹھے ہوں گے؟ تو کیا ایک دوسرے کو تو نہ دیکھیں گے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا'' عائشہ وہ وقت عجیب نازک ہوگا یعنی کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا''۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے سوال کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا قیامت میں کوئی ایک دوسرے کو یاد کرے گا"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تین موقع پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔

1) ایک جب نامہ اعمال تولے جا رہے ہوں گے۔

2) دوسرے جب نامہ اعمال بٹ رہے ہوں گے۔

3) تیسرے جب جہنم گرج گرج کر کہہ رہی ہوگی کہ میں تین قسم کے آدمیوں کے لئے مقرر ہوں-" (سند عائشہ صفحہ 93)

ایک دن سوال کیا" کفار و مشرکین نے اگر عمل صالح کیا ہے تو اس کا ثواب ان کو ملے گا کہ نہیں "؟ کہا "اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ عبداللہ بن جدان جاہلیت میں لوگوں سے بہت مہربانی سے پیش آتا تھا غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا اس کا یہ عمل اس کو فائدہ دے گا"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے جواب دیا "نہیں عائشہؓ اس نے کسی بھی دن یہ نہیں کہا کہ اے اللہ قیامت میں میری خطا معاف کر دینا"۔

جہاد کا ثواب دیکھا تو فرمایا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا عورتیں جہاد نہیں کر سکتیں "؟ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "عورتوں کا حج اور عمرہ ہی ان کا جہاد ہے"۔ (مسند احمد 86/6-ابن ماجہ 968/2)

حضرت عائشہؓ نے سوال کیا کہ ''نکاح میں رضامندی کے لئے عورتیں تو شرم کرتی ہیں بولتی ہی نہیں ہیں"- آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''ان کی خاموشی ہی ان کی رضامندی ہے''۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا ان سے ملنے کے لئے آئے، آپؓ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں نے دودھ پیا ہے تو اس عورت کا پیا ہے اس کے دیور کا مجھ سے کیا تعلق؟ آپ خاتم النبیین ﷺ جب تشریف لائے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''تمہارا چچا ہے تم اس کو اندر بلا لو''۔

سورہ مومنون آیت نمبر 60 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

ترجمہ: "اور جو لوگ دیتے ہیں اور جو کچھ دیتے ہیں۔ ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کے سامنے لوٹ کر جانا ہے "۔

حضرت عائشہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا جو چور ہے، بدکار ہے، شرابی ہے لیکن اللہ سے ڈرتا ہے کیا اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں"؟ فرمایا "نہیں عائشہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نمازی ہیں، روزہ دار ہیں اور پھر بھی اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں"۔

ایک مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات پسند نہیں کرتا اللہ بھی ان سے ملنا پسند نہیں کرتے"۔ ''حضرت عائشہؓ نے کہا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہم میں سے تو کوئی بھی موت کو پسند نہیں کرتا"، فرمایا"اس کا یہ مطلب نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ مومن جب اللہ کی رحمت خوشنودی اور جنت کا حال سنتا ہے تو اس کا دل اللہ کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے آنے کا مشتاق رہتا ہے، اور کافر جب اللہ کے عذاب اور ناراضگی کے واقعات کو سنتا ہے تو اس کو اللہ کے پاس جانے سے نفرت ہوتی ہے تو اللہ بھی اس سے نفرت فرماتا ہے''۔

حضرت عائشہؓ ان موقعوں پر بھی جہاں آپ خاتم النبیین ﷺ کی برہمی کا اندیشہ ہوتا تھا آپ خاتم النبیین ﷺ سے سوال اور بحث کرنے سے باز نہ آتیں تھیں۔ ایک مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی ازواج کی کسی بات پر ناراض ہو کر عہد کیا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ ایک ماہ تک اپنی کسی ازواج مطہرات کے پاس نہ جائیں گے۔ اتفاق سے مہینہ 29 دن کا تھا آپ خاتم النبیین ﷺ یکم کو یعنی تیسویں (30) دن بالا خانے سے اتر کر حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے، حضرت عائشہؓ نے آپ کو دیکھتے ہی کہا "اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک ماہ تک ہمارے حجروں میں نہ آئیں گے اب آپ خاتم النبیین ﷺ ایک دن پہلے تشریف لے آئے-" فرمایا "عائشہؓ مہینہ 29 دن کا بھی ہوتا ہے"۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمت بندی میں حاضر ہونا چاہا آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "آنے دو، وہ اپنے خاندان میں بُرا ہے"۔ جب وہ آکر بیٹھا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے نہایت توجہ اور لطف و محبت سے باتیں فرمائیں، حضرت عائشہؓ کو بہت تعجب ہوا جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو عرض کیا، "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ تو اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے لیکن جب وہ آیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ اس سے نہایت محبت سے گفتگو فرما رہے تھے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" عائشہ

بدترین آدمی وہ ہے جس کے اخلاق سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں"۔ایک مرتبہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''اعتدال کے ساتھ کام کیا کرو لوگوں کو اپنے نزدیک کرو اور ان کو خوشخبری سناؤ۔کہ لوگوں کو ان کا عمل جنت میں نہیں لے کر جائے گا بلکہ اللہ کا فضل لے کر جائے گا"۔حضرت عائشہؓ کو آخری بات سمجھ نہیں آئی"فرمایا اے اللہ کے رسول آپ خاتم النبیین ﷺ کو بھی نہیں"،فرمایا''ہاں مجھ کو بھی نہیں۔لیکن یہ کہ اللہ اپنی مغفرت اور رحمت سے مجھ کو ڈھانپ لے''۔

ان دن رات کے عوامل کے علاوہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ خود بھی حضرت عائشہؓ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت کی نگرانی فرماتے اور جہاں لغزش نظر آتی ہدایت فرماتے۔

ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بجائے اسلام علیک کے (تم پر سلامتی ہو) زبان دبا کر السام علیکم (تم کو موت آئے) کہا رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان کو جواب میں صرف وعلیکم (اور تم پر بھی) فرمایا۔حضرت عائشہؓ یہ سب سن رہی تھیں وہ ضبط نہ کر سکیں اور بولیں"علیکم السام واللعنت (تم پر موت اور لعنت)"آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''عائشہؓ نرمی چاہئے اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے''۔

ایک بار حضرت عائشہؓ سفر میں اونٹ پر سوار تھیں اونٹ کچھ تیزی کرنے لگا،عام عورتوں کی طرح ان کی زبان سے بھی فقرہ لعنت نکل گیا،آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''اونٹ کو واپس کر دو،ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی''یہ گویا تعلیم تھی کہ جانور تک کو برا نہیں کہنا چاہئے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا،"اے عائشہؓ معمولی گناہوں سے بھی بچا کرو،اللہ کے ہاں ان کی بھی پوچھ ہوگی"۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے کسی کو پست قد کہا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''عائشہ یہ اس کی غیبت ہے''۔ایک موقع پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے دعا مانگی''اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی ہی میں موت دے،اور مجھے مسکینوں کے ساتھ قیامت میں اٹھانا''حضرت عائشہؓ نے پوچھا"یہ کیوں؟اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ ایسا کس لئے؟فرمایا''مسکین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اے عائشہ کسی مسکین کو بے مراد واپس نہ کرنا۔گو ایک چھوارے کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو،مسکینوں سے محبت رکھو اور انہیں اپنے پاس جگہ دیا کرو"۔

ایک موقع پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا"عائشہ گن گن کر یاد نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی گن گن کر دے گا"۔

حضرت عائشہؓ کا گھر مبارک:

حضرت عائشہؓ جس گھر میں رخصت ہو کر آئیں تھی وہ ایک حجرہ تھا۔مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے حجرے تھے ان میں سے ایک حجرہ حضرت عائشہؓ کا مسکن بنا۔حجرے کی وسعت چھ سات ہاتھ زیادہ نہ تھی،دیواریں مٹی کی تھیں اور کھجور کی ٹہنیوں اور پتیوں سے چھت تیار کی گئی تھی،اوپر سے کمبل ڈال دیا گیا تھا کہ بارش کی زد سے محفوظ رہے۔بلندی اتنی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت کو لگتے،دروازے میں ایک پٹ کا کواڑ تھا،جو عمر بھر بند نہ ہوا۔پردے کے طور پر کمبل پڑا رہتا تھا۔حجرے سے متصل ایک بالا خانہ تھا جس کو مشربہ کہتے تھے،ایلا کے ایام میں آپ نے اسی بالا خانے میں ایک ماہ کا قیام فرمایا تھا۔

گھر کی کل کائنات:

ایک چارپائی،ایک چٹائی،ایک بستر،ایک تکیہ جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔آٹا اور کھجوریں رکھنے کے لئے ایک ایک برتن،پانی رکھنے اور پانی پینے کے لئے ایک پیالہ۔مسکن مبارک گو منبع انوار تھا،لیکن رات کو چراغ جلانا بھی صاحب مسکن کی استطاعت سے باہر تھا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں ایسے گزر جاتیں کہ گھر میں چراغ ہی نہ جلتا تھا۔گھر کے کاروبار کے لئے بہت زیادہ انتظام و اہتمام کی ضرورت نہ تھی،کھانا پکنے کی نوبت بہت کم آتی تھی،گھر میں مہینہ مہینہ آگ نہ جلتی تھی۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کبھی بھی تین دن ایسے نہیں گزرے کہ نبی پاک خاتم النبیین ﷺ نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو،چھوہارے اور پانی پر گزارا ہوا کرتا تھا۔

شروع شروع میں حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ دونوں تھیں،بعد میں اور ازواج کے آنے پر آپ خاتم النبیین ﷺ باری باری ہر ایک کے ہاں ایک دن میں مقیم رہتے۔حضرت سودہؓ نے اپنی کبر سنی کے باعث اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی۔اس طرح آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت عائشہ کے ہاں نو دن میں سے دو دن مقیم ہوتے۔صحابہ اکرامؓ اپنی طرف سے تمغے اور ہدیے عموماً بھیجا کرتے،بالخصوص جس دن حضرت عائشہؓ کے ہاں قیام کی باری ہوتی لوگ قصداً ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔اکثر ایسا ہوتا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ باہر سے تشریف لاتے اور پوچھتے''عائشہ کچھ ہے؟''آپؓ فرماتی اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کچھ بھی نہیں ہے اور پھر دن بھر روزہ ہوتا۔کبھی بعض انصار دودھ بھیج دیا کرتے اسی پر قناعت کر لیتے۔رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا خانگی انتظام حضرت بلالؓ کے سپرد تھا وہی لوگوں میں

غلہ تقسیم کیا کرتے تھے۔ضرورت کے وقت باہر سے قرض بھی لے آتے تھے۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے جب پردہ فرمایا تو سارا عرب مسخر ہو چکا تھا۔تمام صوبوں سے بیت المال کے لئے خزانے کے خزانے لدے چلے آتے تھے۔تاہم جس وقت آپ خاتم النبیین ﷺ نے انتقال فرمایا حضرت عائشہؓ کے گھر میں ایک دن کے گزارے کا سامان بھی نہ تھا۔

حضرت عائشہؓ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت:

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ حضرت عائشہؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔اور یہ بات تمام صحابہ اکرامؓ کو معلوم تھی اس لئے لوگ قصداً آپ خاتم النبیین ﷺ کو ہدیہ اس دن بھیجا کرتے تھے جس دن حضرت عائشہؓ کی باری ہوتی تھی۔تمام ازواج کو اس کا ملال ہوتا تھا لیکن کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ایک دن تمام ازواج نے حضرت فاطمہؓ کو اس بات کے لئے تیار کیا،حضرت فاطمہؓ نے جب اس کا ذکر آپ خاتم النبیین ﷺ سے کیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے میری لخت جگر اے فاطمہ''جس کو میں چاہوں کیا تم اس کو نہیں چاہوگی''؟ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ خاموش ہو گئیں۔اس کے بعد تمام ازواج نے حضرت ام سلمہؓ کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ یہ بات آپ خاتم النبیین ﷺ سے کریں،حضرت ام سلمہؓ انتہائی سنجیدہ خاتون تھیں،انہوں نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے آپ خاتم النبیین ﷺ سے درخواست کی،آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''ام سلمہ مجھ کو عائشہ کے بارے میں دق نہ کرو،کیونکہ عائشہ کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی''۔

حضرت عمرو بن العاصؓ جب غزوہ سلاسل سے واپس آئے تو دریافت کیا"اے اللہ کے رسول آپ خاتم النبیین ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب سمجھتے ہیں"؟فرمایا "عائشہ کو"،فرمایا "میں مردوں کی نسبت سوال کر رہا ہوں"فرمایا "اس کے باپ کو"۔

مرض الموت میں بار بار دریافت کرتے تھے "آج کونسا دن ہے"؟لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہؓ کی باری کے دن کا انتظار کر رہے ہیں چنانچہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو صحابہ کرامؓ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں لے گئے اور آپ خاتم النبیین ﷺ تا وفات وہیں مقیم رہے۔اور وہیں پر سیدہ عائشہؓ کے زانو پر سر رکھے ہوئے انتقال فرمایا۔عام لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ حضرت عائشہؓ سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے محبت کرتے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے،ازواج مطہرات میں حضرت زینبؓ،حضرت جویریہؓ،حضرت حفصہؓ بھی حسین تھیں۔ان کے محاسن ظاہری کی تعریف احادیث وتاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں اور اسی طرح کم سن بھی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''شادی کے لئے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بناء پر ہوسکتا ہے دولت،حسن و جمال،حسب نسب،دین داری۔تم دین دار کو تلاش کیا کرو''۔اس طرح ازواج مطہرات میں وہی زیادہ منظور نظر ہوسکتیں تھیں،جن سے دین کی خدمت سب سے زیادہ ہو سکتی تھی۔اسی لئے آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"مردوں میں تو بہت کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریمؑ بنت عمران اور آسیہؑ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی،اور آسیہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر''۔

حضرت عائشہؓ کی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے محبت:

حضرت عائشہؓ کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے بے حد محبت تھی نہ صرف محبت بلکہ عشق تھا۔اس قسم کی محبت کا اگر کوئی اور دعویٰ کرتا تو ان کو ملال ہوتا تھا،ایک مرتبہ آپؓ کی آنکھ کھلی تو آپ خاتم النبیین ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا،چراغ نہ تھا آپ خاتم النبیین ﷺ کو تلاش کرتے کرتے باہر آئیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ مصلے پر تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے۔آپؓ اپنے خیال پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکل گیا "میرے ماں باپ آپ خاتم النبیین ﷺ پر قربان میں کس خیال میں ہوں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کس عالم میں ہیں"؟

ایک سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ تھیں۔رات کو بلا ناغہ آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لاتے اور جب تک چلا کرتے باتیں کیا کرتے۔ایک دن حضرت حفصہؓ نے کہا چلیں ہم دونوں اپنا اونٹ بدل لیتے ہیں۔رات ہوئی تو حسب معمول آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لائے دیکھا تو حضرت حفصہؓ تھیں آپ خاتم النبیین ﷺ سلام کر کے بیٹھ گئے۔حضرت عائشہؓ تشریف آوری کی منتظر تھیں جب قافلے نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہؓ سے ضبط نہ ہوسکا محمل سے اتر پڑیں،دونوں پاؤں گھاس میں ڈال دیئے اور بولیں، "خداوند میں ان کو تو کچھ نہیں کہہ سکتی تو کوئی بچھو یا سانپ بھیج جو آ کر مجھے ڈس لے"۔آپ خاتم النبیین ﷺ بھی حضرت عائشہؓ کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے ایک مرتبہ عید کا دن تھا۔حبشی عید کی خوشی میں

نیزے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب دکھا رہے تھے، حضرت عائشہؓ یہ تماشہ دیکھنا چاہتی تھیں، آپ خاتم النبیین ﷺ آگے کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہؓ پیچھے سے یہ تماشہ دیکھتی رہیں۔ اور جب تک وہ خود تھک کر ہٹ نہیں گئیں آپ خاتم النبیین ﷺ برابر اوٹ کئے کھڑے رہے۔

ایک دن حضرت عائشہؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے زور زور سے باتیں کر رہی تھیں، حضرت ابو بکرؓ اتفاق سے آ گئے اور حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھے، لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر انہیں روک لیا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت ابو بکرؓ واپس چلے گئے، تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو دیکھتے ہوئے فرمایا ''دیکھا میں نے تمہیں کیسے بچایا''۔

دل بہلانا:

کبھی کبھی آپ خاتم النبیین ﷺ دل بہلانے کے لئے کہانی بھی سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اثنائے گفتگو میں خرافہ کا نام آیا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "خرافہ کو جانتی ہو کہ وہ کون تھا؟ وہ قبیلہ عذرہ کا ایک آدمی تھا۔ اس کو جن اٹھا کر لے گئے تھے۔ وہاں پر اس نے جو بڑے بڑے عجائبات دیکھے وہ لوگوں کو بیان کیا کرتا تھا اس بناء پر جب کوئی عجیب بات لوگ سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو خرافہ کی بات ہے۔" (ہماری زبان میں اس کی جمع خرافات مستعمل ہے)

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے کہانی سنانی شروع کی، اس کہانی میں عبارت کی جو خوبی ہے وہ بیان نہیں کی جا رہی۔ صرف نفس قصہ کا ترجمہ کیا جاتا ہے تاکہ عرب کا مذاق قائم رہے۔

کہانی:

ایک دن گیارہ سہیلیاں مل کر ایک جگہ بیٹھ گئیں، باہم طے پایا کہ ہر ایک اپنے شوہر کا حال بے کم و کاست کہہ سنائے، (پہلی بولی) "میرا شوہر اونٹ کا وہ گوشت ہے جو کسی پہاڑ پر رکھا ہو، تو نہ میدان ہے کہ کوئی وہاں پہنچ جائے اور نہ گوشت ہی اچھا ہے کہ اس کو کوئی اٹھا کر لے جائے"۔ (دوسری بولی) "میں اپنے شوہر کا حال بیان نہیں کروں گی اور اگر بیان کروں تو اس قدر لمبا ہے کہ کچھ چھوڑ نہ دوں، اور اندر باہر کا سب حال نہ کہہ دوں"۔ (تیسری نے کہا) "میرا شوہر بہت سخت ہے بولوں تو طلاق پا جاؤں اور چپ رہوں تو سمجھوں بیاہی ہوں نہ بن بیاہی"۔ (چوتھی بولی) "میرا شوہر حجاز کی رات ہے نہ گرم نہ سرد، نہ ڈر ہے نہ ملال" (پانچویں نے کہا) "میرا شوہر گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے، باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے جو دل چاہے کرے اس میں پھر کچھ پوچھنے کی حاجت نہیں ہے"۔ (چھٹی بولی) "میرا شوہر ساتھ کھاتا ہے تو اکیلے ہی سب چٹ کر جاتا ہے، پیتا ہے تو سب سڑپ کر جاتا ہے، لیتا ہے تو سب خود اوڑھ لیتا ہے، کبھی دریافت حال کے لئے ہاتھ اندر نہیں کرتا" (ساتویں بولی) "میرا شوہر بے وقوف اور نامرد ہے، کبھی سر پھوڑ دے کبھی کچھ توڑ دے"۔ (آٹھویں بولی) "میرا شوہر چھونے سے خرگوش (نرم اور گداز) اور سونگھنے میں کوسم ہے"۔ (نویں نے کہا) "میرا شوہر برا مکان ہے امیر ہے اس کی تلوار کا پرتلا لمبا ہے (بلند و بالا) اس کے چولھے میں راکھ کا ڈھیر ہوتا ہے" (فیاض ہے) (دسویں نے کہا) "میرا شوہر مالک ہے اور تم مالک کو کیا سمجھیں، وہ ان سب سے بہتر ہے کہ اس کے اونٹوں کا بڑا گلہ ہے۔ اور وہ اونٹ گو میں پڑے رہتے ہیں، چرنے کو نہیں جاتے۔ (یعنی اس خیال سے کہ معلوم نہیں کہ مہمان کس وقت آ جائیں اور انہیں ذبح کرنے کی ضرورت پیش آ جائے) باجے کی آواز سن لیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ موت کا دن آ گیا ہے"۔ (یعنی کوئی تقریب ہے اس میں ذبح ہونا ہو گا)۔ (گیارہویں بولی) "میری کہانی بہت لمبی ہے میرے شوہر کا نام ابو زرع ہے۔ تم ابو زرع کو کیا سمجھیں؟ اس نے زیوروں سے میرے کان اور چربی سے میرے بازو بھر دیئے۔ مسرت سے میرا دل خوش کر دیا، بکری والوں کے گھرانے سے مجھے پایا۔ لیکن ہنہنانے والے گھوڑوں، بلبلانے والے اونٹوں، غلہ ملنے والوں اور پھٹکنے والے مزدوروں میں مجھے لا کر رکھ دیا۔ بولتی ہوں تو کوئی برا نہیں کہتا، سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں پیتی ہوں تو سب پی جاتی ہوں۔ اُم ابی ذرع کیسی ہے؟ اس کے کپڑوں کی گھڑی بھاری اور اس کے رہنے کا گھر وسیع ہے۔ ابو ذرع کا بیٹا، ابو ذرع کا بیٹا کیسا ہے؟ سوتا ہے تو ننگی تلوار معلوم ہوتا ہے، کھاتا ہے تو حلوان کا دست کھاتا ہے۔ ابو ذرع کی بیٹی، ابو ذرع کی بیٹی کیسی ہے؟ ابو ذرع کی بیٹی والدین کے لئے فرمانبردار سوکن کے لئے رشک۔ ابو ذرع کی لونڈی، ابو ذرع کی لونڈی کیسی ہے؟ کہیں گھر کی بات باہر نہیں دہراتی، اناج کو فضول برباد نہیں کرتی، گھر کو کوڑا کرکٹ سے نہیں بھرتی"۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ تحمل کے ساتھ دیر تک یہ کہانی سنتے رہے پھر فرمایا ''عائشہ میں تمہارے لیئے ویسا ہی ہوں جیسا ابو زرع اُم ذرع کے لئے''، لیکن عین اس وقت جب آپ اس قسم کی لطف و محبت کی باتوں میں مشغول ہوتے۔ دفعتاً آذان کی آواز آتی آپ خاتم النبیین ﷺ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ ہمیں پہچانتے ہی نہیں ہیں"۔ حضرت خدیجہؓ کو آپ اکثر یاد کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ'' اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ آپ اس بڑھیا کا بار بار ذکر فرماتے ہیں آپ خاتم النبیین ﷺ کو اللہ نے اس سے اچھی بیویاں دی ہیں'' آپ خاتم

النبیین ﷺ نے فرمایا:"لیکن اللہ نے مجھے اسی سے اولاد دی ہے"۔

افک (تہمت) کے واقعے میں جب آپؓ کی برات اللہ تعالیٰ نے فرمادی تو آپؓ کی والدہ نے فرمایا" عائشہ اٹھو اور اپنے شوہر کے قدم لو"۔آپ نے فوراً فرمایا''میں اللہ کے سوا جس نے میری برات ظاہر کی ہے کسی اور کی شکر گزار نہیں ہوں''۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا" عائشہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔''ناراض ہوتی ہو تو ابراہیمؑ کے اللہ کی قسم اور خوش ہوتی ہو تو محمد کے اللہ کی قسم کھاتی ہو'۔عرض کی "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ صرف زبان سے نام چھوڑ دیتی ہوں-"(صحیح بخاری)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ کے سر میں درد تھا، نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا مرض الموت شروع ہو رہا تھا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" عائشہؓ اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں تمہیں اپنے ہاتھ سے غسل دیتا۔اور اپنے ہاتھوں سے تمہاری تجہیز و تکفین کرتا، تمہارے لئے دعا کرتا"۔عرض کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ میری موت مناتے ہیں کہ اگر ایسا ہو جائے تو آپ اس حجرے میں نئی بیوی لا کر رکھیں"۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا-(صحیح بخاری صفحہ 846 کتاب المرض)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے انتقال کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھائیس سال تھی، حضرت عائشہؓ گھر کا سارا کام خود کرتیں تھیں، آٹا گوندھتی تھیں، پیستی تھیں ،کھانا پکاتیں، وضو کا پانی لا کر رکھتیں، آپ خاتم النبیین ﷺ کو وضو کرواتیں، آپ خاتم النبیین ﷺ کے کپڑوں کو دھوتیں، ان پر عطر لگاتیں مسواک صفائی کی غرض سے دھو کر دیتیں، مہمانوں کی خدمت کرتیں۔

اطاعت اور احکام کی پیروی:

بیوی کا سب سے بڑا جو ہر شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے، حضرت عائشہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے حکم کی کبھی مخالفت نہ کی۔ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے بڑے شوق سے دروازے پر ایک مصوری کیا ہوا پردہ لٹکایا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اندر آنے کا قصد کیا مصوری پر نظر پڑتے ہی تیوری پر بل پڑ گئے۔حضرت عائشہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف دیکھا تو فوراً فرمایا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ قصور معاف مجھ سے کیا خطا سرزد ہوگئی"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جس گھر میں تصاویر ہوتیں ہیں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے"۔حضرت عائشہؓ نے فوراً پردہ چاک کر دیا اور کپڑے کو کسی اور مصرف میں لے آئیں۔حضرت عائشہ کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فیاضی کا درس دیا اور آپ زندگی بھر اس پر قائم رہیں۔نماز پنجگانہ کے علاوہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو تہجد اور چاشت کی نماز پڑھتے دیکھتیں تو برابر تہجد اور چاشت پڑھتیں رہتیں۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے دس نکاح کئے۔ان میں ام المساکین حضرت زینبؓ صرف دو تین ماہ زندہ رہیں، باقی نو بیویاں آپ خاتم النبیین ﷺ کی وفات تک زندہ تھیں۔حضرت خدیجہؓ گو کہ حضرت عائشہؓ کے وقت میں زندہ نہ تھیں لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ اکثر حضرت عائشہؓ سے ان کا ذکر کیا کرتے اور سال میں ایک مرتبہ ان کی طرف سے قربانی کرتے۔اور ان کی تمام سہیلیوں کو تحفہ بھیجتے تھے۔سیدہ حضرت خدیجہؓ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔سیدہ زینبؓ ،حضرت رقیہؓ ،حضرت ام کلثومؓ ،حضرت فاطمہ زہراؓ۔حضرت عائشہؓ کا سلوک اور برتاؤ آپ خاتم النبیین ﷺ کی اولاد کے ساتھ بہترین رہا۔حضرت عائشہؓ اس بات پر فخر محسوس کرتیں تھیں کہ قرآن پاک میں ان کی پاک دامنی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے، دوسرے یہ کہ تیمم کی سہولت مسلمانوں کو ان ہی کی وجہ سے ملی۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا دور دو برس رہا، اس طرح حضرت عائشہؓ کو بیوگی کے ساتھ دو برس بعد ہی یتیمی کا صدمہ بھی اٹھانا پڑا۔

عہد فاروقی:

سیدنا فاروق اعظمؓ کا عہد مبارک نظم و نسق کے لحاظ سے ممتاز تھا انہوں نے تمام مسلمانوں کے نقد وظیفے مقرر کر دئے تھے۔قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں دو روایتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ تمام ازواج کو سالانہ بارہ بارہ ہزار درہم دیا جاتا تھا۔

دوسری روایت جس کو حاکم نے صحیح بخاری و مسلم کے ہم مرتبہ قرار دیا ہے، یہ کہ دیگر ازواج کا دس دس ہزار اور حضرت عائشہؓ کا بارہ ہزار مقرر فرمایا، پوچھنے پر اس امتیاز کی وجہ یہ بتائی کہ حضرت عائشہؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو بے حد محبوب تھیں۔ازواج مطہرات کے مطابق حضرت عمرؓ نے نو پیالے بنوائے تھے، جب باہر سے کوئی چیز آتی تو حضرت عمرؓ ازواج مطہرات کے گھر ایک ایک پیالہ بھجا کرتے تھے۔عراق کی فتوحات میں ایک موتیوں کی ڈبیہ ہاتھ آئی، ان موتیوں کی تقسیم مشکل ہوگئی تو آپؓ نے سب سے کہا کہ اگر تم سب راضی ہو تو یہ ڈبیہ میں پوری حضرت عائشہؓ کو بھیج دوں کہ وہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔سب بخوشی

راضی ہو گئے آپ نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہؓ کو بھیج دی۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا ''اللہ عمرؓ پر رحم کرے انہوں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے بعد بہت بڑے بڑے احسان کئے ہیں، یا اللہ مجھے آئندہ ان عطیوں کے لئے زندہ نہ رکھنا''۔

نزاع کے وقت حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے برابر میں دفن ہونے کی اجازت چاہی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا "عمرؓ کے لئے میں ایثار خوشی سے کرتی ہوں"۔ اس ایثار کے بعد حضرت عمرؓ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ آستانہ رسول خاتم النبیین ﷺ تک لے جانا اور پھر اجازت طلب کرنا اگر اجازت ہو تو وہاں دفن کرنا ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ حضرت عائشہؓ نے دوبارہ اجازت دی اور جنازہ اندر لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ اور آخر اسی حجرہ اقدس میں خلافت کا یہ دوسرا چاند بھی نگاہوں سے پنہاں ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور جب حضرت عائشہؓ حج سے واپس آئیں تھیں تو راستے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی، انہی دنوں ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے ایک تقریر کی الفاظ یہ ہیں۔

''لوگ عثمانؓ پر اعتراض کیا کرتے تھے، ان کے عہدے داروں کی برائیاں بیان کیا کرتے تھے۔ مدینہ آ کر ہم سے صلاح مشورہ کیا کرتے، ہم ان کو صلح آتشی کے متعلق جو رائے دیتے تھے عثمان کی نسبت ان کو جو شکایتیں تھیں، ہم جب ان پر غور کرتے ہیں تو ہم ان کو بے قصور، بے گناہ، پرہیزگار، راست باز، راست گفتار پاتے۔ اور شور وغل کرنے والوں کو غلط اور دروغ گو پاتے۔ ان کے دلوں میں کچھ اور تھا اور ان کی زبانوں پر کچھ اور، اور جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو بلا سبب عثمانؓ کے گھر میں گھس گئے اور جس خون کو بہانا جائز نہ تھا اس کو بہایا اور جس مال کا لینا جائز نہ تھا اس کو لوٹا، اور جس زمین کا احترام ان پر فرض تھا اس کی بے حرمتی کی''۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت نے معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا، شام میں حضرت معاویہؓ آزادی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ حضرت علیؓ گھر میں چھپ کر بیعت کروانے پر راضی نہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر بنو اُمیہ کے لوگ فائز تھے۔ یہ لوگ بار بار حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کے قصاص پر زور دینے لگے۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں ان کی فوج باغیوں پر مشتمل تھی۔ دوسرے مسلمان بہت کم تھے اس باغی گروہ میں قاتلین عثمانؓ بھی شامل تھے، ان سب نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ لیکن امیر معاویہؓ نے قصاص عثمانؓ کو اپنی بیعت کی شرط قرار دیا، بیعت سے انکار کر دیا۔ اور نئے گورنر کو چارج نہیں دیا، ان کا یہ طرز عمل غیر آئینی تھا۔ انہوں نے مرکز کی حکومت سے انکار کیا، حضرت علیؓ مملکت اسلامیہ کو ٹکڑے نہیں کرنا چاہتے تھے، اسی لئے حضرت علیؓ جنگی کارداری کے لئے تیار ہو گئے۔ بہت سے صحابہ اکرامؓ نے ساتھ نہ دیا، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی بیعت بھی قصاص عثمانؓ کے ساتھ مشروط تھی، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے جو کہ حج کر کے لوٹ رہیں تھیں تمام واقعہ بیان کیا، حضرت عائشہ نے قصاص عثمانؓ لینے اور فتنہ وفساد لینے کی اصلاح کا ارادہ فرمایا۔

جنگ جمل: (جمادی الثانی 36ھ دسمبر 656)

حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ اپنے لشکر سمیت بصرہ روانہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے ان تینوں سے الگ الگ بات چیت کی اور صلح کی امید پیدا ہو گئی لیکن اب سبائی گروہ (یہودیوں کے گروہ) کو فکر ہوئی کہ اگر یہ صلح ہو گئی تو تمام کام یہیں ختم ہو جائے گا اس لئے ان کے لیڈر عبداللہ بن سبا نے کہا، کہ طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ اور علیؓ کو دوبارہ بات چیت کا موقع نہ دو اور رات کے اندھیرے میں طرفین پر حملہ کر دو۔ اس طرح رات کے وقت انہوں نے ان دونوں گروہوں پر حملہ کر دیا، حضرت عائشہؓ نے خیال کیا کہ یہ حضرت علیؓ لڑائی سے باز نہ آئے اور حضرت علیؓ نے یہ خیال کیا کہ حضرت عائشہؓ لڑائی سے باز نہ آئیں۔ بعد میں دونوں ہی حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ اس جنگ میں اشک بار ہوتے رہے۔ اس جنگ کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ نہ مانے، اس طرح جنگ صفین حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان ہوئی۔ جنگ صفین میں جب پلہ حضرت علیؓ کا بھاری ہوا تو امیر معاویہؓ کے حامیوں نے قرآن نیزوں پر اٹھا لئے کہ اب فیصلہ قرآن کرے گا، جنگ ختم کر دی گئی۔ اب حضرت علیؓ کے لشکر سے حضرت ابو موسیٰؓ اشعری اور معاویہؓ کے لشکر سے عمرو بن العاص کو حکم تجویز کیا۔ دونوں نے باہم فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے مسلمانوں کو اختیار دے دیا جائے۔ کہ وہ جس کو پسند کریں اس کے ہاتھ پر بیعت لیں۔ جب فیصلے کا دن آیا تو حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت موسیٰ اشعریؓ کو پہلے فیصلہ سنانے کو کہا، انہوں نے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا اور کہا "اب مسلمان اپنے امیر کا فیصلہ کرینگے"۔ جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے فیصلہ سنایا تو انہوں نے کہا "میں حضرت علیؓ کو معزول اور امیر معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں"۔ یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو شدید رنج ہوا، حاضرین کو معلوم تھا کہ جو ابو موسیٰ اشعریؓ کہہ رہے ہیں، وہ ٹھیک ہے لیکن اب وہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دعویٰ خلافت کی راہ اور ہموار ہو گئی۔

اس پر حضرت علیؓ کی فوج کے ایک دستے نے مندرجہ بالا تحکیم کو کفر قرار دیا اور کہا کہ ہم اس معاہدے سے خارج ہیں اس لیے یہ لوگ خوارج کہلائے۔حضرت علیؓ نے کہا" میں تو اس معاہدے کی مخالفت کرتا تھا لیکن تم لوگوں نے مجبور کیا"۔حضرت علیؓ نے خوارج کو راہ راست پر لانے کی بیحد کوشش کی لیکن وہ نہ مانے، وہ حضرت علیؓ کی فوج کا علوی دستہ تھا لیکن امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی عیارانہ چال کو برداشت نہ کر سکا اور حضرت علیؓ ،عمرو بن العاص اور امیر معاویہؓ کے قتل کے درپے ہو گیا۔اور پھر انہوں نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔حضرت عائشہؓ جنگ جمل پر ہمیشہ نادم اور روتی رہتیں تھیں ،حضرت عائشہؓ ایک خوددار خاتون تھیں۔راتوں کو اٹھ کر قبرستان چلی جاتیں جو موجود ہوتا سائل کو دے دیتیں۔دل میں خوف خدا اور خشیت الٰہی بہت تھا بہت جلد رونے لگتیں تھیں۔اکثر عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں ،حج کی شدت سے پابند تھیں،کوئی سال ایسا نہ گزرتا جس میں حج نہ کرتیں۔چھوٹی چھوٹی سی باتوں کا خیال رکھتیں۔ایک مرتبہ گھر میں سانپ نکل آیا آپؓ نے اس کو مار دیا کسی نے کہا اس کو مارنا نہیں چاہیے تھا ہوسکتا ہے کوئی جن ہوتا،آپ نے فرمایا کہ ''اگر مسلمان جن ہوتا تو امہات المومنین کے حجروں میں نہ آتا'' کہنے والے نے کہا" آپ ستر پوشی کی حالت میں تھیں جب وہ آیا"، یہ سن کر متاثر ہوئیں اور فدیہ میں ایک غلام آزاد کیا۔صرف ایک قسم کے کفارے میں ایک بار چالیس غلام آزاد کئے تھے۔ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئیں کسی نے کہا " آپ پر کسی نے کوئی ٹوٹکا کیا ہے " آپ نے اپنی باندی کو بلا کر پوچھا " تو نے مجھ پر کوئی ٹوٹکا کیا ہے "؟اس نے کہا "ہاں " آپ نے پوچھا " کیوں "؟اس نے کہا " تا کہ آپ جلد مر جائیں اور میں آزاد ہو جاؤں "۔آپ نے حکم دیا"اس کو کسی شریر کے ہاتھوں بیچ ڈالوں، اور اس کی قیمت سے دوسرا غلام خرید کر آزاد کر دو"۔

آپ ہمیشہ فقراء کی مدد کرتیں، پردے کا بے حد خیال رکھتیں تھیں۔علمی حیثیت سے حضرت عائشہؓ مجتہد تھیں۔ابو یونسؓ حضرت عائشہؓ کے غلام تھے کتابت کے فن میں ماہر تھے،حضرت عائشہؓ نے ان سے اپنے لئے ایک قرآن پاک لکھوایا۔حضرت عائشہؓ سے روایت کردہ حدیثوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ وہ نہ صرف ازواج مطہرات بلکہ عام عورتوں اور مردوں میں بھی چار پانچ کے علاوہ کوئی ان کی برابری نہیں کرسکتا۔اس طرح کثرت روایت میں حضرت عائشہؓ کا چھٹا نمبر ہے۔

حضرت موسیٰ بن طلحہؓ بیان کرتے ہیں "میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر فصیح کسی کو نہیں دیکھا-"(ترمذی ترین جلد 2 کتاب المناقب)

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں "میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر شعر،فرائض اور فقہ کا عالم کسی کو نہیں دیکھا-"(الترغیب والترہیب جلد 12 صفحہ 463)

حضرت عائشہؓ کے اعزازات ان ہی کی زبانی:

آپؓ فرماتی ہیں: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس خوبیاں ایسی عطا فرمائیں ہیں کہ جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی دوسری ازواج مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں وہ یہ ہیں۔

1) حضرت جبرائیلؑ نے میری تصویر سبز ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر کہا کہ یہ دنیا و آخرت میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی بیوی ہیں۔

2) میرے سوا کوئی کنواری بیوی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نکاح میں نہ تھی۔

3) جب آپ خاتم النبیین ﷺ کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز ہوئی تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔اور میرے حجرے میں آپ خاتم النبیین ﷺ کا جسم مبارک دفن کیا گیا۔

4) بسا اوقات فرشتوں نے میرے گھر کو عزت واحترام کے ساتھ گھیرے میں لے لیا۔

5) میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے خلیفہ اور صدیقؓ کی بیٹی ہوں۔

6) آسمان سے میری برات میں قرآنی آیات نازل کی گئیں۔

7) میری پیدائش پاکیزہ ماحول میں ہوئی، اور پاکیزہ ہستی کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

8) حضور پرنور خاتم النبیین ﷺ نے میری باری کے دن وفات پائی۔

وفات:

حضرت امیر معاویہؓ کا آخیر زمانہ خلافت تھا۔

رمضان المبارک ہجری 58 میں حضرت عائشہؓ نے رحلت فرمائی۔اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ مروان کی طرف سے شہر مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔اس لئے انہوں نے حضرت عائشہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت مدفون ہوئیں۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

ولادت مبارک:

سیدہ فاطمہ زہرہؓ جس وقت اس دنیا میں تشریف لائیں وہ زمانہ دنیا میں تاریکی کا زمانہ تھا۔ان دنوں قریش مکہ ''کعبہ شریف'' کی تعمیر نو کر رہے تھے۔ابھی اس کائنات میں نور کا ظہور ہونا تھا،ایسا نور آنے والا تھا جس کی روشنی سے تا ابد تاریکی کا خاتمہ ہونا تھا۔جن دنوں دیوار کعبہ میں حجر اسود کو نصب کیا گیا،انہی دنوں حضرت فاطمہ الزہرہؓ کی پیدائش مبارکہ ہوئی۔آپؓ کی پیدائش کے وقت حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی عمر مبارک 36 سال تھی۔

نام مبارک:

فاطمۃ الزہرہؓ اور القاب مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں۔

سیدہ النساء،زہرہ،بتول،رافیہ،راحمہ،طیبہ،مطہرہ،طاہرہ۔

حضرت فاطمہ زہرہؓ کا بچپن

آپؓ کی پیدائش کے وقت حالات بہت خراب تھے لیکن جب آپؓ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے نبوت کا اعلان فرما دیا۔صدیوں سے بت پرستی کرنے والوں اور فخر وتکبر کی زندگی گزارنے والوں کیلئے یہ کوئی خوشی کی بات نہ تھی۔ایسے میں بھلا وہ کس طرح حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو سکھ کا سانس لینے دیتے؟ اُن کے وہی افعال اور اشغال تھے جو سابقہ برباد امتوں کے تھے۔ان میں بھی وہی ہٹ دھرمی تھی جو سابقہ امتوں کی تباہی کا باعث بنی یہ بھی سابقہ امتوں کی طرح بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے جب ان لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور کہا کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہوں تو اس کے باوجود وہ جانتے تھے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ جھوٹ نہیں بولتے تھے لیکن انہوں نے اس سچائی کو ماننے سے صاف انکار کر دیا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے دشمن بن گئے۔چند افراد ہی ایسے تھے جنہوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی پہلی آواز پر ہی لبیک کہا اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب جناب سیّدہ نے ابھی بولنا ہی سیکھا تھا کہ تمام مکہ کے لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ کے دشمن بن گئے۔اُس وقت سیّدہ فاطمہؓ کا کیا حال ہوتا ہوگا جب یہ ننھی سی جان اپنے ابا جان پر مظالم دیکھتی ہوگی۔مگر ابھی تو ابتداء تھی۔ابھی تو اس ننھی فاطمہؓ نے اپنے بابا پر ہونے والے لاتعداد مظالم بچشم خود دیکھنے تھے۔ابتدائی زمانے ہی کی بات ہے کہ ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔آپ خاتم النبیین ﷺ تنہا ہی تھے،کچھ بد بخت لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ پر آوازیں کسنے لگے۔لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ نے کوئی توجہ نہ دی تو ابوجہل نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے پرسکون چہرے کو دیکھتے ہوئے ایک مردود سے کہا (جس کا نام عقبہ تھا) کہ ''فلاں جگہ پر اونٹ کی اوجھڑی پڑی ہوئی ہے اسے اٹھا لاؤ'' اور جب عقبہ اور اس کے ساتھی اونٹ کی اوجھڑی اٹھا کر خانہ کعبہ میں آئے تو ابوجہل نے انہیں شاباش دی اور جب آپ خاتم النبیین ﷺ سجدے میں گئے تو ان لوگوں نے اس اوجھڑی کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی کمر مبارک پر پھیلا دیا۔روایت ہے کہ اس وقت ابوسفیان بھی موجود تھے لیکن کافروں کے اس اوباش گروہ سے کون ٹکرا سکتا تھا؟،ایسے میں بیت اللہ شریف میں موجود تمام لوگوں نے دیکھا کہ ایک پانچ سالہ بچی دوڑتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اس نے تیزی کے ساتھ اس وزنی اوجھڑی کو جسے دو تین آدمیوں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی کمر پر پھیلایا تھا تنہا ہی ایک طرف دھکیل دیا۔اور لوگوں کو کہنے لگیں ''تم لوگوں کو شرم نہیں آئی میرے بابا جان کو تکلیف دیتے ہو''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس وقت بے اختیار کہا ''بدبختو تم لوگوں کو تکلیف دیتے ہو'' پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان سے کہا کہ ''تم لوگوں کو اس ظلم کا حساب ضرور دینا ہوگا''۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا حرف بہ حرف پورا ہوا۔وہ تمام مردود جنگِ بدر میں نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ جہنم واصل ہوئے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے بعثت کے بعد ابتدائی زمانے کی بات ہے کہ ابوجہل لعین نے سیّدہ فاطمہؓ کو کسی بات پر تھپڑ مارا۔کمسن سیّدہ روتی روتی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس آگئیں اور ابوجہل کی اس حرکت کی شکایت کی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جاؤ اور جا کر اپنے چچا ابوسفیان کو ابوجہل کی حرکت کے بارے میں بتاؤ'' جناب سیّدہ سیدھی ابوسفیانؓ کے پاس گئیں اور ان کو تمام واقعہ کہہ سنایا ابوسفیانؓ حالانکہ ابھی دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔انہوں نے فوراً معصوم فاطمہؓ کو اپنے ساتھ لیا اور تیزی سے چلتے ہوئے اُس جگہ پر پہنچے جہاں ابوجہل اپنے اوباش دوستوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔ابوسفیان نے وہاں پہنچتے ہی سیّدہ فاطمہؓ سے کہا ''بیٹی تم بھی اس

کے منہ پر اُسی طرح تھپڑ مارو جس طرح اس نے تمہارے منہ پر مارا تھا'' چنانچہ سیّدہؓ نے اپنے ننھے ہاتھ سے اُس لعین کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور گھر آ کر آپ خاتم النبیین ﷺ کو تمام واقعہ بتایا۔ یہ سن کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یا اللہ ابو سفیانؓ کے اس سلوک کو مت بھولنا'' فتح مکہ کے بعد ابو سفیانؓ نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام میں سچے دل سے داخل ہو گئے۔

شادی مبارک:

ہجرت مدینہ کا دوسرا سال تھا۔ اس سال اسلام کو بہت سی خوشخبریاں اور بہت سے انعامات سے نوازا گیا۔ اس برس رجب کے مہینے میں بروز پیر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ عصر کی نماز مدینہ طیبہ کی ایک مسجد میں ادا فرما رہے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کا رخ انور حسبِ معمول بیت المقدس کی طرف تھا۔ ابھی دوسری رکعت کا رکوع ادا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو بذریعہ وحی (وحی الہام) حکم دیا کہ اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کر لیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اُس وقت اپنا رخ بیت اللہ شریف کی طرف کر لیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے بھی اپنا اپنا رخ (آپ خاتم النبیین ﷺ کو دیکھ کر) تبدیل کر لیا۔ اُسی روز سے کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا فرض ہوا۔

1۔ اسی برس رمضان میں روزے رکھنے کا حکم ہوا۔

2۔ اسی برس صدقہ اور فطرانہ واجب ہوا۔

3۔ اسی برس نماز عید پڑھی گئی (عید منائی گئی)

4۔ اسی برس کفار سے جہاد کرنے کا حکم ہوا۔ یعنی جنگِ بدر ہوئی۔

5۔ اسی برس غزوہ ''ابوا'' اور ''العشیر'' بھی واقع ہوئے۔

6۔ اسی برس ''غزوہ قفیقاع'' واقع ہوا۔

7۔ اسی برس ''غزوہ قفیقاع'' سے واپسی پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے عید الضحیٰ کی نماز ادا کی اور قربانی بھی کی۔

8۔ اسی برس ''غزوہ سویق'' اور غزوہ ''فرات الکدر'' واقع ہوا۔

9۔ سب سے اہم واقعہ اس برس کا یہ تھا کہ اسی برس حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرہؓ کا نکاح مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوا۔ سراۃ الاسرار کے صفحہ 134 پر درج ہے کہ نکاح کے وقت حضر فاطمہؓ کی عمر مبارک 15 برس اور حضرت علیؓ کی عمر مبارک 25 برس تھی۔

تقریب نکاح

حدیث: حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی، کچھ دیر کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے انسؓ! جانتے ہو ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا پیغام لائے تھے"؟ میں نے عرض کیا" میرے ماں باپ آپ خاتم النبیین ﷺ پر قربان آپ خاتم النبیین ﷺ بتایئے، حضرت جبرائیل علیہ السلام کیا پیغام لائے تھے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا جائے"۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے مجھے حکم دیا" جاؤ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بلاؤ۔ جب یہ سب مہاجرین اور انصار حاضر ہو گئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا پر مبنی ایک خطبہ پڑھا جس میں قرآن پاک کی سورۃ فرقان کی آیت نمبر 54 تلاوت فرمائی:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (25:54)

ترجمہ: ''اور وہی ہے جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی کو، بنائے اس کے لیے نسب اور سسرال اور ہے تیرا رب بڑی قدرت والا''۔

پھر فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ بنت خدیجہؓ کا نکاح علیؓ ابن طالب سے کر دوں۔ اے لوگو تم گواہ رہو چار سو مشقال چاندی (حق مہر) کے عوض میں نے فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے نکاح میں دیا''، حضرت علیؓ اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔ آپؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے چھوہاروں کا ایک تھال منگوایا اور فرمایا اس سے چن لو۔ اسی دوران حضرت علیؓ بھی آ گئے۔ ان کو دیکھ کر آپ خاتم النبیین ﷺ

مسکرائے اور فرمایا ''اے علیؓ بحکم خداوندی میں نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے''۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں (حاضر ہوں) راضی ہوں''۔ اس کے فوراً بعد حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالائے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے دعا فرمائی۔

''اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت عطا فرمائے۔ تمہاری ہر کوشش کامیاب بنائے اور تمہیں پاکیزہ اولاد سے نوازے'' (نور الابصار صفحہ نمبر 46)

رخصتی:

اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو طلب کیا۔ جب آپ آگئیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے گلے سے لگایا اور چوما اور ان کا ہاتھ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا ''اے علی نبی کی بیٹی مبارک ہو۔ اس کی قدر کرنا'' پھر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ''تمہارا شوہر بہت اچھا ہے اب جاؤ اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے'' یہ فرما کر آپ خاتم النبیین ﷺ ان دونوں کو چھوڑنے گھر سے باہر آئے۔ دونوں کو ایک اونٹ پر بٹھایا جس کی نکیل حضرت سلمان فارسیؓ نے پکڑی۔

جہیز:

رخصی کے وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو مختصر جہیز دیا۔ اس میں ایک موٹی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ دو چکیاں ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ 106)

حدیث: یہ سامان دے کر حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کو رخصت فرمایا۔ پھر نماز عشاء کے بعد ان کے مکان میں تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو پانی لانے کا حکم دیا، پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے برتن میں کلی کی۔ وہ متبرک پانی سیّدہ فاطمہ کے سر، سینہ اور دونوں کندھوں کے درمیان چھڑک دیا اور پھر ایسا ہی عمل حضرت علیؓ کے ساتھ فرمایا۔ اس کے بعد دعا فرمائی۔

''اے اللہ میں فاطمہؓ کی اولاد کو شرِ شیطان سے محفوظ رکھنے کے لیے تیری پناہ میں دیتا ہوں''

پھر ایسا ہی حضرت علیؓ کے لیے فرمایا۔ (الریاض الجر جلد 3 صفحہ 4)

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی سادگی:

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبوب ترین بیٹی تھیں۔ نکاح کے وقت فتوحات کی کثرت تھی۔ مدینہ میں مال و زر کی کمی نہ تھی۔ اس وقت حضور خاتم النبیین ﷺ کی یہ محبوب صاحبزدی چکی خود پیستی تھیں۔ پانی خود بھرتی تھیں، جھاڑو خود دیتیں، کھانا پکاتیں، کپڑے دھوتیں اور گھر کی صفائی وغیرہ خود کرتی تھیں۔ انہوں نے ایک بار حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے گھر کے کام کاج کیلیے ایک لونڈی مانگی اور اپنے ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا ''جان پدر'' بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے حقدار ہیں۔ پھر فرمایا تم جس کی خواہشمند تھیں میں اس سے بہتر ایک چیز تمہیں بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد 10 مرتبہ سبحان اللہ، 10 مرتبہ الحمد للہ اور 10 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ سوتے وقت 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لیے لونڈی اور غلام سے بڑھ کر ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا میں اللہ کے اس پیارے رسول سے اسی حالت میں راضی ہوں (ابوداؤد شریف)

صرف یہ نہ تھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت فاطمہؓ کو زیب و زیبائش کی کوئی چیز نہ دیتے تھے بلکہ اگر دوسرے کسی ذرائع سے بھی کوئی ایسی چیز آتی تو آپ خاتم النبیین ﷺ اس کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو سونے کا ہار دیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا ''کیوں فاطمہ لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ محمد خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے'' حضرت فاطمہؓ نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے غلام خرید لیا۔ (ابوداؤد و نسائی)

ایک مرتبہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا ''بیٹی ذرا یہ بتاؤ کہ عورت کی سب سے اچھی صفت کون سی ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا، عورت کی سب سے اچھی صفت یہ ہے کہ وہ نہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھے (احیاء العلوم امام غزالی)

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی اولاد

حضرت فاطمہؓ کی اولاد پانچ افراد پر مشتمل ہے۔

1۔ حضرت امام حسنؓ

2۔ حضرت امام حسینؓ

3۔ حضرت محسنؓ

4۔ حضرت ام کلثومؓ

5۔ حضرت زینبؓ

حضرت محسنؓ کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو ان سب سے بہت محبت تھی۔

ازدواجی زندگی

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان بہت ذہنی ہم آہنگی موجود تھی، ان دونوں کے ازدواجی تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے۔ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کا دل و جان سے خیال رکھا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ بھی حضرت علیؓ کا بے حد خیال رکھتی تھیں۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اکثر حضرت فاطمہؓ کو خاوند کی محبت، خدمت، عظمت باور کرواتے اور حضرت فاطمہؓ اور بھی جوش و خروش اور محبت سے خاوند کی خدمت گزاری میں مشغول ہو جاتیں۔ ایک روایت میں آیا کہ ''حضرت علیؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہؓ جیسی سلیقہ شعار عورت میں نے کوئی نہیں دیکھی''۔ حضرت فاطمہؓ نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتیں تھیں اور گھر کا کام خود کر لیا کرتی تھیں۔ حالانکہ اس وقت آپ ایسے دور سے گزر رہی تھیں جب غلام اور لونڈی عام ہو گئیں تھیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کو تیز بخار ہوا۔ تمام رات تیز بخار کی وجہ سے بے چینی کے عالم میں گزری۔ حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ان کے ساتھ رات جاگ کر گزاری رات کے پچھلے پہر ہم دونوں کی آنکھ لگ گئی۔ فجر کی آذان سن کر میں بیدار ہوا تو دیکھا فاطمہؓ وضو کر رہی تھیں۔ میں نے مسجد میں جا کر نماز ادا کی۔ جب واپس آیا تو دیکھا کہ فاطمہؓ چکی پیس رہی تھیں۔ میں نے کہا ''فاطمہ تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا۔ رات بھر تمہیں تیز بخار رہا، صبح اٹھ کر تم نے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا اور اب تم چکی پیس رہی ہو۔ اپنا خیال رکھو اللہ نہ کرے زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ''۔ سیّدہ فاطمہؓ نے سر جھکا لیا اور جواب میں کہا ''اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے مر بھی جاؤں تو کچھ پرواہ نہیں۔ میں نے وضو کیا۔ نماز ادا کی تو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اور اگر چکی پیسی تو آپؓ کی اطاعت اور بچوں کی لیے خدمت کی خاطر''

حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرؓ اپنے گھریلو کام کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہا کرتی تھیں اور اس دوران ان کی زبان مبارک پر قرآنی آیات کا ورد رہتا تھا۔ آپؓ زیادہ تر وقت عبادت اور ریاضت میں گزارا کرتی تھیں لیکن اس کے باوجود اپنا گھریلو کام کاج بھی خود کیا کرتیں تھیں۔ جب حضرت علیؓ کبھی غزوہ میں ہوتے یا مدینہ سے دور ہوتے تو آپؓ پانی کا مشکیزہ بھی خود بھر کر لایا کرتی تھیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے بارے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آپؓ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ مشکلات اور مصائب میں بھی کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لایا کرتی تھیں۔ اور جب آپ انتہائی خوش ہوتیں تھیں تو اس وقت بھی اپنی خوشی کا اظہار بے جا طریقے سے نہیں کیا کرتی تھیں۔ بلکہ آپؓ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ خواہ خوش ہوں، خواہ غمگین۔ آپؓ کے روئے انور پر ایک وقار ایک معصومیت اور ایک سنجیدگی دیکھائی دیتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت تک فاطمۃ الزہرہؓ کا نام بہت عزت و احترام سے لیا جاتا رہے گا۔ آپؓ بلا شبہ تمام مکاتب فکر کی متفقہ اور مسلمہ عظیم ترین ہستی ہیں اور آپؓ کی زندگی اہل اسلام کے لیے مشعل راہ ہے۔ سیّدہ کی گھریلو زندگی ایک درویشانہ زندگی تھی۔ جہاں نہ کوئی خواہش نہ کوئی تمنا۔ سیّدہ کی ایک اور بات قابل تقلید ہے اور وہ یہ کہ آپؓ خواہ فاقے سے ہوتیں جب تک حضرت علیؓ اور بچے کھانا تناول نہیں فرما لیتے تھے آپؓ کھانا تناول نہیں فرمایا کرتی تھیں۔

عطا بن سائبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اس بیٹی فاطمہؓ کے بارے میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فاطمہؓ کے ہاں ولادت ہونے والی تھی اور آپؓ تنور پر روٹیاں پکاتی تو آگ کی تپش آپ کے شکم مبارک تک جاتی۔ لیکن ان تمام صورتِ حال کے باوجود آپؓ اپنا کام خود کرنا پسند کرتی تھیں۔ یہ طرزِ عمل بھلا کیوں نہ ہوگا آپؓ کی تربیت سرکار مدینہ کے گھر میں ہوئی تھیں۔ جہاں ایک عظیم خاتون آپؓ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ تھیں جو دیکھ چکی تھیں کہ کن حالات میں ان کی یہ بچی دنیا میں تشریف لائی ہے۔ حضرت فاطمہؓ بچپن ہی سے کھیل کود اور گالم گلوچ سے دور رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ بچپن ہی سے ایک عادت ان کے اندر نمایاں تھی۔ جس کو ان کی والدہ محترمہ نے بھی سراہا ہے کہ وہ کبھی کوئی چیز کسی سے مانگتی نہیں تھیں۔ اگر کوئی دے دے تو ٹھیک ورنہ صبر شکر، نہ کوئی گلہ اور نہ کوئی شکوہ۔

سیّدہ فاطمۃ الزہرہؓ کا نام اس قدر سند کا درجہ اختیار کر گیا ہے کہ اہل اسلام میں بلا تفریق تمام مسلک آپؓ کا نام سب سے زیادہ مسلمان اپنی بچیوں کا رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ اُن کی بچیاں بھی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ جیسی صفت نہ سہی ان پر سیّدہؓ کی شخصیت کا کچھ نہ کچھ اثر تو ہو جائے۔

ایک روز سرکارِ دو عالم خاتم النبیین ﷺ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کا بھی یہی حال تھا سرکارِ دو عالم خاتم النبیین ﷺ اسی

حالت میں گھر سے باہر تشریف لائے۔ راستے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی ان دونوں کا حال بھی اپنے آقا خاتم النبیین ﷺ جیسا تھا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوایوبؓ اپنے باغ میں گئے ہوئے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا تو انگوروں کا ایک گچھا توڑ لائے اور مہمانوں کو پیش کیا اس کے بعد انہوں نے ایک بکری ذبح کر کے سالن اور کباب تیار کروائے۔ جب سالن تیار ہو گیا تو آپ نے ایک روٹی اور تھوڑا سا سالن سیّدہ کو بھجوایا اور ارشاد فرمایا کہ ''فاطمہؓ کو دے آؤ وہ کئی روز سے فاقے سے ہے''

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کا مقام و مرتبہ

حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''میری بیٹی فاطمہؓ اس دنیا کی عورتوں کی سردار ہے اور جنت کی عورتوں کی سردار ہے''۔ (مسلم)

حدیث:

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''فاطمہ میرا پارہ گوشت ہے یہ میرا دل ہے، یہ میری روح ہے، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی''۔ (نورالبصار صفحہ 46)

حدیث:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے بڑھ کر کسی اور کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے سیرت و اخلاق اور طریقے کے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے طریقے کے مطابق تھا۔ (ترمذی جلد 2 صفحہ 765)

حدیث:

حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''(اے دنیا کی عورتوں) تمہیں پیروی کرنے کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں حضرت مریمؑ، حضرت خدیجہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت آسیہؑ کافی ہیں''۔ (ترمذی شریف جلد دوئم)

حدیث:

حضرت جمیع بن عمیرؓ سے مروی ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو سب سے زیادہ کس سے محبت تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ''فاطمۃ الزہرہؓ سے'' پوچھا مردوں میں کس سے تھی؟ جواب دیا ''فاطمہؓ کے شوہر حضرت علیؓ سے'' (ترمذی جلدی 2 صفحہ نمبر 765)

حدیث:

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''ہر عورت کا نسب اپنے خاوند کی طرف ہوتا ہے۔ سوائے حضرت فاطمہؓ کے کہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں'' (مجمع الذدائد جلد 4 صفحہ 244)

حدیث:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا''۔ (مجمع الزواۂ جلد 9 صفحہ 168) (طبرانی جلد 12 صفحہ 34) (مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 1090)

حدیث:

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو عورت اس حالت میں فوت ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا وہ جنت میں جائے گی'' (مسلم شریف جلد 2 صفحہ 1090) (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 168)

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا

ترجمہ: ''دنیا ساز و سامان کی ایک جگہ ہے اور اس دنیا کا بہترین سرمایہ نیک عورت ہے'' (مسلم شریف جلد 2 صفحہ 1090) مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 168)

حدیث:

ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیّدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ آٹھ پہر سے بھوکے تھے۔ غروب آفتاب سے کچھ پہلے ایک تاجر آیا اس کے کچھ اونٹ آئے اور ان پر مال و اسباب لدا ہوا تھا اس تاجر کو اس مال و اسباب اتروانے کے لیے ایک مزدور درکار تھا۔ حضرت علیؓ نے یہ کام کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ معمولی کام نہ تھا مشکل ترین کام تھا۔ حضرت علیؓ رات گئے تک مال اترواتے رہے۔ جب آدھی رات کو کام ختم ہوا تو آپؓ گھر تشریف لاتے ہوئے راستے سے مزدوری کے پیسوں سے ''جو'' خرید کر لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے جلدی سے ''جو'' پیسے اور پھر روٹی پکا کر حضرت علیؓ کو پیش کی اور خود بھی تناول فرمائی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: ''مجھے سیّد البشر خاتم النبیین ﷺ کا یہ قول مبارک یاد آیا ہے کہ فاطمہؓ دنیا کی عورتوں میں سب سے بہترین عورت ہیں''

حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ ان کے لیے کھڑے ہوتے اور انہیں بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے ایسے میں آپ خاتم النبیین ﷺ جب حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو سیّدہؓ کھڑی ہو جاتیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کا استقبال کرتیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ (ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 765)

جناب صائم چشتی صاحب نے اپنی کتاب ''البتول'' کے صفحہ نمبر 110، 111 اور 112 میں درج فرمایا ہے کہ ''حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے سرکار دو عالم کی خدمت اقدس میں چند قیمتی تحائف بھیجے ان کے علاوہ انتہائی قیمتی اور جواہر نگار ایک جوڑا بازو بند اس نے خاص طور پر جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرہؓ کے لیے ارسال کئے تھے اور اپنے خدام خاص کو تاکید کی تھی کہ یہ بازو بند کی جوڑی براہ راست رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی دختر حضرت فاطمہؓ کے گھر بھجوائی جائے۔ چنانچہ وہ بازو بند خدام نجاشی نے بارگاہ بتول میں پہنچا دیئے۔ سیّدہ فاطمۃ الزہرہؓ کو بچپن ہی سے زیورات کے ساتھ رغبت نہیں تھی اور آپ نے جہیز کے بازو بند بھی راہ خدا میں خیرات کر دیئے تھے۔

نجاشی کے بھیجے ہوئے بازو بند آپؓ نے ہدیہ اور تحفہ سمجھ کر اس خیال سے پہن لیے کہ اسے (نجاشی کو) اس کا پورا پورا اجر ملے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ بیٹی کے گھر تشریف لائے۔ بعد احترام حضرت فاطمۃ الزہرہؓ اٹھ کر آگے بڑھیں۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے نہایت شفقت فرماتے ہوئے بیٹی کے سر کو چوما اور ہاتھوں کو بوسہ دیا بیٹی کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے جواہر نگار کنگن دیکھے تو فرمایا ''بیٹی ہم نے تو دنیا کے بدلے آخرت کو قبول کر رکھا ہے اور تم دنیا کی نعمتوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دے رہی ہے۔ تم نے اتنے قیمتی بازو بند کیسے پسند کر لیے؟'' جناب سیّدہ فاطمہؓ نے گردن جھکا کر کہا کہ ''یہ نجاشی کا تحفہ آیا تھا میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئے پہنے ہیں ابھی اتار دیتی ہوں''۔ سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ مزید کچھ ناصحانہ گفتگو فرما کر واپس تشریف لے آئے اور جناب فاطمہؓ نے وہ بازو بند اسی وقت فروخت کرنے کے لیے بھیج دیئے۔ بازو بند بازار بھیج دیئے لیکن حضرت فاطمہؓ بے حد غمگین اور پریشان ہیں ان کی آنکھوں سے آنسو سے جاری ہیں اور فرمایا ''کاش میں یہ بازو بند نہ پہنتی۔ کاش مجھے یہ تحفہ ہی نہ ملا ہوتا جو میرے بابا کے دل دکھانے کا باعث ہوا۔ یا اللہ مجھے معاف فرمایا۔ جب فروخت شدہ زیور کی رقم گھر آئی تو حضرت فاطمہؓ نے کسی کو بھیج کر عام منادی کرادی کہ غربا و مسکین بنت رسول خاتم النبیین ﷺ کے دروازے پر جمع ہو جائیں۔ چنانچہ غربا و محتاج آئے تو وہ تمام رقم تقسیم کر دی گئی۔ فقراء کو مال تقسیم کرنے کی خبر آپ خاتم النبیین ﷺ کو ہوئی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ اپنی بیٹی کے گھر آئے دیکھا کہ جناب فاطمہؓ کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی ہیں اور چہرہ انور انتہائی غم زدہ ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی بیٹی کو آغوش میں لیا اور باپ بیٹی دیر تک اشک بہاتے رہے۔

اسی کتاب میں ایک اور واقعہ بھی حضرت فاطمہؓ کا درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر حمزہؓ کی صاحبزادی نے حضرت فاطمہؓ کو ایک طلائی ہار بھیجا اور اسے پہننے کی خواہش بھی ظاہر کی۔ چنانچہ بنت رسول خاتم النبیین ﷺ نے وہ کنٹھی پہن لی۔ چند لمحات ہی گزرے تھے کہ ایک ضعیف اور کمزور سائل نے آپ کے دروازے پر صدا دی۔ یا اہل بیت محمد خاتم النبیین ﷺ میں بھوکا ہوں اور کمزور بھی اللہ کے نام پر کچھ دیا جائے۔ جناب سیّدہؓ نے فوراً وہ کنٹھی گلے سے اتار دی اور سائل کو بھیج دی۔ سیّدہ

فاطمہؓ کے فقر و قناعت کے سلسلے میں ایک روایت یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے تو ایک روٹی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے آئی؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میں نے آج تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی۔ بچوں کو کھلا رہی تھی کہ میں نے سوچا کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دے کر آؤں۔ معلوم نہیں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس حال میں ہیں؟ یارسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ روٹی ہمیں تیسرے وقت میسر ہوئی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روٹی تناول فرما کر کہا ''اے فاطمہ چار وقت کے بعد یہ روٹی کھائی ہے''

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کا وصال مبارک

حضرت عائشہؓ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ''اے فاطمہؓ میرے گھر والوں میں سے پہلے تو میرے پاس آئے گی''۔ (بخاری شریف)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب خاتون جنتؓ اپنے مرض الموت میں مبتلا ہوئی تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ اس پورے عرصے کے دوران جہاں تک میں نے دیکھا ایک صبح ان کی حالت بہتر تھی۔ حضرت علیؓ کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ خاتون جنتؓ نے مجھ سے کہا کہ میرے غسل کے لیے پانی لائیں۔ میں پانی لائی۔ خاتون جنتؓ نے میرے سامنے بالکل ٹھیک صحت مندانداز میں غسل کیا۔ پھر بولیں ''مجھے نیا لباس دیں'' میں نے لباس پیش کر دیا۔ لباس پہن کر حضرت فاطمہؓ قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اپنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ لیا اور مجھ سے کہا میری والدہ اب میرے وفات ہو جائے گی میں غسل کر کے پاک ہو چکی ہوں۔ ''لہذا مجھے کوئی نہ کھولے'' بس اسی جگہ خاتون جنت کی وفات ہوگئی۔ حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں اس کے بعد حضرت علیؓ تشریف لائے تو میں نے انہیں ساری بات بتائی۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 461) مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 210)

سبحان اللہ جگر گوشہ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتون جنت کا دنیا میں رہنا بھی قابل رشک۔ آپؓ کا مقام بھی قابل رشک اور آپؓ کا وصال بھی قابل رشک ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی نماز جنازہ:

حدیث: حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کیں (طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 21) (البدایہ والنہایہ جلد 1 صفحہ 9)

نماز جنازہ کے بعد آپؓ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (البدایہ والنہار جلد 6 صفحہ 334)

حضرت امام حسنؓ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے ان کو دفن کیا اور کھڑے ہو کر اپنا منہ روضہ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرمایا اور کہا اسلام علیکم یا رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف سے اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بیٹی کی طرف سے جو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کیا کرتی تھیں اور جو اب سو گئی ہے اس مخصوص زمین میں اللہ تعالیٰ اسے جلد آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملانے والا ہے''

سلطان العارفین سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ جب فقر کی انتہا ہوتی ہے تو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ صرف سات روحیں ایسی ہیں جو اس مقام عظیم پر فائز ہوئیں۔ دوسری ہر قسم کی سیادت کی طرح ان سات روحوں کے سردار بھی نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان سات روحوں میں روح اول حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی ہے۔ ان ارواح کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ ان ارواح پر ایک لمحہ میں اور پلک جھپکنے کی دیر میں 70 ہزار تجلیاں انوار الٰہی کی وارد ہوتی ہیں مگر یہ دم نہیں مارتے بلکہ ''ھل من مزید'' فرماتے ہیں (رسالہ روحی قلمی 12)

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز ، روزہ ، قربانی و حج
یہ سب باقی ہے وہ باقی نہیں ہے

****

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ثالث بالخیر)

6 ہجری کا پر آشوب اور تشویشناک زمانہ تھا، مدینہ دشمنوں میں گرا ہوا تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ دشمنوں کے پیشگی سد باب کے لیے کئی دن سے سوچ رہے تھے،شعبان کی ایک چمکیلی صبح کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک صحابیؓ کو بلا بھیجا۔ پیغام ملتے ہی ایک چھریرے جسم کا طویل قامت دراز ریش، سرخ وسفید رنگ،ستواں ناک،ایک شخص جن کے پاؤں میں ذرا سا لنگ تھا حاضرِ خدمت ہو گئے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا''ابو محمد مجھے دومتہ الجندل سے تشویشناک خبریں آرہی ہیں۔'' وہاں مدینے پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع ہو رہا ہے۔تم وہاں جا کر ان کے سردار کو اسلام کا پیغام دینا۔لیکن اگر لڑائی کی نوبت آئے تو دیکھنا کہ کسی کو دھوکہ نہ دینا، خیانت اور بد عہدی نہ کرنا، بچوں اور عورتوں کو ختم نہ کرنا اور اللہ کے باغیوں سے اس دنیا کو پاک کر دینا''۔اگلی صبح وہ نوجوان صحابیؓ ہتھیار لگائے عمامہ باندھے حاضرِ خدمت ہو گئے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں قریب بلایا ان کا عمامہ اتار کر اپنا سیاہ عمامہ اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر پر باندھا اور دونوں شانوں کے درمیان تھوڑا سا شملہ چھوڑ دیا اور فرمایا''ابو محمد عمامہ یوں باندھیے، کیونکہ یہ احسن اور اقرب ہے''۔

ابو محمد نے پھر یہ مقدس عمامہ ہمیشہ بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا۔آپؓ اہم مواقع پر اسے استعمال کیا کرتے تھے۔سیاہ عمامہ ابو محمد کو پہنانے کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس سالارِ لشکر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایک پر تاثیر خطبہ دیا۔''اے لوگو! بلاؤں کے نازل ہونے سے پہلے پانچ باتوں کا خیال رکھو،کسی ملک میں جب کم تولنے کا رواج ہو جاتا ہے تو اللہ وہاں قحط نازل فرماتے ہیں اور پھلوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور جب کسی قوم میں بد عہدی کا رواج ہو جاتا ہے تو اللہ ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے اور جب زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی تو بارش روک دی جاتی ہے۔اگر بے زبان جانور نہ ہوتے تو ایک قطرہ بھی پانی نہ برستا اور جب کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو وہاں طاعون پھیل جاتا ہے اور جب قرآن کے احکامات پر عمل چھوڑ دیا جاتا ہے تو اختلاف بڑھ جاتا ہے اور لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں''۔

یہ ابو محمدؓ جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خاص عنایت کے مستحق ٹھہرے کون تھے؟ یہ تھے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جن کے بارے میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا،"اہل زمین میں بھی امین ہیں اور اہل آسمان میں بھی، نیز دعا فرمائی،اے اللہ،عبدالرحمن کو عزت اور وقار عطا فرمانا''۔

ام المومنین حضرت سلمہؓ سے روایت کی کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا "جو شخص میرے بعد تم لوگوں کی (امہات المومنین) خیر خبر گیری کرے گا وہ سچا اور پاک نفس ہو گا "اور پھر ابنِ عوف کے حق میں دعا فرمائی''اے اللہ عبدالرحمن کو چشمہ سلسبیل سے سیراب کرنا''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے انتقال کے بعد عبدالرحمنؓ امہات المومنین کی خبر گیری کرتے رہے۔آپ ؓ کا تعلق قبیلہ بنو زہرہ سے تھا، گو کہ یہ قبیلہ قریش کی طرف سے جنگ میں شریک ہوا تھا لیکن ان کی تلواریں کسی ایک مسلمان کے خون سے بھی رنگین نہیں ہو سکیں۔یعنی انہوں نے کسی ایک مسلمان کو بھی قتل نہیں کیا۔اسلام سے پہلے آپ ؓ کا نام عبدالکعبہ تھا، کنیت ابو محمد تھی۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے دس سال چھوٹے تھے،حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ترغیب سے اسلام لائے تھے،غزوہ بدر، غزوہ احد،غزوہ خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ،غزوہ حنین،غزوہ طائف سفر،تبوک، حجتہ الوداع میں ہمیشہ ساتھ رہے۔کوئی بھی نہیں چھوڑا۔کوئی موقع یا معرکہ ایسا نہ تھا جس میں آپؓ نے حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ساتھ نہ دیا ہو،خلفائے راشدین میں سے حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے پورا تعاون کیا،حضرت عثمان غنیؓ کے انتخاب خلافت میں انتخابی کردار ادا کیا اور تمام تر مشاورت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی زندگی میں آپ ؓ کو اپنا جانشین بنانا چاہا تھا تو آپؓ نے انہیں یہ جواب دیا۔''بخدا مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی بجائے میرے گلے پر چھری رکھ کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک اتار دی جائے''۔ان کے انکار پر حضرت عمرؓ نے انہیں انتخابی کونسل کا سب سے اہم رکن منتخب کر دیا تھا۔حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف۔روایت حدیث میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ہر وقت آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں رہنے کے باوجود آپؓ سے صرف 65 احادیث مروی ہیں،عشرہ مبشرہ والی حدیث بھی آپؓ نے روایت کی ہے جو یہ ہے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابو بکر، جنت میں ہیں،عمرؓ جنت میں ہیں،عثمانؓ جنت میں ہیں،علیؓ جنت میں ہیں،طلحہؓ جنت میں ہیں،عبدالرحمن بن عوفؓ جنت میں ہیں،ابو عبیدہؓ جنت میں ہیں،سعید بن زیدؓ جنت میں ہیں،سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں ہیں،زبیر بن العوامؓ جنت میں ہیں''۔(ترمذی،حدیث نمبر 3682)

صحیح بخاری میں حضرت سعید بن زیدؓ سے بھی عشرہ مبشرہ والی حدیث مروی ہے،انہوں نے ازراہ انکسار اپنا نام

نہیں لیا تھا۔

آپؓ کی روایت کردہ چند احادیث

1۔عالم کو عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے، ہر درجہ کی پستی اور بلندی میں وہی فرق ہے جو آسمان اور زمین کی پستی اور بلندی میں ہے۔(سند ابی یعلی الموصلی، رقم الحدیث:844)

2۔ تھوڑی سی سمجھ اور مسائل کا علم بہت سی عبادت سے بہتر ہے۔(طبرانی 302/8-بیہقی فی شعب الایمان 265/1 رقم 1705)

3۔ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا (ترمذی، حدیث نمبر 211)

4۔ جبکوئی بندہ کسی کی زیادتی اور ظلم کو صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے معاف نہیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت بلند کرتا ہے اور بڑھاتا ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں اللہ ہوں اور میں بہت رحم کرنے والا ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے نام سے حصہ دیا۔ جو صلہ رحمی کرتا ہے میں بھی اپنی رحمت اس کو پہنچاتا ہوں اور جو قطع رحمی کرتا ہے میں بھی اس سے بالکلیہ اپنی رحمت کو منقطع کرتا ہوں اور مایوس کر دیتا ہوں''۔(بحار الانوار، صفحہ 187 جلد 47)

6۔ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور روزے رکھے اپنے شوہر کے حقوق کی نگہداشت کرے، اس کے احکام کی تعمیل کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ ''جنت کے جس دروزے سے چاہے داخل ہو جا''۔(بیہقی کتاب انکاح حق الزوج علی المراۃ 7/476)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا پیشہ تجارت تھا، مدینہ جانے کے بعد تھوڑے سے مال سے تجارت شروع کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ نفع اونٹوں پر آنے لگا۔اس لیے آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ خوابوں کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''عبدالرحمنؓ تم میری امت کے غنی لوگوں میں سے ہو لیکن جنت میں گھسٹ گھسٹ کر جاؤ گے، صدقہ کیا کرو کہ تمہارے پاؤں کھل جائیں''۔یہ سن کر عبدالرحمنؓ بن عوف رونے لگے اور فرمایا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا میں اپنا سارا مال صدقہ کردوں؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہاں میں جواب دیا'' لیکن جب حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف اپنا پورا مال صدقہ کرنے چلے گئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے واپس بلایا اور فرمایا، عبدالرحمنؓ بن عوف، پورا مال صدقہ نہ کرو، رشتہ داروں پر خرچ کرو، مساکین پڑوسیوں، حاجت مندوں پر خرچ کرو کہ مجھے یہی کہا گیا ہے''۔

وفات حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف 75 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے کاتب صموان سے حضرت عبدالرحمنؓ کے حق میں خلافت کی وصیت لکھوائی تھی۔انہیں معلوم ہوا تو حضرت عثمانؓ سے ناراضگی کا اظہار کیا اور احتجاج بھی کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''باری تعالیٰ مجھے عثمانؓ سے پہلے اس دنیا سے اٹھالے'' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ جن فتنوں کے آثار حضرت عثمانؓ کے آخری عہد میں دکھائی دینے لگے تھے وہ ان فتنوں اور بلاؤں کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جانا چاہتے تھے۔ان کی وفات پر حضرت علیؓ نے فرمایا! اے ابن عوفؓ جا تو نے دنیا کا صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا'' یعنی نیکی اور بھلائی حاصل کی اور برائی اور فتنے چھوڑ دیئے۔

انہیں کفن بھی کیا خوب ملا، یہ کفن ایک چادر تھی جو کہ ایک خاتون اپنے ہاتھ سے بنا کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو ہدیہ کرنے کے لیے لائی تھی، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس عورت کے ہاتھ سے یہ چادر لے کر تہبند کے طور پر باندھ لی۔ یہ لانے والی عورت کی دلجوئی کا خاص انداز تھا۔حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے یہ چادر آپ خاتم النبیین ﷺ سے مانگ لی، آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ چادر تھوڑی دیر تک بطور تہبند باندھنے کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ کو عنایت کر دی۔حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے یہ چادر سنبھال کر اپنے کفن کے لیے رکھ لی۔علالت کے دوران حضرت عائشہؓ نے اپنے طور پر کہلا بھیجا کہ اگر آپؓ چاہیں تو جدھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دفن ہیں وہاں آپؓ کے دفن کا انتظام ہوسکتا ہے مگر انہوں نے از راہ ادب انکار کر دیا اور شکریہ کے ساتھ کہلا بھیجا کہ آپؓ کا گھر تنگ ہو جائے گا، مجھے یہ گوارا نہیں ہے اور یہ بھی کہ مجھ میں اور عثمانؓ بن مظعون میں یہ قول وقرار طے پایا تھا کہ ہم میں سے جو بعد میں وفات پائے گا وہ پہلے وفات پانے والے کے پہلو میں دفن ہوگا، لہٰذا مجھے ان ہی کے پہلو میں دفن کیا جائے، چنانچہ ان کی وصیت کی تعمیل کی گئی، خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے پہلو میں دفن کیئے گئے۔وفات پر حضرت عائشہؓ نے کہا تھا کہ جنازہ میرے گھر کے سامنے لایا جائے۔چنانچہ آپؓ کی خواہش کا احترام میں ایسا ہی کیا گیا اور آپؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جنازہ اٹھانے والوں میں شامل تھے وہ کہتے جاتے تھے:

''افسوس کہ پہاڑ جیسا انسان چلا گیا''۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)

****

حضرت طلحہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صاحبِ اُحد)

جنگ احد کے میدان کارساز میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اپنی تیر اندازی کے جوہر دکھارہے ہیں اور ایک درمیانی قد کے گندم گو، خوبرو، پتلی ناک شخص حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے لیے ڈھال بنا ہوا ہے۔ کبھی وہ آگے بڑھ کر حملہ کو روکتا ہے، تیروں اور تلواروں کو اپنے جسم پر کھاتا ہے زخموں سے اس کا جسم چھلنی ہو گیا ہے، تلوار کے وار سے دو انگلیاں کٹ گئی ہیں، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر آنے والے ایک تیر کو اپنے ہاتھ سے روکا جو ہتھیلی کو چھیدتا ہوا نکل گیا اور ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا۔ ایک وار کو پاؤں سے روکا اور رگ / نس کٹ گئی۔ سر میں یکے بعد دیگرے دو نیزے لگے، پیشانی پر ایک چوکور زخم آیا، کندھے پر لگا تار زخم سے ایک گڑھا پڑ گیا۔

لیکن اللہ کا وہ جواں مرد رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو دشمنوں سے بچاتا رہا، پھر یوں ہوا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ ایک چٹان پر چڑھنے کے ارادے سے آگے بڑھے دوہری زرہ کے بوجھ سے گڑھے میں گر گئے، پھر وہی زخموں سے چور جوانمرد آگے بڑھا اور اپنی پیٹھ آگے کر دی، آپ خاتم النبیین ﷺ اس کی پیٹھ پر چڑھے، اوپر سے حضرت علیؓ کا ہاتھ مبارک پکڑا، اپنی پیٹھ پر سوار کر کے آپ خاتم النبیین ﷺ کو محفوظ مقام پر پہنچایا اور بے ہوش ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے ساتھ آنے والوں سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی خبر لو، اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی ہے۔ یہ چلتا پھرتا شہید ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ طلحہ بن عبیدہؓ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے قبیلہ بن تیم سے تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ترغیب پر ایمان لائے تھے۔ جب آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ ہجرت کی تھی تو حضرت طلحہؓ تجارت کے سلسلے میں شام گئے ہوئے تھے۔ ہجرت مدینہ کے دوران راستے میں حضرت طلحہؓ سے ملاقات ہوئی، جو شام سے واپس آرہے تھے، حضرت طلحہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کچھ شامی نوادرات ہدیہ کیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس بے سروسامانی کی حالت میں انہیں بہت خوشی سے وصول کیا اور طلحہؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ حضرت طلحہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو بتایا کہ مدینہ کے لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ کی آمد کے منتظر ہیں، مکہ پہنچ کر حضرت طلحہؓ نے اپنے تجارتی سامان کو سمیٹا اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اہل وعیال کو ساتھ لیا اور مدینہ روانہ ہو گئے، حضرت طلحہؓ غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ رہے، غزوہ بدر میں اس لیے شامل نہ ہو سکے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں حضرت سعدؓ بن زید قریش کے قافلے کی خبر لانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ جب وہ آئے تو جنگ ختم ہو چکی تھی۔ بدر سے غیر حاضری کی کسر انہوں نے غزوہ احد میں پوری کر دی۔ اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں زندہ شہید فرمایا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی رحلت کے بعد آپؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کر لی۔ البتہ حضرت عمر فاروقؓ کی نامزدگی پر انہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کہا تھا، عمرؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کی موجودگی میں ہم پر سخت گیر ہے۔ جب خود خلیفہ ہوں گے؟ تو کیا کریں گے۔ آپؓ انہیں نامزد کر کے اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا "میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ میں تیرے بہترین بندے کو تیرے بندوں کے معاملات کا نگران چھوڑ کر آیا ہوں"، اور سنو عمرؓ اس لیے سختی کرتے ہیں کہ میں نرمی سے کام لیتا تھا، لیکن جب وہ خود خلیفہ منتخب ہوں گے تو ایسی سختی نہ کریں گے۔ کیونکہ جب میں سختی سے کام لیتا تھا تو وہ مجھے نرمی اختیار کرنے کو کہتے تھے۔"

یہ بات سن کر حضرت طلحہؓ نے حضرت عمرؓ کی بیعت کر لی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان کے ساتھ برابر تعاون کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے لیے جن لوگوں کا نام دیا تھا، ان میں ایک حضرت طلحہؓ تھے۔ حضرت طلحہ ؓ اس وقت مدینے کے باہر ہونے کی وجہ سے انتخابی مجلس کی کاروائی میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت طلحہؓ کو یہ سخت ناگوار گزرا کہ انہیں نظر انداز کر دیا گیا تھا، حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا طلحہؓ اگر تم خود خلافت کے طلب گار ہو تو میں تمہارے حق میں دستبردار ہوتا ہوں اور تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ واقعی ایسا کرنے کو تیار ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ "بے شک" اس پر حضرت طلحہؓ نے جواب دیا کہ اب میں مطمئن ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی اور ہمیشہ تعلقات خوشگوار رہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے آخری عہد میں سبائی گروہوں کی سازشوں اور بعض صحابہؓ سے منسوب جعلی خطوط کی بنا پر حضرت عثمانؓ کی پالیسیوں پر اعتراض ہوا اور بے چینی پیدا ہوئی تو حضرت طلحہؓ بھی معترفین کے ہم نوا ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت طلحہؓ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ کے ساتھ مل کر وقتاً فوقتاً حضرت عثمانؓ سے ملاقاتیں کیں تاکہ اصلاح حال کی صورت پیدا ہو سکے، لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا، سبائی سازش کے تانے بانے بہت مضبوط ہو چکے تھے۔ دراصل اکابر مدینہ جن میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص، حضرت سعیدؓ بن زید اور بہت سے دوسرے مہاجرین وانصار شامل تھے یہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آدھی

دنیا کے لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں میں سے کل تہائی ہزار و مصری، کوفی اور بصری باغی ایک گھناؤنی سازش کے تحت بدوں عربوں اور غلاموں کو ساتھ ملا کر خلیفہ برحق کو شہید کر سکتے ہیں۔ان کا سرغنہ ابن سبا۔ (یہودی)

جنگ جمل میں حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں لشکروں میں بیک وقت لڑائی کروائی، سبائی گروہ نے رات کے وقت سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دونوں لشکروں پر خود حملہ کر دیا۔حضرت علیؓ سمجھے یہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے غداری کی ہے اور حضرت عائشہؓ نے کہا ''دیکھو علیؓ خون بہانے سے نہ رکے'' جنگ نے زور پکڑ لیا، حضرت عائشہؓ نے چلا چلا کر لوگوں کو باز رہنے کی تلقین کی۔حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کو آواز دے کر بلایا، اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہؓ سے کہا "تم لوگوں نے سامان جنگ اور نوجوانوں کو جمع کر کے میرے ساتھ تو عداوت کی ہے کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عداوت کا کوئی جواز ہے؟ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں؟ کیا تم میرا خون اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے؟ کیا کوئی ایسی وجہ بتا سکتے ہو جس سے میرا خون تم پر مباح ہو"؟ حضرت طلحہؓ: " کیا تم عثمانؓ کے قتل کی سازش میں شریک نہ تھے"؟ حضرت علیؓ: "اللہ اپنے دین کو پورا کرے گا اور عثمانؓ کے قاتلوں پر لعنت بھیجے گا۔اے طلحہؓ کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی"؟ حضرت طلحہؓ: "ہاں لیکن میری گردن پر تلوار تھی"۔حضرت علیؓ: "اے زبیرؓ کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم آپس میں نہیں بول رہے تھے اور رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا؟ "تمہیں علیؓ سے محبت ہے "؟ اور تم نے جواب دیا تھا" ہاں یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "۔اس پر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا" ایک دن ایسا آئے گا کہ تم علیؓ سے لڑو گے اور زیادتی تمہاری ہوگی"۔حضرت زبیرؓ: ''ہاں مجھے یاد آ گیا واللہ اب میں تم سے ہرگز نہ لڑوں گا''۔یہ کہہ کر حضرت زبیرؓ لڑائی کے میدان سے نکل گئے اور حضرت طلحہؓ نے بھی لڑائی سے کنارہ کش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔وہ میدان جنگ سے نکلنا چاہتے تھے کہ ان کے ارادے سے آگاہ ہو کر مروان بن الحکم نے انہیں زہر آلود تیر سے سخت زخمی کر دیا اور اس زخم کے اثر سے شہید ہو گئے۔ایک تو مروان حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں شمار کرتا تھا کہ انہوں نے محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ کو باغیوں سے بچانے کی کوشش نہیں کی۔دوسرے وہ اور اس کے ساتھی اس نیت سے ان کے لشکر میں شامل تھے کہ فریقین کو آپس میں لڑوا کر ختم یا کمزور کر دیں گے اور پھر آسانی سے اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔

حضرت طلحہؓ کو لشکر سے نکلتے ہوئے دیکھ کر مروان کو خطرہ لاحق ہوا کہ اس طرح تو وہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ نہ لے سکے گا اور زبیرؓ اور طلحہؓ دونوں کے اس فوج سے نکل جانے سے فوج بددل ہو کر حضرت علیؓ کے خلاف جم کر نہ لڑ سکے گی۔جب جنگ کے خاتمے پر حضرت علیؓ کو حضرت طلحہؓ کی گرد سے اٹی ہوئی لاش ملی تو آپؓ پر رقت طاری ہو گئی، سخت رنج ہوا، لوگوں سے کہا کہ انہیں بیٹھاؤ، لوگوں نے بیٹھایا تو آپؓ نے اپنے ہاتھ سے حضرت طلحہؓ کے چہرے سے گرد صاف کی اور فرمایا ''اے ابو محمدؓ مجھے یہ بات سخت ناپسند تھی کہ میں تمہیں آسمان کے تاروں کے نیچے اس وادی میں خون میں لتھڑا ہوا دیکھوں، خصوصاً جب کہ تم جہاد فی سبیل اللہ اور رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں قابل قدر اور نمایاں حصہ لے چکے ہو'' اس کے بعد حضرت علیؓ اور تمام رفقا روئے۔اس کے بعد فرمایا ''کاش میں اس واقعے سے 20 دن پہلے انتقال کر جاتا''

حضرت علیؓ نے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد لاشوں کو دفن کرنے کا حکم فرمایا۔اس طرح حضرت طلحہؓ الکلا کے ساحل پر دفن کیے گئے، بہت بعد میں ان کے عزیز نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، ''تم لوگ مجھے اس پانی سے بچا کر چین کیوں نہیں دیتے۔میں غرق ہو گیا ہوں'' تین مرتبہ یہی بات کہی۔جب قبر کھود کر نعش مبارک نکالی گئی تو وہ پانی کے اثر سے ساگ کی طرح سبز ہو گئی تھی۔اور داڑھی اور چہرے کا جو حصہ زمین سے متصل تھا اسے زمین کھا گئی تھی۔پھر حضرت ابو بکرؓ کے مکانات میں سے ایک مکان خرید کر اس میں انہیں دفن کر دیا گیا۔(انا للہ وانا علیہ راجعون)

گزشتہ صدی کے مشہور حضرت سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی، اپنی کتاب ''تذکرہ غوثیہ'' میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ کی سیاحت کے دوران حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے مزارات کی زیارت کی تھی۔

عمر میں مماثلت وفات کے وقت حضرت طلحہؓ کی عمر تقریباً 64 سال تھی، تقریباً اتنی ہی عمر حضرت زبیرؓ کی ہوئی۔دونوں اصحابؓ کا کیریر قبول اسلام سے یوم وفات تک متوازی چلا ہے۔دونوں نے تقریباً ایک ہی عمر میں ایک ہی دن اسلام قبول کیا۔دونوں نے غزوات میں اسلام اور رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وفاداری کے جوہر دکھائے۔بدر کو یوم زبیرؓ اور احد کو یوم طلحہؓ کہا گیا۔دونوں نے تجارت اور زراعت سے خوب کمایا اور اللہ کی راہ میں خوب لٹایا، دونوں کو جنگ جمل میں دھوکے اور غداری سے قتل کیا گیا۔نو آباد اسلامی شہر کوفہ اور بصرہ میں زبیرؓ اور طلحہؓ کے حامیوں کی بہت کثرت تھی۔

****

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حواری رسول خاتم النبیین ﷺ)

5 ہجری جنگ احزاب کا پر آشوب زمانہ ہے، نبی کریم خاتم النبیین ﷺ بنی قریظہ کے عزائم، تیاریوں اور نقل و حرکت کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں، کوئی ہے جو بنی قریظہ کی خبر لائے؟۔

آپ خاتم النبیین ﷺ تین مرتبہ یہ بات دہراتے ہیں اور ہر مرتبہ ایک نوجوان دراز قد اور قوی جواب دیتا ہے ''میں حاضر ہوں یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ'' آپ خاتم النبیین ﷺ دعا فرماتے ہیں ''فداک ابی و امی (میرے ماں باپ تجھ پر قربان) (بخاری، حدیث نمبر 3720)

پھر جانثاروں کے مجمع سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ ''ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیرؓ بن العوام ہیں''۔ (الکبیر طبرانی- فضائل صحابہ 1271، المستدرک الحاکم 5578 - مسند احمد)

یہ خصوصیت حواری صرف اسی صحابیؓ کو ملی۔ صحابہؓ میں سے کسی اور کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ جبکہ جہاں تک ''فداک ابی و امی (میرے ماں باپ تجھ پر قربان)'' کا تعلق ہے تو اس میں حضرت زبیرؓ کے ساتھ ایک دوسرے صحابیؓ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی شریک ہیں کہ ان کو بھی آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ ایسا کہا تھا۔ مدتوں بعد ایک شخص نے کہا تھا میں حواری رسول خاتم النبیین ﷺ کا بیٹا ہوں۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر تو زبیرؓ بن العوام کا بیٹا ہے تو تو سچ کہتا ہے۔ ورنہ تو جھوٹا ہے مطلب یہ تھا کہ صرف حضرت زبیرؓ کو ہی حواری رسول خاتم النبیین ﷺ کا لقب ملا تھا۔

حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی پھوپھی تھیں اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ آپؓ کے ماموں تھے، ان کے پردادا خویلہ اسلام کی خاتون اول حضرت خدیجہؓ کے والد تھے۔ اس طرح حضرت زبیرؓ، حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھتیجے ہوئے۔ حضرت صفیہؓ نے حضرت زبیرؓ کی تربیت میں بڑا اہم رول ادا کیا تھا۔ حضرت زبیرؓ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اوائل عمر میں ہی آپؓ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔

حضرت صفیہؓ اسلام کے ابتدائی عہد میں مسلمان ہوئیں۔ وہ اس خیال سے آپؓ پر سختی کرتی تھیں کہ جوان ہو کر، سخت جان، سخت کوش، نڈر اور بہادر بنیں اور لشکروں کی قیادت کریں، چنانچہ حضرت زبیرؓ بچپن ہی سے بڑے شہہ زور، شجاع، حوصلہ مند اور پر اعتماد تھے، ایک مرتبہ بچپن میں اپنے سے کہیں زیادہ عمر کے آدمی سے لڑ پڑے اور اس کا ہاتھ توڑ ڈالا۔ وہ شکایتاً حضرت صفیہؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائے مطمئن انداز میں شکایت کنندہ سے کہا

''اے شخص تو نے زبیرؓ کو کیا سمجھا تھا؟ کیا تو نے اسے پنیر سمجھا؟ یا کھجور؟ یا پھر پر پھیلانے والا شکرا، جانا؟

ابتدائی عمر میں حضرت زبیرؓ نے جنگی فنون میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ ان میں نہایت درجہ کی دلیری، حوصلہ مندی اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا۔ محمد ابن سعد (مصنف طبقات) کی روایت کے مطابق حضرت زبیرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے چار پانچ دن بعد سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ اسلام کے سابقون الاولون میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ عشرہ و مبشرہ میں سے حضرت طلحہؓ بن عبیدہ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نیز بعض دوسرے نوجوان مسلمانوں کی عمریں بھی قبول اسلام کے وقت اتنی ہی تھیں۔ قبول اسلام کے بعد حضرت زبیرؓ نے ہر قسم کے مصائب اور تکالیف بڑی ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کیے۔ ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی بیٹی حضرت اسماءؓ سے ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عروہ بن زبیرانؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ میں پیدا ہونے والے پہلے مسلمان بچے تھے جن کی پیدائش پر سارے مسلمانوں نے خوشی منائی۔

2 ہجری کو بدر کا معرکہ تھا۔ بظاہر یہ 313 بے سرو سامان اللہ والوں کا ایک ہزار مشرکین مکہ کے فوجی دستے سے مقابلہ تھا جو ہر طرح سے جنگی سامان سے لیس تھا۔ لیکن حقیقت میں یہ حق و باطل کی ایک انتہائی فیصلہ کن لڑائی تھی۔ بدر کے دن صرف 2 مسلمانوں کے پاس گھوڑے تھے، جن میں ایک گھوڑ اسوار حضرت زبیرؓ تھے اور اپنا مخصوص زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ ایسی بہادری سے لڑے کہ یوم بدر کو یوم زبیرؓ کہا گیا۔ عتبہ بن سعید بن العاص کو اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا، وہ مشرکین مکہ کی طرف سے آہن پوش ہو کر میدان میں آیا اور پکارا۔

''کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آ کر اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے'' آپ خاتم النبیین ﷺ کا اشارہ پا کر حضرت زبیرؓ آگے بڑھے، زرہ میں عتبہ کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

حضرت زبیرؓ نے تاک کر اسے زور سے تیر مارا، تیر آنکھ میں گڑھ کر رہ گیا، حضرت زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر بڑی

مشکل سے آنکھ سے تیر نکالا۔ یہ نیزا تاریخ میں عنزہ کے نام سے مشہور ہوا۔ پاکستان میں جو میزائل تیار کئے گئے ہیں ان میں سے ایک کا نام عنزہ رکھا گیا ہے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے بعد یہ نیزہ خلفائے راشدین کے پاس رہا۔ حضرت زبیرؓ کی تلوار ان کے صاحبزادے عبداللہؓ کے پاس رہی، غزوہ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے تھے یہ فرشتے حضرت زبیرؓ کی ہیت پر نازل ہوئے، انہوں نے آپؓ کی طرح زرد عمامے باندھے ہوئے تھے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی زندگی میں حضرت زبیرؓ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بعد خلافت کے لیے جن کے نام دیئے تھے ان میں حضرت زبیرؓ کا نام بھی شامل تھا۔ لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کا نام تجویز کیا۔ پھر جب حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا تو حضرت زبیرؓ نے بلا حیل وحجت ان کی بیعت کر لی۔ عہدِ عثمان میں دوسرے بزرگ صحابہؓ کی طرح مدینے میں رہ کر تجارت وزراعت میں مصروف رہے۔

جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی یاددہانی پر کہ زبیرؓ کیا تمہیں یاد ہے میں اور تم ایک مرتبہ کریم خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ تھے، تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے تم سے پوچھا تھا؟ تمہیں علیؓ سے محبت ہے؟ اور تم نے جواب دیا تھا ہاں بے شک یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ۔ تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم اور علیؓ ایک دوسرے سے لڑائی کے لیے جمع ہو گے اور اس وقت زیادتی تمہاری ہوگی''۔

حضرت زبیرؓ نے فوراً کہا ''ہاں مجھے یاد آ گیا اور اب میں آپؓ سے ہرگز نہیں لڑوں گا''۔ یہ کہا اور اپنا گھوڑا میدانِ جنگ سے نکال کر لے گئے۔ جاتے ہوئے انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ زبیرؓ کو بھی لے جانا چاہا تھا لیکن انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کے تنہا رہ جانے کی وجہ سے آپؓ کے ساتھ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بہر حال حضرت زبیرؓ اپنا گھوڑا نکال کر بصرہ سے مدینے کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں وادی السباع میں پہنچے تو ابن جرموز نامی ایک شخص جو آپؓ کا ہمسفر بن گیا، ظہر کے وقت جب دونوں ایک دوسرے کو امان دے کر نماز پڑھنے لگے تو ابن جرموز نے حضرت زبیرؓ کو نماز کی حالت میں قتل کر دیا (سجدے کی حالت میں) اور پھر حضرت علیؓ کی خوشنودی اور انعام کی توقع میں حضرت زبیرؓ کا سر اور ان کی تلوار لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن حضرت علیؓ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا اور کہ ''ابن صفیہؓ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو۔ اس بدبخت نے کیا کیا زبیرؓ اہل مصیبت میں سے نہ تھے؟ یعنی جن پر قیامت کے دن مصیبت آئے گی اور اللہ کا عذاب ہوگا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ''تیرے منہ میں خاک میں تو یہ امید کرتا ہوں کہ میں زبیرؓ اور طلحہؓ ان لوگوں میں ہوں گے جن کے لیے قرآن پاک نے فرمایا ہے کہ ''ہم قیامت کے دن ان لوگوں کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے''۔

ابن جرموز حضرت زبیرؓ کا سر اور ان کی تلوار وہیں چھوڑ کر مایوس اور نامراد واپس لوٹ گیا۔ حضرت علیؓ اپنے پھوپھی زاد پچاس سال کے اسلامی بھائی اور تمام غزوات میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے شانہ بشانہ راہ خدا میں لڑنے والے حضرت زبیرؓ پر روئے اور ان کی تلوار پکڑ کر فرمایا ''واللہ یہ وہ تلوار ہے کہ بارہا اس سے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے چہرے مبارک سے بے چینی دور ہوئی اور مصائب کا ازالہ ہوا۔ یہ ایک بہت بڑا اور سچا خراج تحسین ہے، جو حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو پیش کیا۔ وہ زبیرؓ کو ''اشجع العرب'' کہا کرتے تھے۔

حضرت زبیرؓ وادی اسباع میں دفن کئے گئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ وادی اسباع کے معنی ہیں شیروں کی وادی اور زبیرؓ کے معنی ہیں شیر کی طرح بہادر اور وہ حضرت علیؓ شیر خدا کے خلاف معرکہ آرائی کے لیے وہاں جمع ہوئے تھے۔ بہر حال یہ ایک اندہ ناک حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ کی تنبیہہ اور پیشن گوئی کے مطابق ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں باہم خون ریزی کا دروازہ کھل گیا۔

سبائیت آج بھی زندہ ہے اور فعال ہے۔ آج بھی عالم اسلام ایک شدید بحران سے دوچار ہے اور نہ جانے کتنے ابن سبا اپنی ریشہ دوانیوں تخریبی کاروائیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جنگ جمل کے بعد امت مسلمہ کا اونٹ کبھی سیدھی کروٹ نہ بیٹھ سکا۔ وفات کے وقت حضرت زبیرؓ کی عمر 64 برس تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

****

حضرت ابوعبیدہ بن الجرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امین الامت)

2 ہجری کفر و اسلام کا معرکہ میدان بدر میں گرم ہے۔ باپ کفر اور شرک کی ساری غضبنا کی کے ساتھ بیٹے پر حملہ کر رہا ہے تا کہ دین آبائی سے منحرف ہونے والے بیٹے کو خاک میں ملا دے۔ مگر بیٹا مسلمان ہونے کے باوجود باپ کا لحاظ کر رہا ہے اس کے وار سے بچ رہا ہے اور خود کوئی وار نہیں کر رہا۔ کافی دیر تک وار بچانے کے بعد بیٹے کو تشویش ہوئی کہ باپ اس کی جان لینے پر تلا ہوا ہے تو اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی یہ فرزندانہ صلہ رحمی کوشش اسلام کے لیے باعث نقصان اور باعث شرمندگی نہ ہو اور پھر ایک ہی وار میں نامبارک اور ناپاک سر کٹ کر دور جا گرا۔

جب پیغمبر ان اسلام حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ معرکہ بدر سے مدینہ واپس آئے تو وحی خداوندی (سورہ المجادلہ، آیت نمبر 22) نازل ہوئی:

ترجمہ: ''تم کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی مخالفت کی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے محبت ثبت کر دی ہے۔ اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے، وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں، خبردار ہو کہ اللہ کی پارٹی ہی فلاح پانے والی ہے'' خود حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھتا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ایک لمبے قد، چھریرے جسم، چھدری داڑھی والے ادھیڑ عمر، سادہ مزاج، سنجیدہ طبع شخص کی طرف زیر لب تبسم کے ساتھ دیکھتے ہیں جیسے اللہ کی طرف سے نازل شدہ اظہار خوشنودی کے سرٹیفکیٹ پر اپنی مہر بھی ثبت کر دی ہو۔ صحابہ کرامؓ اس شخص کو مبارک باد دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی خوشی پر خوش ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بدر کے معرکہ حق و باطل میں اپنے ہاتھوں سے اپنے کافر باپ کو جہنم رسید کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ دربار رسول خاتم النبیین ﷺ کا یہ اہم رکن نہ اپنے اصل نام سے تاریخ میں مشہور ہوا اور نہ اپنے باپ کے نام سے۔ ان کا اصل نام عامر اور باپ کا نام عبداللہ تھا لیکن ان کی ان کی کنیت ابوعبیدہؓ کے نام سے ہوئی اور باپ کے نام کی جگہ، دادا جرح کا نام کنیت کے ساتھ لگا۔ باپ کا نام شاید اس لیے ترک کر دیا گیا تھا کہ وہ حالت کفر میں ان کے اپنے ہاتھ سے قتل ہوا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں ''امین الامت'' کے لقب سے نوازا۔ ان کا تعلق قبیلہ فہر سے تھا جو قریش کی آخری شاخ تھی، فہر پر ان کا سلسلہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ امیمہؓ بنت غنم ایمان کی دولت سے بہرہ یاب ہوئیں اور صحابیت کا شرف حاصل کیا۔

قبول اسلام:

حضرت ابوعبیدہؓ ہجرت نبوی خاتم النبیین ﷺ سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ قبول اسلام سے پہلے شراب نوشی، بت پرستی اور دوسرے بُرے اعمال میں کبھی نہ پڑے، ان کا اٹھنا بیٹھنا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تھا، انہی کی ترغیب سے 29 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔

ہجرت:

5 ہجری میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اجازت سے 11 مرد اور 4 عورتیں حبشہ (موجودہ ایتھوپیا) ہجرت کرتے ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ان میں شامل نہ تھے لیکن اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد مزید 83 مردوں اور 20 خواتین نے بھی ادھر کا رخ کیا۔ حضرت عبیدہؓ نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی پھر مدینے کی طرف عام ہجرت کا حکم ملا تو آپؓ بھی مدینے چلے گئے، مدینہ پہنچ کر آپؓ نے اپنی تمام تر توانائیاں خدمت رسول خاتم النبیین ﷺ کے لیے وقف کر دیں، جنگ بدر، اُحد، خندق، خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ، حنین، طائف، غرض یہ کہ تمام غزوات و مشاہدات میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہم رکاب رہے اور شجاعت اور جانثاری کا مظاہرہ کرتے رہے۔ 10 ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ حج کے لیے گئے تھے آپ خاتم النبیین ﷺ آخری دم تک ان سے بہت خوش رہے۔

سپہ سالاری

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں فتنہ ارتداد کو کچلنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھرپور تعاون کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات سے پہلے 13 ہجری میں ہرقل قیصر قسطنطنیہ کو افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے پانچ پانچ ہزار پر مشتمل 4 لشکر تیار کیے تھے۔ ابوعبیدہؓ کو صوبہ حمص (شام کا صوبہ)، یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق، عمرو بن العاصؓ کو فلسطین اور شرجیل بنؓ حسنہ کو اردن کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا تھا کہ اگر چاروں لشکر اتفاق سے کسی ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو ابوعبیدہؓ سالار اعظم

ہو نگے، روانگی سے ایک دن قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے بارے ان خیالات کا اظہار کیا: ''ابوعبیدہؓ میں نے خوب اچھی طرح دیکھا ہے کہ حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کس عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے اور ان کی نگاہ میں تمہاری کتنی قدر تھی، اس وجہ سے میری نگاہ میں بھی تمہاری بڑی وقعت ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج روئے زمین پر میں کسی شخص کو بھی تمہارے اور عمر بن خطابؓ کے برابر نہیں سمجھتا۔ ہر اس انسان کی عزت جو مجھ سے ملتا ہے میری نگاہ میں تمہاری وقعت سے کم ہے، جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو''۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ تمام معرکوں میں شرکت کی اور بحیثیت سالار ہر جگہ کامیابی نصیب ہوئی۔ فتوحات کے بعد ملکی نظم و نسق کو مستحکم کرنے کی نوبت آئی تو فاروق اعظمؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو سارے شام کا گورنر مقرر کیا۔ شام میں آباد بے شمار عیسائی حضرت ابوعبیدہؓ کے حسن سلوک سے متاثر ہو چکے تھے، سب اسلام لے آئے، یہاں تلواروں سے وہ کام نہ ہوا جو تبلیغ سے ہوا۔ 18 ہجری میں جب عرب میں شدید قحط پڑا ہوا تھا تو ابوعبیدہؓ نے چار ہزار غلہ سے لدے ہوئے اونٹ مدینے کے لیے روانہ کیے۔ اس قحط زدہ آبادی کو کافی سہارا ملا، ابوعبیدہؓ کو شام کی امارت سنبھالنے اور قحط کے سلسلے میں امدادی انتظامات کرتے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ 18 ہجری میں شام اور عراق میں طاعون کی شدید وبا پھیل گئی۔ 25 ہزار مجاہدین اس وبا کی بھینٹ چڑھ گئے۔ شام اور فلسطین میں اس کا بہت زور تھا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے بہت کوشش کی کہ ابوعبیدہؓ شام سے نکل آئیں لیکن وہ نہ مانے اور کہا کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ حضرت عمرؓ ان کا جواب پڑھ کر روئے اور پھر کہا کہ اگر تم نہیں آسکتے تو کم از کم اتنا کرلو کہ افواج کو مرطوب نشیبی مقامات سے دوسرے بہتر مقامات پر منتقل کر و جہاں پر وبا کا اثر نہ ہو یا کم ہو۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ فوج کو لے کر جابیہ چلے گئے، جو آب و ہوا کے لحاظ سے ایک صحت افزاء اور پُرفضا مقام ہے لیکن وبا سے ان کی صحت متاثر ہو چکی تھی، جابیہ پہنچتے ہی ان پر طاعون کا حملہ ہوا اور وہ موت کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت عمر مبارک 58 سال تھی (انا للہ وانا الیہ راجعون) وفات سے پہلے حضرت معاذؓ کو اپنا قائم مقام بنایا، انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی اور دمشق میں دفنائے گئے۔ مشہور صحابی حضرت معاذؓ بن جبل انصاری نے حضرت ابوعبیدہؓ کی وفات پر اہل لشکر کے سامنے ایک دردانگیز تقریر کی، انہوں نے فرمایا: ''ابوعبیدہؓ آپؓ پر اللہ کی رحمت ہو، آپؓ بلاشبہ ان لوگوں میں سے ہیں جو زمین پر نہایت عجز و انکسار سے چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتے ہیں اور راتوں کو نماز میں کھڑے رہتے ہیں۔ آپؓ نے ساری عمر اعتدال اور میانہ روی میں گزاری، آپؓ یتیموں کے نگران اور مساکین پر رحیم تھے۔ متکبر اور مغرور لوگوں سے الگ رہتے تھے اور عوام سے محبت اور نرمی سے پیش آتے تھے''، پھر مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''مسلمانوں آج تم سے ایسا شخص جدا ہو گیا ہے جس کی مانند میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا وہ تم سب سے زیادہ نمود و نمائش سے بَری تھے، سادگی اور قناعت ان کا زیور تھا اور مسلمانوں کے انتہائی خیر خواہ تھے، وہ خلقِ خدا سے بڑی شفقت سے پیش آتے تھے، پس تم ان کے لیے زیادہ سے زیادہ رحمت کی دعا مانگو، آئندہ کوئی شخص ان کی مانند تمہارا اور میرا سپہ سالار نہیں ہوگا''۔

یہ تھیں وہ خوبیاں جن پر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کی نگاہ تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک بہادر قیس بن مکشوح کو کچھ فوج دے کر ابوعبیدہؓ کے پاس بھیجا تو اسے نصیحت کی کہ ''میں تمہیں ابوعبیدہؓ کی ماتحتی میں بھیج رہا ہوں، وہ اس خوبی کے انسان ہیں کہ جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اس نرمی اور محبت سے پیش آتے ہیں، جو ان سے بدسلوکی کرتا ہے وہ اس سے نیک برتاؤ کرتے ہیں، جو ان کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ اس سے دوستی کرتے ہیں، پس تم کسی صورت بھی ان کی نافرمانی نہ کرنا، وہ اپنے ماتحتوں پر نہایت مہربان ہیں اور انہیں کوئی ایسا حکم نہیں دیتے جس میں ان کا فائدہ نہ ہو''۔

حضرت ابوعبیدہؓ کو تبلیغ سے بہت شغف تھا، آپؓ کے دو بیٹے تھے جن کے آگے اولاد نہ تھی، آپؓ نے اپنے بیٹے عامر کو وصیت کی کہ عامر! میری کامیابی کا راز یہ تھا کہ میں نے کبھی اپنی ہستی کو مرتبہ انسانیت سے بالا نہیں سمجھا اور میں ایسا کیوں سمجھتا جبکہ میں اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ تھا کہ کوئی قوت بھی فنا سے محفوظ نہیں ہے۔ میری قوت گویائی اور میرا عزم و استقلال ایک ایسی نعمت ہے جو چند لمحوں میں مجھ سے واپس لی جا سکتی ہے۔ میری زندگی بھی زوال اور فنا سے محفوظ نہیں ہے، میں ہمیشہ عالم بیداری میں موت کو آنکھوں کے سامنے رکھتا تھا۔ اور سوتے وقت اپنے سرہانے رکھ کر سویا کرتا تھا جس کی وجہ سے تکبر، گھمنڈ، تصنع اور انانیت نے میرے محسوسات پر اقتدار حاصل نہ کیا بیٹا! میں اپنی اصلاح میں بڑی حد تک کامیاب ہو گیا ہوں، اگر تم میری اس آخری وصیت پر عمل کرو تو میں یقین کرتا ہوں کہ تم بھی اطمینان کے ساتھ زندگی گزاروگے، خدا تم کو نیک عمل کی توفیق دے۔ آمین

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، میری امت کا امین ابوعبیدہؓ ہیں''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 3744)

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: ''اگر میں عبیدہؓ کو پاتا تو انہیں اپنا خلیفہ بناتا''۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شاہ سوارِ اسلام)

شوال 3 ہجری غزوہ اُحد کا سخت دن ہے۔ کفر و اسلام کا معرکہ شدید گرم ہے۔ 700 مسلمان، 4000 مشرکین مکہ کے سامنے ڈٹے کھڑے ہیں اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں، اس کے فوراً بعد ہی اکثریت آپ خاتم النبیین ﷺ کے منع کرنے کے باوجود مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتی ہے، صرف آٹھ دس صحابہؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس باقی رہ جاتے ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت ابودجانہؓ اور ایک صحابیہ ام امارہؓ ہیں۔

پروانوں کے اس ہجوم میں ایک گٹھے ہوئے جسم اور قوی پنجے والا چھوٹے قد کا 31، 32 سال کا ایک جوان بھی ہے جو اپنی ذاتی حفاظت سے قطعاً بے نیاز، دشمنوں پر لگاتار تیر چلا رہا ہے، اسے اگر خیال ہے تو اپنے آقا خاتم النبیین ﷺ کی حفاظت کا، اس کا ہر ہر تیر نشانے پر لگتا ہے، کسی دشمن کو زخمی اور لہولہان اور کسی کو جہنم رسید کرتا جا رہا ہے، اس کی تیراندازی اور جاں نثاری نقطۂ عروج پر ہے، جناب رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ فرماتے ہیں کہ ''تیر چلائے جا میرے ماں باپ تجھ پر قربان'' اور کبھی آپ خاتم النبیین ﷺ فرماتے ہیں ''اے زور آور جوان تیر چلا''۔ (بخاری، حدیث نمبر 4055)

آپ خاتم النبیین ﷺ کے یہ جملے اس نوجوان کے سامنے زندگی کا سب سے بڑا شرف اور اعزاز ہیں، طلحہ بن طلحہ ایک دیو قامت کافر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر حملہ کی نیت سے آگے بڑھتا ہے، لیکن حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا یہ تیرانداز تاک کر ایک تیر چلاتا ہے جو اس دشمن کو حلق میں جا کر لگتا ہے، زبان کتے کی طرح باہر نکل آتی ہے اور وہیں ڈھیر ہو جاتا ہے، اس طرح اللہ کے اس غازی کی وہ دُعا پوری ہو جاتی ہے جو اس نے جنگ سے پہلے مانگی تھی کہ

''باری تعالیٰ میرا مقابلہ ایک بہت بڑے دشمن دین سے ہو اور میں اسے دین کی خاطر ختم کروں''

جب تیرانداز کا اپنا ترکش خالی ہو جاتا ہے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اپنے ترکش کے تیر نکال نکال کر اسے پکڑاتے جاتے ہیں اور وہ تیر چلاتا جاتا ہے، اکثر تیر نشانے پر لگتے ہیں، اسی طرح اس نوجوان نے کوئی ایک ہزار تیر چلائے اور دشمن کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا، بالآخر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ترکش بھی خالی ہو گیا، اس کے بعد دشمن شدت سے حملہ آور ہوتا ہے تو اب صرف بغیر پھل کے ایک تکا باقی ہے، اس نوجوان نے اسی کو ترکش پر چڑھا کر دے مارا جس سے دشمن برہنہ ہو گیا، آپ خاتم النبیین ﷺ یہ دیکھ کر مسکرائے۔ پھر یہ فدا ہو جانے والا نوجوان ترکش خالی ہونے کے بعد بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی حفاظت کے لیے وہاں موجود رہا، آپ خاتم النبیین ﷺ اس کے حق میں دعا فرماتے، الٰہی اس کے تیر کو نشانے پر بٹھا اور اس کی دعا قبول فرما'' آخر آپ خاتم النبیین ﷺ دشمن کے نرغے سے نکل کر احد کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں اور دشمن مکہ کو لوٹ جاتے ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر مدینے میں ایک رات افواہیں اڑتی ہیں کہ رومی حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور یہودی بھی رومیوں کے ساتھ ہیں، تاریک اور بھیانک رات ہے، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ بستر پر لیٹنے لگتے ہیں تو فرماتے ہیں ''کاش آج کوئی رجلِ صالح (مردِ نیک) اور جری بندہ حفاظت کے لیے ہوتا۔''

فوراً ہی کسی کے پاؤں کی آہٹ اور اسلحہ کی جھنکار کی آواز آتی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ''پوچھتے ہیں کون ہے؟'' جواب آتا ہے یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ کا خادم سعدؓ بن ابی وقاص۔ میں نے سوچا کہ رات اندھیری ہے کوئی خطرہ پیش نہ آجائے اس لیے پہرہ دینے حاضر ہوا ہوں۔ سرورِ کائنات خاتم النبیین ﷺ یہ سن کر خوش ہوتے ہیں اور دعا دیتے ہیں (بخاری شریف)

یہ رجلِ صالح (نیک مرد) وہ بزرگ ہیں جنہیں تاریخ ان کے باپ ابووقاص مالک کی کنیت سے سعدؓ بن ابی وقاص یا سعدؓ بن مالک کے نام سے یاد کرتی ہے اور جنہیں ان کے رفقاء کے مقابلے میں کئی کئی شرف حاصل ہوئے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر پہلی خونریزی کی۔ راہ خدا میں پہلا تیر چلایا۔ راتوں کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے لیے پہرہ دیا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں لقب ''رجل صالح'' فرمایا۔ یہ وہ واحد صحابیؓ ہیں جن کی نماز جنازہ میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ازواج مطہرات نے بھی شرکت کی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی رحلت کے بعد بھی اسلام کے لیے جانثاری کرتے رہے۔ انہوں نے عہد فاروقی میں دنیا کی سب سے بڑی اور قدیم و عظیم سلطنت ایران کا خاتمہ کر کے وہاں اسلام کا بول بالا کیا۔ حضرت سعدؓ نے 17 سال کی عمر میں پہلی وحی کے ساتویں دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی

ترغیب پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپؓ کے چہرہ مبارک پر ابھی خط نہیں نکلا تھا۔ صحیح بخاری کے مطابق وہ اپنے آپ کو ثلث اسلامی یعنی تیسرا مسلمان کہا کرتے تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور ہر مشکل میں اسلام کے لیے جانثاری کا مظاہرہ کرتے رہے۔ حضرت سعدؓ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ہمراہ، بدر، اُحد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف وغیرہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت سعدؓ کو عطا کیا تھا، بیعت رضوان اور سفر تبوک میں آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ رہے۔

10 ہجری میں حجتہ الوداع کے موقع پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ حج کیا، پھر مکہ جا کر سخت بیمار ہوئے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ خود عیادت کو آئے۔ حضرت سعدؓ نے رو کر کہا ’’یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میرے پاس کافی مال ہے اور اولاد میں صرف ایک بیٹی ہے۔ اگر آپ خاتم النبیین ﷺ اجازت دیں تو میں 2 تہائی مال صدقہ کر دوں اور ایک تہائی بیٹی کے لیے رہنے دوں لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک تہائی مال صدقہ کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ یہ بھی بہت ہے اور فرمایا ’’اے سعد، تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالو گے تو وہ بھی صدقہ ہے‘‘ حضرت سعدؓ نے پھر رونا شروع کر دیا اور کہا کہ میں مکہ میں نہیں، مدینہ میں مرنا چاہتا ہوں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے مکہ میں موت نہ دے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے دعا کی اور بشارت دی کہ ’’اے سعد، تم اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری کو نفع نہ پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ حضرت سعدؓ صحت یاب ہو گئے، آپ خاتم النبیین ﷺ کی پیشن گوئی صحیح ثابت ہوئی، چند ہی سالوں بعد حضرت سعدؓ کی سپہ سالاری میں ایران فتح ہو گیا۔ ساسانی سلطنت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

وفات

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے 55 ہجری میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر مبارک 85 سال تھی۔ جب آپؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ جو امہات المومنین حیات تھیں، انہوں نے پیغام بھیجا کہ جنازہ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں پڑھایا جائے تاکہ وہ بھی شریک ہو سکیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بے شمار دوسرے افراد کے علاوہ امہات المومنینؓ نے بھی عشرہ مبشرہ کے اس آخری بزرگ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وفات کے وقت حضرت سعدؓ نے اپنا پرانا جبہ نکلوایا اور فرمایا تھا کہ مجھے اس کا کفن دینا، میں نے یہ اس دن کے لیے محفوظ رکھا تھا، جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

بے شک وہ اسلام کے بڑے رہبروں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

****

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالی عنہ (مستجاب الدعوات)

حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے، حضرت عمر فاروقؓ کو جب معلوم ہوا تھا کہ ان کی بہن اور بہنوئی ایمان لے آئے ہیں تو غصہ اور غضب کی حالت میں بہن کے گھر آئے اور حضرت سعیدؓ بن زید کو مار مار کر لہولہان کر دیا اور پھر ان ہی کے گھر پر قرآنی آیات سن کر ایمان لے آئے۔ حضرت سعیدؓ بن زید کی کنیت ابوالاعور تھی۔ ان کے والد زید بن عمرو بن نفیل اپنے زمانے کے دین ابراہیمی کے واحد موحد تھے۔ جو نہ بتوں کی پوجا کرتے تھے، نہ ان پر چڑھاوے چڑھایا کرتے تھے، نہ بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے نہ ان کے نام پر کھانا دیتے اور کھاتے تھے۔ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں نبوت سے پہلے دیکھا تو یہ کہا کرتے تھے کہ'' اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں تیرے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں''

وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ''اے اللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تجھے اپنی عبادت کا کونسا طریقہ پسند ہے تو بس اس طریقے پر تیری عبادت کرتا''

آپ خاتم النبیین ﷺ کا زمانہ ملتا تو وہ ضرور آپ خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لے آتے، لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ کی رسالت سے پانچ سال پہلے ہی کسی نے انہیں قتل کر دیا تھا، وہ غار حرا کے دامن میں دفن کئے گئے۔ جہاں سے اسلام کا سورج طلوع ہوتا ہے، حضرت زید کہا کرتے تھے کہ ''میں اس نبی کا منتظر ہوں جو آل اسماعیل میں سے ہوگا''۔ ابن سعید کی روایت کے مطابق انہوں نے عامر بن ربیعہ سے کہا تھا ''اگر میں نے آل اسماعیل میں ہونے والے نبی خاتم النبیین ﷺ کو پالیا تو میں ان پر ایمان لے آؤں گا۔ ''لیکن اگر بدقسمتی سے مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہوئی تو اے عامر اگر تمہاری زندگی وفا کرے اور تم انہیں پاؤ تو میرا اسلام عرض کرنا''۔

چنانچہ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کے بعد عامر اسلام لے آئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ کو زید کا سلام پہنچایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور رحمت کے لیے دعا کی۔ نیز فرمایا کہ میں نے زید کو جنت کے دامن میں دیکھا ہے۔ بعد میں حضرت سعیدؓ بن زید اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت زید کے متعلق سوال کیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''اللہ زید کی مغفرت کر اور ان پر رحمت کر، وہ دین ابراہیمی پر مرے ہیں اور قیامت کے دن وہ تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے''

اس کے بعد مسلمانوں میں سے کوئی یاد کرنے والا ان کے لیے دعائے مغفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ زید کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو بچا کر اپنی پناہ اور پرورش میں لے لیا کرتے تھے، پھر اگر بعد میں ان کے والدین ان کو واپس رکھنے اور پرورش کرنے کے لیے خواہش ظاہر کرتے تو وہ ان کو دے دیا کرتے تھے، ورنہ خود پرورش کرتے اور جوان ہونے پر ان کی شادی کر دیا کرتے۔ یہ اتنی بڑی اخلاقی اور سماجی خوبی تھی کہ اسلام سے پہلے یہ خوبی کسی اور میں نہ تھی۔ ''تو اپنی ذات میں ایک امت''

زید بن عمرو کے بیٹے سعیدؓ بن زید تھے جنہوں نے اسلام لانے میں بہت جلدی کی تھی، کیونکہ موحد باپ کی تربیت اور عملی مثال نے انہیں اسلام لانے کے لیے پہلے سے تیار کر رکھا تھا، انہوں نے 15 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور انہی سعیدؓ بن زید اور ان کی بیوی کا قبول اسلام حضرت عمرؓ بن خطاب کے قبول اسلام کا باعث بنا۔ آپؓ نے مدینے کی ہجرت کی اور بدر کے سوا تمام غزوات میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ رہے۔ غزوہ بدر سے کچھ دن پہلے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت طلحہؓ اور سعیدؓ بن زید کو شام سے آنے والے قافلہ قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ جب یہ دونوں حضرات قافلے کی خبر لے کر واپس آئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ بدر کی فتح سے واپس آ رہے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے سعیدؓ بن زید اور حضرت طلحہؓ کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا اور فرمایا کہ انہیں جہاد کا ثواب ملے گا۔

صحیح بخاری میں سعیدؓ بن زید کا نام اصحاب بدر کی فہرست میں پایا جاتا ہے۔ فتح مکہ میں فوج کے ایک دستہ کے آفیسر تھے۔ جناب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے بعد خلفائے راشدین سے تعاون کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں جہاد شام میں فوج کے سالار تھے۔ جنگ اجناد میں رسالہ کے سپہ سالار تھے اور اپنی شجاعت سے امتیاز حاصل کیا۔ دمشق کے محاصرے میں بھی آپؓ نے حصہ لیا۔ جنگ فحل میں پیدل فوج کی قیادت کی۔ حمص کے رومی گورنر کو لڑائی کے دوران قتل کیا۔ جنگ یرموک میں بہادری کے کارنامے دکھائے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کچھ مدت کے لیے انہیں دمشق کا گورنر بھی مقرر کیا تھا۔ لیکن وہ گورنری سے مستعفی ہو کر رضاکارانہ طور پر جہاد میں شریک ہو گئے اور جب تک پورا شام فتح نہ ہوا جہاد میں اپنی ہمت اور توانائی صرف کرتے رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنے جانشین کے انتخاب کے لیے جو مجلس شوریٰ یا انتخابی کونسل نامزد کی تھی اس میں سعیدؓ بن زید کو اس لیے شامل نہ کیا تھا کہ وہ ان کے بہنوئی تھے۔اور سعیدؓ بن زید کو یہ بات ناگوار نہیں گزری تھی۔حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد خاموشی سے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے رہے۔سانحہ شہادت عثمانؓ کی خبر پر بے حد رنج کیا۔کوفہ کی جامع مسجد میں تقریر کی اور کہا ''اے لوگو تم نے عثمانؓ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اگر اس سلوک کی وجہ سے کوہ احد اپنی جگہ سے ٹل جائے تو اس کا ٹل جانا مناسب ہوگا''

شہادت عثمانؓ کے بعد فتنوں کے دور میں بالکل الگ تھلگ رہے اور حالات پر کڑھتے رہے۔یہ اپنی جاہ اور نمود و نمائش سے دور بھاگتے تھے۔حضرت سعیدؓ بن زید سادہ طبیعت تھے اور سادہ زندگی گزارتے تھے علم و فضل کے لحاظ سے بڑے صحابہؓ میں سے تھے۔صرف عقیق کی جاگیر پر گزر بسر کی۔آخیر میں حضرت عثمانؓ نے عراق میں کچھ جاگیر دے دی تھی۔اہل بدر و احد کے برابر وظیفہ ملتا تھا۔مستجاب الدعوات تھے۔ایک مرتبہ بنی امیہ کے زمانہ میں جب مروان بن الحکم مدینے کا گورنر تھا اروی نامی ایک عورت نے مروان سے شکایت کی کہ حضرت سعیدؓ بن زید نے اس کا ایک قطعہ زمین زبردستی ہتھیا لیا ہے۔مروان نے حضرت سعیدؓ بن زید کو بلا بھیجا اور عورت کی شکایت دہرائی۔حضرت سعیدؓ بن زید نے مروان سے کہا کہ تم میرے متعلق یہ بدگمانی کرتے ہو کہ میں نے یہ قطعہ زمین واقعی اس عورت سے ہتھیا لیا ہوگا؟ جبکہ میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت قطعہ زمین پر ناجائز قبضہ کرے گا۔قیامت کے دن اسے سات قطعات کا طوق پہنایا جائے گا۔لیکن مروان نہ مانا اور حضرت سعیدؓ سے قسم کھانے کو کہا، حضرت سعیدؓ بن زید نے قسم کھانے کی بجائے اس متنازعہ زمین کو چھوڑ دیا اور اس سے دستبردار ہو گئے لیکن وہاں ہی بددعا کی کہ ''یا اللہ یہ عورت جھوٹی ہے تو یہ اندھی ہو جائے اور اسے اس زمین میں موت آئے یا یہ اپنے ہی گھر کے کنویں میں گر جائے۔اور مسلمانوں پر میرا حق اور میری سچائی ظاہر ہو جائے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے اور نیک بندے کی دعا قبول کی تھوڑی ہی مدت کے بعد اس عورت کی بینائی جاتی رہی، پھر ایک دن وہ اپنے ہی گھر کے کنویں میں گر کر مر گئی۔اس وقت سے اہل مدینہ میں یہ کہاوت بن گئی کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی اندھا کرے جیسے اس نے اروی کو اندھا کیا تھا۔حضرت سعیدؓ بن زید سے 48 احادیث مروی ہیں۔عشرہ مبشرہ والی حدیث کے راوی بھی یہی ہیں۔

ایک دن کوفہ کی جامع مسجد میں کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کے سامنے ایک دریدہ دہن نے حضرت علیؓ کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہے، سعیدؓ بن زید یہ برداشت نہ کر سکے اور گورنر کو مخاطب کرتے ہوئے سختی سے فرمایا ''اے مغیرہ یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ تیرے سامنے رسول خاتم النبیین ﷺ کے اصحابؓ کو برا بھلا کہتے ہیں اور تو انہیں منع نہیں کرتا۔کیا تو نہیں جانتا کہ علیؓ ان لوگوں میں ہیں جنہیں خود رسول خاتم النبیین ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی''؟

حضرت سعیدؓ بن زید کی یہ بات سن کر مغیرہ آئیں بائیں کر کے ٹال گئے۔حضرت سعیدؓ بن زید نے مدینے کے نزدیک ایک وادی عقیق میں جمعہ کے دن دوپہر سے قبل وفات پائی۔جہاں انہوں نے مستقل رہائش اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی تھی۔وفات کے وقت عمر مبارک 80 برس تھی۔مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز جمعہ کی تیاری کر رہے تھے کہ انہیں سعیدؓ بن زید کی وفات کی خبر ملی۔انہوں نے نماز جمعہ ترک کر دی اور عقیق تشریف لے گئے، عقیق سے ان کی میت لوگوں کے کندھوں پر مدینہ لائی گئی۔حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حنوط ملا اور نماز جنازہ پڑھائی، پھر حضرت سعدؓ اور حضرت عبداللہؓ نے انہیں لحد میں اتارا۔حضرت سعیدؓ بن زید کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

****

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نام ونسب :-

آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوالعباس تھی۔آپ کے والد کا نام عباسؓ بن عبدالمطلب اور والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا۔آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔

آپ کے والد عباسؓ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے سگے چچا تھے۔آپ اُم المومنین میمونہ بنت حارث کے بھانجے تھے کیونکہ آپ کی والدہ اُم الفضل اور میمونہ بنت حارث حقیقی بہنیں تھیں۔

پیدائش:-

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی پیدائش ہجرت سے 3 برس قبل شعب ابی طالب میں محصوریت کے دوران میں ہوئی تھی۔آپ کی پیدائش کے بعد حضرت عباسؓ آپ کو بارگاہِ رسالت میں لے کر آئے تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر آپ کے حق میں دعا فرمائی۔

قبول اسلام:-

آپ کے والد حضرت عباسؓ نے اگرچہ فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا،لیکن آپ کی والدہ اُم الفضل نے ابتدا میں ہی داعی توحید کو لبیک کہا تھا۔اس لیے آپ کی پرورش توحید کے سائے میں ہوئی۔

ہجرت:-

عبداللہ بن عباسؓ 8 ہجری میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔اس وقت آپ کی عمر تقریباً 11 سال تھی۔آپ اپنے والد کے حکم سے بیشتر اوقات بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے تھے۔

عہد طفولیت میں مصاحبتِ رسول:-

آپ کی مصاحبت رسول (خاتم النبیین ﷺ) کا جو زمانہ پایا،دراصل وہ آپ کے لڑکپن کا زمانہ تھا۔تاہم آپ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی صحبت میں اکثر رہتے۔ام المومنین حضرت میمونہ آپ کی خالہ تھیں اور آپ سے بہت شفقت رکھتیں تھیں اس لیے آپ اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور کئی مرتبہ رات میں ان کے گھر پر ہی سو جاتے تھے۔اس طرح ان کو رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا۔آپ ایسے ہی ایک رات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک مرتبہ میں اپنی خالہ کے پاس سو رہا تھا،آپ (خاتم النبیین ﷺ) تشریف لائے اور چار رکعت پڑھ کر استراحت فرما ہوئے،پھر کچھ رات باقی تھی کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھ کر بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طرف کھڑا کر لیا"۔

آپ کے حق میں نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی دعا:-

اسی طرح ایک بار رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نماز کے لیے بیدار ہوئے تو عبداللہ بن عباسؓ نے وضو کے لیے پانی لا کر رکھ دیا۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے وضو سے فراغت کے بعد پوچھا کے پانی کون لایا تھا۔سیدہ میمونہ نے عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے خوش ہو کر یہ دعا دی:-

"اللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِي الدِّینِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِیلَ

ترجمہ:"اے اللہ!اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا"-(البخاری (143)،مسلم (2477)،مسند احمد (4/225)، السلسلۃ الصحیحۃ (6/173))

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فضل وکمال کے اعتبار سے اپنے زمانے کے صف اول کے علماء میں سے تھے جن کی ذات گرامی ایسا صحیفہ تھی جس میں تمام علوم ومعارف

جمع تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شعروشاعری، فرائض اور مغازی وغیرہ۔ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو حظِ وافر عطاء نہ فرمایا ہو، بالخصوص کلام اللہ کی تفسیر وتاویل میں جو مہارت اور آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں جو وسعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی شاید کسی کے حصہ میں آئی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی علمی ذہانت:-

ایک مرتبہ ایک نصرانی بادشاہ نے چار سوال لکھ کر حل کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور لکھا کہ آسمانی کتاب کی رو سے ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں۔

پہلا سوال:- ایک ماں کے شکم سے ایک وقت میں ایک دن ایک دو بچے پیدا ہوئے پھر ایک ہی روز دونوں کا انتقال ہوا جبکہ ایک بھائی کی عمر سو برس بڑی ہوئی اور دوسرے بھائی کی عمر سو برس چھوٹی۔ یہ کون لوگ تھے؟ اور ایسا کس طرح ہوا؟

دوسرا سوال:- وہ کونسی زمین ہے جہاں ابتدائے پیدائش سے قیامت تک صرف ایک دفعہ سورج نکلا ہے نہ اس سے پہلے کبھی نکلا تھا نہ بعد میں کبھی نکلے گا؟

تیسرا سوال:- وہ کونسی قبر ہے؟ جس کا مردہ بھی زندہ اور قبر بھی زندہ- اور وہ قبر اپنے مدفون کو لے کر پھرتی رہی- پھر مردے کو ساحل پر پہنچایا اور مردے نے اپنی زندہ قبر سے باہر آکر زندگی بسر کی- بعد میں انتقال فرمایا۔

چوتھا سوال:- وہ کونسا قیدی ہے جس کو سانس لینے کی اجازت نہیں ہے بغیر سانس لیے زندہ رہتا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ ان سوالات کے جوابات لکھ کر دیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سوالات کے جوابات تحریر فرمائے:

پہلا جواب:- وہ دونوں بھائی جو ایک دن کی پیدائش، ایک دن کی وفات، پھر 100 برس عمر میں ایک چھوٹا اور ایک سو برس عمر میں بڑا- یہ دونوں بھائی حضرت عزیز علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ ایک ہی روز جڑواں پیدا ہوئے- اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی وفات کا دن بھی ایک مقرر کیا لیکن درمیان میں حضرت عزیر علیہ السلام کو اپنی قدرت کاملہ دکھانے کیلئے پورے ایک سو سال سلائے رکھا- سو برس کے بعد زندہ کیا- اس کے بعد دونوں بھائیوں نے ایک ہی دن وفات پائی- اس لیے حضرت عزیز علیہ السلام کی عمر ایک سو سال سے زیادہ اور حضرت عزیر علیہ السلام کی عمر ایک سو سال کم ہوئی۔

دوسرا جواب:- وہ زمین جس پر ساری عمر میں ایک مرتبہ سورج نکلا اور پھر کبھی نہیں نکلے گا وہ بحر قلزم کی زمین ہے- جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے اور سمندر کے پانی کو دو چشموں میں تقسیم کرنے پر ظاہر ہوئی- سورج اس پر ظاہر ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحر قلزم کو عبور کیا اور فرعون اور اس کے لشکر کے داخل ہونے کے بعد پانی مل گیا- زمین سمندر کی تہہ میں چلی گئی اور اب کبھی سورج اس زمین پر نہیں نکل سکتا۔

تیسرا جواب:- وہ قبر جس کا مردہ بھی زندہ اور قبر بھی زندہ ہے اور قبر اپنے مدفون کو لئے پھرتی ہے وہ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے- قبر بھی زندہ اور مردہ بھی زندہ۔ یہ مچھلی آپ علیہ السلام کو لے کر دریا کے اندر پھرتی رہی۔ پھر آپ کو ساحل پر لے آئی۔ آپ علیہ السلام اس مچھلی کے پیٹ سے سے باہر نکل آئے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام ایک عرصے تک زندہ رہے پھر آپ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

چوتھا جواب:- جو قیدی قید خانے میں سانس نہیں لیتا- وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں قید ہے- اللہ تعالیٰ نے کہیں اس کے سانس لینے کا ذکر نہیں فرمایا- وہ سانس نہیں لیتا مگر زندہ رہتا ہے۔ یہ جوابات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نصرانی بادشاہ کے پاس بھجوا دیئے- اس نے ان جوابات کو پڑھا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ شاید مسلمانوں میں ابھی کوئی نبی زندہ ہے کیونکہ یہ جوابات نبی کے سوا کوئی نہیں دے سکتا (یہ محض اس کا گمان تھا جب کہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) آخری نبی ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے بعد ختم ہو چکا ہے اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا)۔

یہ تھی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی ذہانت اور تمام خلفائے راشدین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس علمی ذہانت کی وجہ سے آپ کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کم سنی اور نوعمری کے باوجود حصولِ علم کے ہر طریقے کو اختیار کیا اور اس راہ میں انتہائی جاں فشانی اور ان تھک

محنت سے کام لیا۔ وہ محمد (خاتم النبیین ﷺ) کے چشمہ صافی سے زندگی بھر سیراب ہوتے رہے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے وصال کے بعد وہ باقی ماندہ علماء صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھرپور استفادہ فرمایا۔ وہ اپنے شوقِ علم کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جب کسی صحابی کے متعلق مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی کوئی حدیث ہے تو میں قیلولہ کے وقت دوپہر میں ان کے دروازے پر پہنچ جاتا اور اپنی چادر کو سرہانے رکھ کر ان کے گھر کی چوکھٹ پر لیٹ جاتا۔ اس وقت دوپہر کی تیز اور گرم ہوائیں بہت سا گرد وغبار اڑا کر میرے اوپر ڈال دیتیں۔ حالانکہ اگر میں ان کے گھر داخل ہونے کی اجازت مانگتا تو مجھے اجازت مل جاتی۔ لیکن میں ایسا اس لیے کرتا تھا کہ ان کی طبیعت مجھ سے خوش ہوجائے، جب وہ صحابی گھر سے نکلتے اور مجھے اس حال میں دیکھتے تو کہتے" ابن عمِ رسول (خاتم النبیین ﷺ)! آپ نے کیوں یہ زحمت گوارا کی، آپ نے میرے یہاں اطلاع بھجوادی ہوتی، میں خود حاضر ہوجاتا"۔ لیکن میں جواب دیتا" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ حصول علم کے لیے صاحب علم کے پاس جایا جاتا ہے۔ صاحب علم خود طالب علم کے پاس نہیں جایا کرتے"۔ پھر میں ان سے حدیث پوچھتا۔

کثرتِ روایات کا سبب:۔

روایات کی کثرت ان کی محنت، جستجو اور ذوقِ علم کا نتیجہ ہے۔ بہت سی روایات براہِ راست خود زبان نبوت سے سنی ہیں۔ جب رسول اکرم (خاتم النبیین ﷺ) نے دار الفنا سے دار البقا کی طرف انتقال فرمایا اس وقت آپ کی عمر 13 برس تھی۔ (الاصابہ، ج2، ص1074)

آپ خود فرماتے ہیں "جب آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی وفات ہوئی تو میں نے ایک انصاری نوجوان کو بلایا کہ اصحاب رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی کثیر تعداد ابھی موجود ہے ہم ان سے علم حاصل کرلیں۔ انصاری نوجوان نے کہا" مجھے آپ پر حیرت ہوتی ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ علم میں آپ کے محتاج ہیں، پھر آپ دوسروں کے پاس جاتے ہیں"۔ یہ جواب سن کر میں نے اس کو چھوڑ دیا اور جہاں کہیں پتہ چلتا کہ فلاں شخص نے نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) سے حدیث سنی ہے تو تنہا اس کے دولت خانے پر جاتا، اگر وہ اس وقت قیلولہ کررہا ہوتا تو اپنی چادر کو اس کے دروازے پر بچھاتا، ہوا مجھ پر مٹی ڈالتی رہتی تھی۔ جب وہ باہر تشریف لاتے اور مجھے دیکھتے تو کہتے "اے حضور کے چچازاد بھائی! آپ نے کیوں مشقت اٹھائی، کسی اور کو بھیج دیا ہوتا"۔ تو میں کہتا" نہیں، یہ میرا فرض تھا"۔ میں اس سے حدیث کے بارے میں پوچھتا (اس طریقہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن کر علم رسول (خاتم النبیین ﷺ) کو جمع کیا، جب ان کے فضل وکمال کا چرچا زیادہ ہوا) تو اس وقت وہ انصاری نوجوان حیات تھا۔ اس وقت اس نے مجھ کو دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہیں اور مجھ سے سوال کررہے ہیں اور علم حاصل کررہے ہیں تو اس وقت اس نے (مارے ندامت کے) کہا" عبداللہ بن عباسؓ مجھ سے زیادہ عقل مند تھے"۔ (جامع السنن والمسانید لابن کثیر: ج10 ص30)

حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے "جس شخص کے متعلق مجھے پتہ چلتا کہ اس نے رسول اکرم (خاتم النبیین ﷺ) سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں خود اس کے مکان پر جاکر حاصل کرتا"۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص5)

اسی تلاش اور جستجو نے آپ کو اقوال وافعال نبوی (خاتم النبیین ﷺ) کا بہت بڑا حافظ بنادیا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ جو عمر اور مرتبہ میں آپ سے بڑے تھے، آپ کے علمی مقام کے معترف تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ فتویٰ دیتے تھے " حائضہ عورت طواف رخصت کیے بغیر لوٹ جائے"۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے ابنِ عباسؓ سے پوچھا" کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں"؟ انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا" یہ فتویٰ نہ دیا کرو"۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا" میں یہی فتویٰ دوں گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلاں انصاریہ سے پوچھ لو"۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ صحیح نکلا۔ ہنستے ہوئے واپس آئے اور فرمایا" آپ نے سچ کہا تھا"۔ (مسند احمد، ج1، ص226)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان محرم (حالت احرام میں) کے سر دھونے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ابن عباسؓ قائل تھے اور حضرت مسور بن مخرمہ قائل نہ تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کی تحقیق کرائی۔ انہوں نے ابن عباسؓ کی تائید کرتے ہوئے عملاً نقشہ کھینچ کر بتادیا کہ نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) حالتِ احرام میں اس طرح سر مبارک دھویا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد: کتاب المناسک)

احتیاط فی الحدیث:۔

زیادہ احادیث بیان کرنے والے راویوں کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں احتیاط نہیں کرتے، بلکہ ہر طرح کی روایت لے لیتے ہیں، لیکن

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی ذات گرامی اس طرح کے شکوک وشبہات سے منزہ تھی۔آپ حدیث نبوی بیان کرتے وقت بہت احتیاط کرتے تھے کہ کہیں غلط بات نبی اکرم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف منسوب نہ ہوجائے۔اگر کسی موقع پر کوئی خفیف سا بھی شبہ اور خطرہ ہوتا تو اس بات کو بیان نہ کرتے۔اکثر فرمایا کرتے تھے "ہم اس وقت تک رسول اکرم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث بیان کرتے تھے جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا،لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کیں تو اس وقت سے ہم نے روایت کرنا ہی چھوڑ دیا"۔(مسند الدارمی: باب فی الحدیث عن الثقات)

حلقہ درس:۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا،سینکڑوں طلبگار روزانہ ان کے چشمۂ علم وعمل سے سیراب ہوتے تھے،گویا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا،ایک حصہ تحصیلِ علم اور دوسرا حصہ درس وتدریس اور اشاعتِ دین کے لیے وقف کر رکھا تھا۔کبھی کوئی سائل ان کے چشمۂ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا۔اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس وتدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں باقاعدہ ہر علم وفن کی جدا جدا تعلیم ہوا کرتی تھی۔

اس علم وعمل کے پیکر کا فیض حضر (حالت قیام) میں نہیں بلکہ سفر وحضر دونوں میں یکساں جاری رہتا تھا۔چنانچہ جب چند دنوں کے لیے حج کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تھے اس وقت بھی ان کی قیام گاہ متلاشیانِ علم کی درسگاہ بن جاتی تھی۔(الاستیعاب، ج1،ص353)

آپ کا فقہ میں مقام:۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ترجمان القرآن اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے۔آپ نے مکہ مکرمہ میں فقہ کی بنیاد رکھی۔آپ کی فقہ دانی کا سرسری اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ جو اپنے زمانے کے امام تھے،انہوں نے آپ کے فتاویٰ جات 20 جلدوں میں جمع کیے تھے۔(اعلام الموقعین، ج1،ص12)

علم الفرائض میں منفرد مقام:۔

آپ رضی اللہ عنہ علم الفرائض میں اگرچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ نہ تھے لیکن عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں آپ اس فن میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔(اسد الغابہ، ج3،ص97)

قوتِ مناظرہ:۔

آپ رضی اللہ عنہ بلند پایہ مناظر بھی تھے۔چنانچہ جب خارجیوں نے فتنہ کھڑا کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جدا ہونے کے بعد آپ پر طرح طرح کے الزام لگا رہے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے ساتھ مباحثہ ومناظرہ کے لیے منتخب فرمایا۔حضرت ابن عباسؓ نے ان سے مباحثہ و مناظرہ کرتے ہوئے ان کے الزامات اور شبہات کے ایسے مدلل جوابات دیئے کہ ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں۔اسی دوران بیس ہزار خارجیوں نے توبہ کی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حمایت کا اعلان کیا۔

تعداد مرویات:۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی کل مرویات کی تعداد سولہ سو ساٹھ (1660) ہیں جن میں سے پچھتر (75) بخاری ومسلم دونوں میں ہیں۔جو روایات صرف بخاری میں ہیں ان کی تعداد ایک سو بیس (120) اور جو صرف مسلم میں ہیں ان کی تعداد نو (9) ہے۔(سیر اعلام النبلاء، ج4،ص180)

تدفین اور نماز جنازہ:۔

آخر کار علم وعمل کا یہ پیکر، خیر الامۃ، ابن عم رسول سیدنا عبداللہ بن عباسؓ 68 ہجری دار فانی سے دارِ باقی کی طرف تشریف لے گئے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد فرمایا" آج اس امت کا ایک عالمِ ربانی دنیا سے رخصت ہوگیا"۔(سیر اعلام النبلاء، ج4،ص180) (انا للہ وانا الیہ راجعون)

★★★★★★★★★★★★★★★

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ

حضرت مقدادؓ کا اصل نام مقداد بن عمروؓ ہے-آپؓ کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ تھا جو بنی بَھرَاء سے تھے-البتہ حضرت مقدادؓ کو اسود بن یغوث کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے حضرت مقدادؓ کو بچپن میں اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا-اس لیے مقداد بن اسودؓ کے نام سے معروف ہو گئے-(سنن الترمذی کتاب الزھد،حدیث 2393-ابن ہشام،صفحہ 151)

آنحضرت(خاتم النبیین ﷺ) نے اپنے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ضباعۃ سے ان کی شادی کروادی-(شرح الزرقانی جلد 5 صفحہ 213-معجم البلدان جلد 2 صفحہ 311-الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 85) حضرت ضُبَاعَۃ حضرت زُبیرؓ اور عاتکہ بنت ابی وھب کی بیٹی تھیں-ان کے دو بچے پیدا ہوئے کریمہ اور عبداللہ-عبداللہ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے-حضرت مقدادؓ کے ایک بیٹے کا نام مَعْبَد بھی تھا-(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 6 صفحہ 207 معبد بن مقداد) آپ کی کنیت ابو معبد تھی-

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی ایک عظیم قد و قامت والی شخصیت ہیں-آپ کی بیٹی حضرت کریمہ آپ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں" میرے والد محترم حضرت مقدادؓ کا قد مبارک لمبا اور رنگ گندمی تھا-پیٹ قدرے بڑا تھا،سر کے بال گھنے تھے-آپ اپنی داڑھی مبارک میں اکثر زرد رنگ لگایا کرتے تھے-آپ کی داڑھی مبارک بہت خوب صورت تھی،نہ تو وہ بہت زیادہ بڑی تھی اور نہ ہی چھوٹی-آپ کی آنکھیں سیاہ اور ابرو باریک تھے"-(طبقات ابن سعد)

آپ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے،آپ پچیس سال کی عمر میں مسلمان ہوگئے-بعض روایات کے مطابق اسلام ظاہر کرنے والوں میں آپ ساتویں نمبر پر ہیں-آپ اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار فرماتے تھے-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں" حضرت مقدادؓ ان سات صحابہ میں سے تھے جنھوں نے مکے میں اپنے اسلام کا سب سے پہلے اظہار کیا تھا"-(اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ جلد 5 صفحہ 243) مکہ مکرمہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس کے باوجود آپ مشرکین مکہ سے کبھی مرعوب نہ ہوئے-آپ بہت خوش قسمت انسان تھے کیونکہ آپ کو دو بار ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا-ایک بار مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری بار حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف-

حضرت مقدادؓ روایت کرتے ہیں،وہ کہتے ہیں" مَیں اور میرے دو ساتھی مدینہ ہجرت کر کے آئے اور ہمارے کان اور آنکھیں مشقت کی وجہ سے متاثر ہو گئی تھیں-ہم اپنے آپ کو رسول اللہ(خاتم النبیین ﷺ) کے صحابہؓ پر پیش کرنے لگے کہ کسی کے ساتھ ٹھہر جائیں مگر کسی نے ہمیں قبول نہ کیا-تو ہم رسول اللہ(خاتم النبیین ﷺ) کے پاس آئے-آپ(خاتم النبیین ﷺ) ہمیں اپنے گھر لے گئے تو وہاں تین بکریاں تھیں-نبی(خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا"ان کا دودھ ہم سب کے لیے دوہ لیا کرو"-وہ کہتے ہیں" ہم دودھ دوہتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنا حصہ پی لیتا اور ہم نبی کریم(خاتم النبیین ﷺ) کے لیے آپ(خاتم النبیین ﷺ) کا حصہ رکھ دیتے-رات کو آپ(خاتم النبیین ﷺ) تشریف لاتے اور اتنی آواز میں السلام علیکم کہتے کہ سونے والا بیدار نہ ہو اور جو جاگ رہا ہو وہ سن لے-پھر آپ(خاتم النبیین ﷺ) مسجد تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے---اپنے حصے کا دودھ لیتے اور نوش فرماتے-ایک رات میرے پاس شیطان آیا جبکہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا یعنی شیطانی خیال میرے دل میں آیا-اس نے کہا کہ " محمد رسول اللہ(خاتم النبیین ﷺ) انصار کے پاس جاتے ہیں اور انصار آپ(خاتم النبیین ﷺ) کو تحفہ پیش کرتے ہیں-آپ(خاتم النبیین ﷺ) کو اس گھونٹ کی یعنی تھوڑے سے دودھ کی جو آپ(خاتم النبیین ﷺ) کے حصے کا رکھا ہوا تھا کوئی ضرورت نہیں ہے"-چنانچہ میں نے وہ حصہ جو آنحضرت(خاتم النبیین ﷺ) کے لیے رکھا ہوا تھا وہ لے کر پی لیا-جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا تو شیطان نے مجھے نادم کیا اور کہا" تیرا برا ہو یہ تو نے کیا کیا!تو نے محمد(خاتم النبیین ﷺ) کے حصے کا دودھ بھی پی لیا ہے-وہ تشریف لائیں گے اور اسے نہ پائیں گے تو وہ تیرے خلاف دعا کریں گے اور تُو ہلاک ہو جائے گا اور تیری دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی"-یہ خیال میرے دل میں آیا کہ آپ(خاتم النبیین ﷺ) میرے خلاف دعا کریں گے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور میری دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی-میرے دونوں ساتھی سو گئے تھے-پھر نبی کریم(خاتم النبیین ﷺ) تشریف لائے-آپ(خاتم النبیین ﷺ) نے السلام علیکم کہا جیسے کہا کرتے تھے-پھر مسجد گئے اور نماز پڑھی یعنی نفل پڑھے-پھر دودھ کا جو گلاس رکھا ہوا تھا اس کی طرف آئے-اس کا ڈھکنا اٹھایا تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا-آپ(خاتم النبیین ﷺ) نے آسمان کی طرف سر اٹھایا-میں جاگ رہا تھا-سب کچھ دیکھ رہا تھا-مجھے خیال آیا کہ اب آپ میرے خلاف دعا کریں گے(یعنی مجھے بددعا دیں گے) اور مَیں ہلاک ہو جاؤں گا-لیکن آپ(خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ ترجمہ:"

اے اللہ! جو مجھے کھلائے اس کو تو کھلا اور جو مجھے پلائے تو اس کو پلا"۔ یہ سن کر مَیں نے اپنی چادر لی۔ اسے اپنے اوپر مضبوطی سے باندھا۔ جاگ تو میں رہا تھا اور چھری لے کر باہر آ گیا جہاں بکریاں کھڑی تھیں۔ ان میں سے جو سب سے اچھی، موٹی، صحت مند بکری تھی اس کی طرف چل پڑا کہ اسے رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے ذبح کروں گا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں بلکہ ان سب کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ (یعنی ساری بکریوں کے) پھر میں حضور (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر والوں کا ایک برتن لایا۔ میں نے اس میں دودھ دوہا یہاں تک کہ اس کے اوپر تک جھاگ آ گئی، برتن پورا بھر گیا۔ میں رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" کیا تم لوگوں نے آج رات اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا"؟ مَیں نے کہا " یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ نہ پوچھیں۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دودھ پئیں"۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پیا پھر مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اور پئیں"۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھر پیا۔ پھر مجھے دے دیا۔ جب مجھے محسوس ہوا کہ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیر ہو گئے ہیں، آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیٹ بھر گیا ہے۔ جتنی آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوراک تھی اتنا دودھ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پی لیا ہے اور یہ بھی مجھے خیال آیا کہ میں نے اب آنحضرت (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعا بھی لے لی ہے۔ یہی دعا کی تھی ناں کہ "اللہ جو مجھے پلائے اس کو پلا اور جو مجھے کھلائے اس کو کھلا"۔ کہتے ہیں اب دودھ بھی پلا دیا تھا اور مَیں نے دعا بھی لے لی تو مَیں ہنس پڑا اور میں اتنا ہنسا کہ لوٹ پوٹ ہو گیا۔ جب آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے ہنستے دیکھا تو فرمایا "اے مقدادؓ! مجھے لگتا ہے تم نے کوئی شرارت کی ہے"؟ میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے ساتھ یوں ہوا ہے، اور مَیں نے یہ کیا تھا اور پھر سارا قصہ سنا دیا"۔ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ یہ بات تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی تا کہ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا لیتے وہ بھی اس سے پیتے اور رحمت سے حصہ پاتے"۔ میں نے کہا" اس کی قسم! جس نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جب آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وہ رحمت پا لی اور آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ میں نے بھی وہ رحمت پا لی تو اب مجھے کوئی پروا نہیں کہ لوگوں میں سے کون اسے حاصل کرتا ہے۔ مجھے تو اپنی فکر تھی کیونکہ میں نے ہی وہ جرم کیا تھا"۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، حدیث 2055)

حضرت مقدادؓ نے غزواتِ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ شرکت کی تھی۔ حضرت مقدادؓ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تیر اندازوں میں سے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 86)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں "غزوۂ بدر کے موقع پر میں نے مقداد بن اسودؓ کی ایک بات کا ایک ایسا منظر دیکھا کہ اگر مجھ کو حاصل ہو جاتا تو مجھے وہ اپنی تمام نیکیوں سے عزیز تر ہوتا جو ثواب میں اس ایک منظر کے برابر ہو"۔ کہتے ہیں ہوا یوں کہ مقدادؓ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے جبکہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشرکوں کے خلاف دعا کر رہے تھے اور کہنے لگے " یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح موسیٰ کی قوم نے کہا تھا کہ (سورہ المائدہ، آیت نمبر 24)

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا

ترجمہ: "یعنی جا تُو اور تیرا رب دونوں جا کر لڑو"۔

بلکہ ہم تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی"۔ میں نے نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چہرہ چمکنے لگا اور مقدادؓ کی اس بات نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوش کر دیا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی، حدیث 3952) اب آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انصار کے جواب کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ وہ بھی کچھ بولیں کیونکہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ خیال تھا کہ شاید انصار یہ سمجھتے ہوں کہ بیعتِ عقبہ کے ماتحت ہمارا فرض صرف اس قدر ہے کہ اگر عین مدینہ پر کوئی حملہ ہو تو اس کا دفاع کریں۔ چنانچہ باوجود اس قسم کی جاں نثارانہ تقریروں کے جو مہاجر صحابہ نے کیں آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہی فرماتے گئے " اچھا پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے"۔ سعد بن معاذؓ جو اوس قبیلے کے رئیس تھے انہوں نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منشا کو سمجھا اور انصار کی طرف سے عرض کیا" یا رسول اللہ! شاید آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہماری رائے پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب ہم آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سچا سمجھ کر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آئے ہیں تو ہم نے اپنا ہاتھ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے تو پھر اب آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جہاں چاہیں چلیں ہم آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر

آپ (خاتم النبیین ﷺ) ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) ان شاء اللہ ہم کو لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی"۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے یہ تقریر سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

سِيْرُوْا وَابْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَنِىْ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَاللّٰهِ لَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى مَصَارِعِ الْقَوْمِ

ترجمہ: "یعنی تو پھر اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو اور خوش ہو کیونکہ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے ان دو گروہوں یعنی لشکر یا قافلہ جو ہے ان میں سے کسی ایک گروہ پر وہ ہم کو ضرور غلبہ دے گا اور خدا کی قسم! میں گویا اس وقت وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہو کر گریں گے"۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 354-355)

حضرت مقدادؓ کے بارے میں ایک یہ بھی آتا ہے کہ غزوۂ بدر میں اللہ کی راہ میں قتال کرنے والے پہلے گھڑسوار ہونے کا شرف آپؓ کو حاصل ہوا۔ ایک روایت کے مطابق غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے دو گھوڑوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن ہمارے پاس دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر بن عوامؓ کا تھا اور دوسرا حضرت مقداد بن اسودؓ کا۔

ایک مرتبہ حضرت مقدادؓ نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سے پوچھا "یارسول اللہ! بتائیں اگر کفار میں سے کسی شخص سے میرا مقابلہ ہو جائے اور ہم دونوں لڑ پڑیں اور وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے اور پھر دوڑ جائے اور ایک درخت کے پیچھے چھپ جائے اور یہ کہے کہ میں اللہ کی خاطر مسلمان ہو گیا۔ یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! کیا اب میں اسے مار ڈالوں جب کہ اس نے ایسی بات کہی ہے"۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "تم اسے قتل نہ کرنا"۔ حضرت مقدادؓ نے کہا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور پھر اس کے بعد ایسا کہا ہے"۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "تم اسے قتل نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ تمہارے اُس درجے پر ہو جائے گا جو تم کو اُس کے قتل کرنے سے پہلے حاصل تھا یعنی ایمان کا درجہ اور تم اس کے درجے پر ہو جاؤ گے جو اس کو اس کے کلمہ کے کہنے سے پہلے حاصل تھا یعنی کافر ہونے کی حالت میں"۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب 12، حدیث 4019)

رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے ایک سَریہ بھیجا تھا اس پر حضرت مقدادؓ کو امیر بنایا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے پوچھا "اے ابو معبد! تُو نے امارت کے منصب کو کیسا پایا"؟ تو انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! میں جب نکلا تو میری یہ حالت ہوئی کہ میں دوسرے لوگوں کو اپنا غلام تصور کر رہا تھا"۔ اس پر آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اے ابو معبد! امارت اسی طرح ہے سوائے اس کے کہ جسے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رکھے"۔ مقدادؓ نے عرض کیا" کوئی شک نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے! میں دو آدمیوں پر بھی نگران بننا پسند نہ کروں گا"۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد 6 صفحہ 207-208)

اِبنِ بُرَیدَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے"۔ سوال کیا گیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! وہ کون ہیں"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "علیؓ ان میں سے ہیں، (یہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے تین بار فرمایا) اور پھر ابوذرؓ، پھر سلمانؓ اور مقدادؓ ہیں"۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1685، سنن ابن ماجہ: جلد اول: حدیث نمبر 149، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 907)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "ہر نبی کو سات سات نجیب رفقاء دیے گئے ہیں۔ (راوی کہتے ہیں کہ یا آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے رفقاء کے بجائے نگران کا لفظ استعمال فرمایا تھا) لیکن مجھے چودہ عطا کیے گئے ہیں"۔ ہم نے عرض کیا "وہ کون ہیں"؟ تو حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "ایک تو مَیں ہوں یعنی حضرت علیؓ، میرے دو بیٹے حسنؓ اور حسینؓ، جعفرؓ، حمزہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، مقدادؓ، حذیفہؓ، ابوذرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ"۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب باب ان الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنۃ، حدیث 3785)

جُبَیر بن نُفَیر روایت کرتے ہیں "ایک دن ہم حضرت مقدادؓ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی گزرا اور اس نے کہا" کیا ہی مبارک آنکھیں ہیں جنہوں نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کا دیدار کیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم بھی دیکھتے جو آپؓ نے دیکھا ہے۔ (صحابہ کی طرف اشارہ کر کے

کہا) اور ہم بھی اس کا مشاہدہ کرتے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے"۔ یہ سن کر حضرت مقدادؓ غصہ میں آ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بڑے تعجب سے پوچھا "اس شخص نے تو محض خیر کی بات کی ہے"۔ حضرت مقدادؓ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا "اِس شخص کو کون سی چیز اُس زمانے میں حاضر ہونے کی تمنا پر مجبور کر رہی ہے جس سے اللہ نے اسے غائب رکھا"۔ پھر کہنے لگے "ہمیں کیا معلوم کہ اگر یہ اس وقت ہوتا تو کس مقام پر ہوتا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کا زمانہ تو ایسے لوگوں نے بھی پایا جنہیں اللہ نے اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا کیونکہ انہوں نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کو نہ مانا اور نہ ہی آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی تصدیق کی۔ اب یہ جو کہہ رہا ہے کہ کیا پتا اس وقت اس کی قسمت میں کیا تھا؟ اگر تصدیق نہ کرتا تو پھر دوزخ میں جاتا"۔ پھر آگے کہنے لگے "تم اللہ کی حمد کیوں نہیں کرتے کہ اس نے تمہیں ایسے وقت میں پیدا کیا جس میں تم صرف اپنے رب کو پہچاننے والے ہو۔ کسی قسم کا شرک نہیں کرتے۔ رسول (خاتم النبیین ﷺ) پر ایمان لاتے ہو اور اپنے نبی (خاتم النبیین ﷺ) کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنے والے ہو۔ پہلے لوگ تھے یا اس زمانے کے دوسرے لوگ تھے جو آزمائشوں میں سے گزرے۔ تمہیں اللہ نے ان آزمائشوں سے بچا لیا ہے۔ تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو"۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 890 حدیث المقداد بن الاسود حدیث نمبر 24311)

جنگ یرموک میں بھی حضرت مقدادؓ نے شرکت کی تھی اور اس جنگ میں قاری حضرت مقدادؓ تھے۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے غزوۂ بدر کے بعد یہ سنت جاری فرمائی تھی کہ جنگ کے وقت سورۂ انفال کی تلاوت کی جاتی تھی۔ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کی وفات کے بعد بھی لوگ اس بات پر عمل کرتے رہے۔ (تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 59)

حضرت مقدادؓ حمص کے محاصرے میں حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ کے ساتھ تھے۔ حضرت مقدادؓ نے مصر کی فتح میں بھی حصہ لیا۔

20 ہجری میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور حضرت عمرو بن عاصؓ امیر عسکر نے دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار سپاہی اور چار افسر جن میں سے ایک حضرت مقدادؓ بھی تھے ان کی مدد کے لیے روانہ فرمائے اور لکھا کہ ان افسروں میں سے ہر ایک دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ درحقیقت اس کمک کے پہنچتے ہی جنگ کی حالت بدل گئی اور نہایت قلیل عرصے میں تمام سرزمین جو فرعون کی زمین تھی توحید کا ورثہ بن گئی۔ (سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 286 حضرت مقداد بن عمرو)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ عاجزی و انکساری کا پیکر تھے۔ تکبر کو قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ آپ کسی کی بے جا تعریف نہ خود کرتے اور نہ ہی کسی سے سننا پسند کرتے تھے۔ آپ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ مالی طور پر بہت تنگ دست تھے، حتیٰ کہ بعض اوقات درختوں کے پتے کھاتے تھے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہم دو دو یا تین تین دن بعد رفع حاجت کے لئے جاتے تھے تو ایک دن میں رفع حاجت کے لئے ویرانے کی طرف نکلا تو وہاں میں نے ایک چوہے کو سوراخ سے دینار نکالتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ اٹھارہ دینار اس سوراخ سے برآمد ہوئے جو میں لے کر حضور (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا" اے اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ)! آپ اس میں سے زکوٰۃ لے لیجئے" ۔ حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا ''جا لے جاؤ! اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے''۔ پھر ان اٹھارہ دینار میں اس قدر برکت پیدا ہوئی کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے وصال تک وہ دینار ختم نہ ہوئے"۔ (سنن ابن ماجہ: 2508)

آپ رضی اللہ عنہ سے بہت سی احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، جن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، آپ کی بیٹی کریمہ رضی اللہ عنہا اور زوجہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ آپ وہ خوش قسمت مجاہد اسلام ہیں جنہوں نے سب سے پہلے گھوڑے پر جہاد کیا۔ آپ کا شمار ان چار اشخاص میں ہوتا ہے جن سے محبت کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب (خاتم النبیین ﷺ) کو دیا۔ آپ ان چودہ خوش قسمت لوگوں میں سے ایک ہیں جنہیں حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے اپنا نجیب اور رفیق قرار دیا۔ علامہ ابن کثیر کے مطابق آپ کو خادم رسول (خاتم النبیین ﷺ) ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال 33 ہجری میں دور عثمانی میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

★★★★★★★★★★★★★

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام حسان، کنیت ابوالولید، شاعر رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لقب تھا۔ (التوفی 852ھ) حضرت حسانؓ کی والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن جیش بن لوذان خزرجیہ تھا۔ حضرت حسانؓ کے آباؤ اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے۔ فارغ کا قلعہ جو مسجد نبوی سے مغرب کی جانب باب الرحمہ کے مقابل واقعہ تھا، انہی کا سکونت گاہ تھا۔ سلسلہ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گزریں، عرب میں کسی خاندان کی چار پشتیں مسلسل اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں۔ حرام جو کہ حضرت حسانؓ کے پردادا تھے ان کی عمر 120 سال تھی۔ ان کے بیٹے منذر اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابت سب نے یہی عمر پائی۔ (سیر الصحابہ، 281:3)

قبول اسلام:۔

حضرت حسان بن ثابتؓ حالت ضعیفی میں ایمان لائے۔۔ہجرت کے وقت ساٹھ برس کی عمر تھی۔ زمانہ جاہلیت میں شراب پیتے تھے لیکن جب مسلمان ہوئے تو قطعی طور پر پرہیز کیا۔

اہل وعیال:۔

آپؓ کی بیوی کا نام سیرین تھا جو کہ زوجہ رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت ماریہ قبطیہؓ کی بہن تھیں۔ ان سے عبدالرحمن نامی ایک لڑکا پیدا ہوا۔

اخلاق وعادات:۔

ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ دربار نبوی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شاعر تھے اور حضور نبی اکرم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے کفار کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے۔ جس پر رسول اکرم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لئے دعا فرمائی " خدایا! روح القدس سے ان کی مدد فرما"۔ اس بناء پر بارگاہ نبوی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ان کو خاص تقرب حاصل تھا۔

فضائل ومناقب حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

حضرت حسانؓ نے یثرب کے شہری ماحول میں پرورش پائی۔ وہاں شعروشاعری کے تذکرے عام تھے۔ آپ کا ذوق سلیم شاعری کے مطابق تھا۔ شعر کہنا شروع کیا۔ اپنے قبیلے کا جوش وجذبہ بڑھانے کے لیے شعر کہتے اور بہت جلد نامور ہو کر "اشعر اہل المدر" کہلائے۔ حضری شعرا میں تو کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا۔ بدوی شعرا سے بھی تعلق رہتا اور شعری مبازرت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ناقدین آپ کی دور جاہلیت کی شاعری کو بہترین اور قابل استناد جانتے ہیں۔ آل جفنہ کی مدح میں آپ کے قصائد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان قصائد کی ایک خوبی یہ تھی کہ یہ مالی اعانت یا انعام اکرام کی بجائے خلوص ومحبت کے رنگ میں ڈھلے ہوئے تھے۔

حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے المستدرک میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت نقل کی ہے " رسول اکرم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسانؓ سے فرمایا" مشرکین کی ہجو بیان کر بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری تائید کرتا ہے۔ بے شک جب تم ان کی ہجو (مذمت) کرتے ہو روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہوتے ہیں"۔ (المستدرک، 478:3)

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے " رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے۔ جس پر وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے اظہار فخر کیا کرتے تھے اور رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے " بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس سے حضرت حسانؓ کی تائید ومدد کرتے ہیں۔ جب یہ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے اظہار فخر اور مقابلہ کرتے ہیں"۔ (مسلم، 144:2)

ہجرت کے وقت 60 برس کا سن تھا۔ عمر رسیدہ ہونے اور ضعف قلب کے باعث کسی غزوہ میں شامل نہ ہوئے۔ جہاد بالنفس کیا یعنی جان کی بجائے زبان سے جہاد کیا۔ آپ قریش کے اسلام دشمن شعرا کی ہجو کا جواب دیتے تھے۔ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات پر حسان نے بڑے پر درد مرثیے لکھے۔ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے۔ کفار کی ہجو اور مسلمانوں کی شان میں بے شمار اشعار کہے ہیں۔

ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ دربار نبوی کے شاعر تھے اور آنحضرت (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے کفار کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے اور آنحضرت (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے دعا فرمائی " خدایا روح القدس سے ان کی مدد کر" ۔ اس بنا پر بارگاہ رسالت میں ان کو خاص تقرب حاصل تھا۔ طبیعت

کی کمزوری کے باوجود اخلاقی جرأت موجود تھی، ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے،عمر فاروق نے منع کیا تو جواب دیا" میں تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا"۔(بخاری:1/909،مسند:5/222)

حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں" حضرت عائشہؓ اس بات کو(سخت) ناپسند فرماتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسانؓ کو برا بھلا کہا جائے(اگر چہ حضرت حسانؓ بھی سیدہ عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے)۔آپ فرماتی تھیں"انہیں برا بھلامت کہو-انہوں نے حضور نبی اکرم(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں یہ نعت پڑھی ہے:

ترجمہ: ''بلاشبہ میرا باپ، میرے اجداد اور میری عزت(ہمارا سب کچھ)،محمد مصطفی(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عزت و ناموس کے دفاع کے لیے تمہارے خلاف ڈھال ہیں۔''(متفق علیہ)

آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان اقدس میں حضرت حسانؓ بن ثابتؓ نے ہر موقع پر عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں، ایک موقع پر آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حسن و جمال میں یوں رطب اللسان نظر آتے ہیں:

ترجمہ:''آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا، اور آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے نہیں جنا۔آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام عیوب سے اس طرح پاک پیدا کیا گیا، گویا آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تخلیق آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مرضی اور چاہت کے عین مطابق کی گئی ہے''۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" قریش کی ہجو کرو، کیونکہ ان(گستاخوں پر میری تعریف) اور اپنی ہجو تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق گزرتی ہے"۔ پھر آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابن رواحہ کی طرف پیغام بھیجا" کفار قریش کی ہجو کرو"-انہوں نے کفار قریش کی ہجو کی، وہ آپ کو پسند نہیں آئی، پھر آپ نے حضرت کعب بن مالکؓ کی طرف پیغام بھیجا، پھر حضرت حسان بن ثابتؓ کی طرف پیغام بھیجا جب حضرت حسان آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے تو انہوں نے عرض کیا"اب وقت آ گیا ہے"-آپ نے اس شیر کی طرف پیغام بھیجا ہے جو اپنی دم سے مارتا ہے پھر اپنی زبان نکال کر ہلانے لگے۔ پھر عرض کیا" یارسول اللہ!(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس ذات کی قسم جس نے آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق دے کر بھیجا ہے-میں اپنی زبان سے انہیں اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں"۔ رسول اللہ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" جلدی نہ کرو، یقیناً ابوبکر قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے۔(تم ان کے پاس جاؤ) تا کہ ابوبکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں"۔حضرت حسانؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے، پھر واپس لوٹے اور عرض کیا" یارسول اللہ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ابوبکر نے میرے لیے آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نسب الگ کر دیا ہے۔اس ذات کی قسم جس نے آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔''(مسلم،طبرانی،بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں" حضرت عمرؓ حضرت حسان بن ثابتؓ کے پاس سے گزرے، درآنحالیکہ وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے،حضرت عمرؓ نے گھور کر ان کی طرف دیکھا تو حضرت حسان نے کہا" میں مسجد میں اس وقت بھی شعر پڑھتا تھا جب مسجد میں آپ سے افضل شخص(یعنی حضور نبی اکرم(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود ظاہرًا) موجود تھے"۔ پھر انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی طرف مڑ کر دیکھا(جو کہ وہاں موجود تھے) اور کہا" اے ابوہریرہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا تم نے حضور نبی اکرم(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" اے حسان! میری طرف سے(مشرکین کو) جواب دو۔اے اللہ! اس کی روح القدس کے ذریعہ سے تائید فرما"؟ تو انہوں نے کہا" ہاں، اللہ کی قسم! سنا ہے۔''(مسلم،ابوداؤد،نسائی)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حضرت حسانؓ کا تذکرہ ہوا کہ وہ سیدہ عائشہؓ کے خلاف لوگوں کی مدد کرتے تھے، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا" حسان کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل اچھی طرح سوچ لیا کرو کیونکہ میں نے خود رسول اللہ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" شعر گوئی میں اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ حسان کی مدد فرماتا ہے۔''(ابن ابی شیبہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں" میں نے ایسا شعر نہیں سنا جو حضرت حسانؓ کی شاعری سے بہتر ہو اور میں نے جب بھی حضرت حسانؓ کا یہ شعر پڑھا تو ان کے لیے جنت کی آرزو کی۔(بالخصوص) ان کا وہ شعر جو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی(ہجو میں) انہوں نے کہا تھا:

ترجمہ:''تو نے محمد (خاتم النبیین ﷺ) کی مذمت کی تو میں تجھے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی جانب سے اس مذمت کا جواب دیتا ہوں اور یہ کہ اس جواب کی جزاء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاؤں گا، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میرے والد اور میرے دادا اور میری شرافت اور ناموسِ محمد ((خاتم النبیین ﷺ)) کے ناموس وشرافت کو تم سے بچانے والی (ڈھال) ہے۔تمہاری مجال کیسے ہوئی کہ تم ہمارے نبی حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) کو سبّ وشتم کرو جبکہ تم تو خود آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی مقدس نعلین کے برابر بھی نہیں گردانے جاتے۔بس پھر یہ بات ٹھہری کے تمہارا شر تمہارے خیر پر قربان ہو گیا میری زبان تو گستاخ رسول (خاتم النبیین ﷺ) کے خلاف تیزی سے کاٹ کرنے والی ہے اور اِس میں کوئی عیب اور دوہرا معیار نہیں (یعنی ناموس مصطفی (خاتم النبیین ﷺ) کے دفاع میں ہم ساری مصلحتیں بالائے طاق رکھ دیتے ہیں) اور یہ زبان آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی مدح سرائی میں ہمیشہ محو رہی ہے اور آئندہ بھی اسی ذاتِ مصطفی (خاتم النبیین ﷺ) کی نعت گوئی میں ہی مصروف رہے گی۔اور کوئی پلیدی اسے گدلا نہیں سکے گی۔''

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کے بعد آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے جانشین حضرت ابوبکر وعمرؓ کے نزدیک بھی حضرت حسانؓ کا یہی مرتبہ تھا، انہیں مال غنیمت میں حصہ بھی دیتے رہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے دور میں تو انہیں قاضی شعر بنایا تھا، جب حطیہ نے زباد بن بدر کی ہجو کی تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس معاملہ لے کر آئے، حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا فیصلہ نہیں سنایا کیونکہ شعر وشاعری سے انہیں واقفیت نہ تھی، لہذا انہوں نے حضرت حسانؓ سے اس سلسلے میں مشورہ لیا تھا اور انہیں اس معاملے کا قاضی بنایا، ایک دوسرے واقعے میں نجاشی حارثی نے کچھ افراد کی ہجو کردی تھی تو وہ لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس شکایت لے کر آئے، تو ان کے لیے بھی حضرت حسانؓ کو ہی حکم اور قاضی بنایا، نیز حضرت حسانؓ نعمان بن منذر کے دربار میں نابغہ جیسے شاعر پر پہلے ہی فوقیت لے چکے تھے۔

حضرت حسن برادؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان فرمایا "جب یہ آیت مبارکہ (سورہ الشعراء، آیت نمبر 224)

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۞

ترجمہ: "اور شاعروں کی پیروی بہکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں"- نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن ابی رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ تینوں حضور نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ وہ گریہ کناں تھے اور عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے (شعراء کے بارے میں) یہ آیت نازل فرمائی ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہم بھی شاعر ہیں"۔ تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اس کے بعد والی آیت پڑھو کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (سورہ الشعراء، آیت نمبر 227)

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ترجمہ: "سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے"۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اس آیت سے مراد تم لوگ ہو"-اور پھر

وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (سورہ الشعراء، آیت نمبر 227)

ترجمہ: "اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (ظالموں سے بزبانِ شعر) انتقام لیا"- تلاوت کر کے فرمایا "اس سے مراد بھی تم لوگ ہی ہو۔'' (امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور طبری جامع البیان، سیوطی)

حضرت حسانؓ نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے وصال کے بعد اپنی زندگی کو بیکار قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیامبر! آپ (خاتم النبیین ﷺ) میری آنکھ کیلئے پتلی کا درجہ رکھتے تھے، آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی رحلت فرمانے سے میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے وصال کے بعد ہمیں بھی دنیا سے رخصت ہو جانا چاہیے کیونکہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے بعد اب زندگی بیکار ہے''۔

حضرت حسانؓ سب سے معمرینِ مُخضرم (وہ شخص جس نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ دور جاہلیت اور کچھ حصہ اسلام میں گزارا ہو) میں شمار ہوتے ہیں- جنہوں نے اپنی زندگی کا تقریباً نصف حصہ پیغمبر اکرم (خاتم النبیین ﷺ) کی مدینہ ہجرت کے بعد مدینے میں گزارا۔ (ابوالفرج، اصفہانی، ج ۴، ص ۱۳۵) حضرت حسانؓ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کے وصال کے بعد عرصہ تک زندہ رہے، 120 برس کی عمر پائی۔ آپؓ نے 60ھ میں امیر معاویہ کے زمانے میں وفات پائی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلہ نسب:۔

حضرت خالد بن ولیدؓ قبیلہ بنو مخزوم کے سردار اور قریش کے بااثر رئیس، ولید بن مغیرہ کے گھر پیدا ہوئے۔آپؓ کی والدہ کا نام، لبابہ صغریٰ ہے، جو رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ، اُمّ المومنین، حضرت میمونہؓ کی ہمشیرہ تھیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید 6 ویں صدی کے آخر میں قریش کے قبیلے بنی مخزم میں پیدا ہوئے۔اس قبیلے کے لوگ جنگجو تھے اور جنگی مقاصد کے لیے گھوڑے پالتے تھے۔ابتدائی عمر سے ہی خالدؓ نے فنون حرب، گھڑسواری، تلوار و نیزہ بازی میں مہارت حاصل کر لی تھی۔انہوں نے بہت جلد سیکھ لیا تھا کہ کس طرح اونٹوں کے ذریعے ریگستان کو جلد عبور کیا جاسکتا ہے اور کس طرح گھوڑوں کے ذریعے دشمن پر حملہ آور ہوا جاسکتا ہے۔حضرت خالدؓ بن ولید کے والد نے اپنے بیٹے کو حربی فنون میں ماہر بنانے کے لیے اس قدر محنت کی کہ نہ صرف ان کو تلوار اور نیزہ بازی سکھائی بلکہ انہیں زہر جیسے مہلک خطرے سے نمٹنے کیلئے بھی تیار کیا تاکہ وہ دشمن کی کسی بھی چال کا نشانہ نہ بن سکیں۔اصل میں قبول اسلام کے بعد ہی خالدؓ بن ولید کا جنگی کیریئر شروع ہوا تھا۔

قبولِ اسلام:۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت خالدؓ بن ولید کی اسلام دشمنی بھی انتہا پر تھی۔ہر معرکہ میں وہ باطل کے ساتھ تھے۔حدیبیہ میں وہ مسلمانوں کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے تھے۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک مرتبہ نماز ادا کر رہے تھے تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر خدانخواستہ حملہ کرنا چاہا لیکن ہمت جواب دے گئی۔وہ خود کہتے ہیں "حضور کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب ظہر کی نماز کے بعد حدیبیہ میں نماز خوف ادا کی تو میری سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ ہم ان پر حملہ نہیں کر سکتے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان کی حفاظت کر رہا ہے۔لہذا میں اپنے ساتھیوں کو لے کر دائیں جانب مڑ گیا اور تصادم ٹل گیا"۔لیکن روشنی ان کے دل میں راہ پکڑ چکی تھی۔

حضرت خالدؓ بن ولید کے قبول اسلام کے پورے واقعے کے راوی جناب یحییٰ ہیں جنہوں نے یہ واقعہ اپنے والد حضرت مغیرہ بن عبدالرحمانؓ سے سنا۔مغیرہ کہتے ہیں "یہ پورا واقعہ میں نے خود خالد بن ولیدؓ کی زبان سے سنا۔جناب خالدؓ بن ولید بتاتے ہیں "وہ اسی سوچ بچار میں تھے کہ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عمرۃ القضاء کے لئے مکہ تشریف لائے۔میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔چنانچہ میں جا چھپا۔میرا بھائی ولید بن ولیدؓ مسلمان ہو چکا تھا۔اور وہ مدینہ چلا گیا تھا۔اور وہ رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس قافلے کے ساتھ تھا۔تلاش کے باوجود میں اسے نہ ملا تو وہ میرے لئے ایک خط چھوڑ گیا۔جس کا مضمون یہ تھا۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ!

یہ امر میرے لئے بہت زیادہ تعجب کا باعث ہے کہ تیرے دل سے اسلام کی صداقت کس طرح چھپی رہی؟ حالانکہ تیری عقل و دانش کا کوئی ثانی نہیں۔اسلام ایک سچا مذہب ہے اور یہ تجھ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ خود رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے پوچھا کہ "خالدؓ کہاں ہے"؟ میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ تعالیٰ اس کو ہم میں لے آئے گا"۔رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" خالدؓ جیسا عقلمند اور دانا انسان اسلام جیسے دین سے کیسے جاہل رہ سکتا ہے؟ وہ کفار اور مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا۔ہم نہ صرف اس کی قدر کرتے بلکہ دوسروں پر اس کو فوقیت دیتے"۔اے میرے بھائی تو نے زندگی کے جو لمحے ضائع کر دئے ہیں۔ان کی فوری تلافی کر۔کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تو نے بڑے سنہری مواقع کھو دیئے"۔

اس خط کا ملنا تھا کہ نہ صرف میری آنکھیں کھل گئیں۔بلکہ قبول اسلام کا جذبہ مزید قوی ہو گیا۔اور نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں جو بغض و عناد تھا وہ خود بخود جاتا رہا۔پھر میں نے خواب دیکھا کہ "میں ایک بنجر اور تنگ علاقے میں ہوں۔مگر وہاں سے نکل کر ہرے بھرے اور شاداب علاقے میں آ گیا ہوں"۔میں نے مدینے جا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس کی تعبیر پوچھی۔تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا" تم جس بنجر و تنگ علاقے میں تھے۔وہ کفر تھا۔اب باری تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے سرسبز اور شاداب علاقے میں پہنچا دیا ہے"۔اس خواب کے بعد میں نے اسلام کا پکا ارادہ کر لیا۔اور سوچا کہ کس کو شریک سفر کروں؟

صفوان بن امیہ نے یہ کہہ کر میری بات رد کر دی کہ میں ایسا نہ کروں گا۔عکرمہ بن ابی جہل نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔میں اپنے دوست عثمان بن طلحہ کو دعوت دینے گیا۔تو انہوں نے خلاف توقع میری بات مان لی۔عثمان بن طلحہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔اور رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فتح مکہ کے بعد کلید انہی کے پاس رہنے دی تھی

اگلی صبح ہم مدینہ روانہ ہو گئے۔ ہداۃ کی بستی میں ہمیں عمرو بن العاص مل گئے۔ اور پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی مقصد سے مدینہ جا رہے تھے۔ ہم نے مدینہ کے قریب حرہ (پہاڑی علاقہ) میں اپنی اونٹیاں روکیں۔ نہائے دھوئے۔ صاف ستھرا لباس پہنا۔ تاکہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں پیش ہو جائیں۔ لیکن نبی کریم کو پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی۔ راستے میں میری ملاقات اپنے بھائی سے ہو گئی۔ تو اس نے کہا" جلدی کریں حضور پاک آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ ہم بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے ہونٹوں پر تبسم تھا۔ میں نے سلام پیش کیا تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے بھی سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ میں نے کلمہ پڑھا تو حضرت یوں گویا ہوئے "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے تجھے ہدایت عنایت فرمائی۔ مجھے امید تھی کہ تمہاری خداداد عقل تجھے خیر تک پہنچا دے گی"۔

میں نے گزارش کی میں آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی مخالفت اور عناد میں اڑا رہا۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیوں کو معاف کر دے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اسلام قبول کرنے پر تمام سابقہ گناہ ختم ہو جاتے ہیں"۔ پھر میری درخواست پر حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے میری بخشش کی دعا فرمائی۔ جس کے بعد عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن طلحہ نے سرور کائنات کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ تاریخ اسلام کا یہ واقعہ ماہ صفر 8 ہجری کا ہے جب ایک مشرک اور کافر سیف اللہ بن گیا۔

حضرت عمروہ بن العاص ان حضرات سے کیسے ملے؟ اس کی بھی داستان ہے۔ یہ اسلام دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا کہ نجاشی کی پناہ میں حبشہ چلے جائیں۔ تاکہ اگر رسول پاک سارے عرب پر قبضہ کریں تو وہ نجاشی کی پناہ میں ہوں گے۔ وہ چمڑے کی مصنوعات کے تحائف لے کر وہاں پہنچ گئے۔ یہی وہ وقت تھا۔ جب نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے جناب عمرو بن امیہ الضمریؓ کو مکتوب دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ نجاشی خوش تھا لہذا ہم نے اس وقت نجاشی سے عروہ بن امیہ الضمریؓ کو مانگ لیا۔ تاکہ ہم انہیں قتل کر سکیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں بہت دکھ پہنچائے تھے۔ یہ سن کر نجاشی غصہ میں بھر گیا۔ اور میرے منہ پر زوردار طمانچہ مارا میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ میری ناک سے خون بہنے لگا۔ نجاشی نے کہا "تم نے ایسی ہستی کے قاصد کو مانگا ہے۔ جس کے پاس ناموس اکبر (جبرائیل) آتا ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا"۔ ان الفاظ نے میرے دل میں انقلاب برپا کر دیا۔ میرے پوچھنے پر نجاشی نے کہا "اس ہستی کی غلامی کو اختیار کر لو وہ حق پر ہیں۔ وہ تمام مخالفوں پر غالب آجائیں گے"۔ میں نے بادشاہ سے کہا" آپ ان کی طرف سے میرے قبول اسلام کی بیعت لینے کے لئے تیار ہیں"؟ نجاشی نے کہا" بے شک میں تیار ہوں۔ اور اپنا ہاتھ بڑھا کر قبول اسلام کے لئے مجھے بیعت کر لیا"۔ (یعنی نجاشی اس وقت تک اسلام قبول کر چکا تھا)

پھر اس نے میرے خون آلودہ کپڑے اتروا کر مجھے شاہی پوشاک پہنائی۔ میں ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے اس شان کی وجہ پوچھی۔ مگر میں نے نہیں بتائی۔ اور پھر بندرگاہ پہنچا۔ کشتی میں یمن کی ''نشعیبہ'' نامی بندرگاہ پر اترا اور اونٹ خرید کر'' مرا ظہران'' سے گزرتا ہوا ''ہداۃ'' پہنچ گیا۔ جہاں خالد بن ولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ سے ملاقات ہو گئی۔ اور ہم بارگاہ رسالت میں حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔

خالدؓ بن ولید کی بے مثال کامیابیوں کی وجہ سے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کے لقب سے نوازا تھا۔

معرکہ موتہ :-

رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی حیاتِ مبارکہ میں سب سے خون ریز معرکہ، 8ھ/ہجری میں شام کے سرحدی علاقے، (موجودہ اُردن) بلقاء کے قریب ''موتہ'' نامی بستی میں پیش آیا، جس میں حضرت خالد بن ولیدؓ مسلمان ہونے کے بعد پہلی مرتبہ ایک سپاہی کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے ایک صحابی، حارث بن عمیرؓ کو ایک خط دے کر حاکمِ بصریٰ کے پاس روانہ کیا، لیکن اُنہیں قیصرِ روم کے گورنر، شرجیل بن عمرو غسانی نے گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے اسلام کے سفیر کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں 3 ہزار جنگ جوؤں کا لشکر روانہ کیا اور تاکید فرمائی کہ ''زیدؓ شہید ہو جائیں، تو جعفر بن ابی طالبؓ کو سپہ سالار بنالیں، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں، تو عبداللہ بن رواحہؓ کو امیر بنالیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں، تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کر لیں۔'' اسلامی لشکر موتہ پہنچا، تو شاہِ روم، ہرقل ایک لاکھ جنگجوؤں کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کا منتظر تھا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمانوں کے تینوں سپہ سالار شہید ہو گئے۔ مجاہدین کے لیے یہ مایوس کُن صُورتِ حال تھی۔ میدانِ جنگ پر رومیوں کا قبضہ تھا، ایسے میں مسلمانوں نے فوج کے ایک سپاہی، خالد بن ولیدؓ کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھما دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدانِ جنگ میں ایک پُرجوش اور ولولہ انگیز تقریر کی اور اچانک

رومیوں پر بھر پور حملہ کر دیا۔ رومی اس اچانک اور بھر پور حملے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھے۔ چنانچہ وہ بدحواس ہو گئے اور شکست اُن کا مقدر بن گئی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ ''جنگِ موتہ کے روز میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ پھر میرے ہاتھ میں صرف ایک یمنی بانا (چھوٹی تلوار) باقی بچی۔'' اُدھر مدینہ میں جنگِ موتہ ہی کے روز رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے وحی کی بناء پر فرمایا کہ ''جھنڈا زیدؓ نے لیا اور وہ شہید کر دیے گئے۔ پھر جعفرؓ نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیے گئے پھر ابنِ رواحہؓ نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیے گئے (اس دَوران آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی آنکھیں اشک بار تھیں) یہاں تک کہ جھنڈا، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا (اور ایسی جنگ لڑی کہ) اللہ نے ان پر فتح عطا فرمائی''۔ (صحیح بخاری، باب غزوۂ موتہ)

فتح مکّہ اور غزوۂ حنین:۔

20 رمضان المبارک 8 ہجری کو فتحِ مکّہ کے موقعے پر رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے وادی ذی طویٰ میں لشکر کی تربیت و تقسیم فرمائی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو داہنے پہلو پر رکھا۔ اس میں اسلم، سلیم، غفّار، مزینہ، جہینہ اور کچھ دوسرے عرب قبائل تھے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ ''وہ مکّے میں زیریں حصّے سے داخل ہوں اور اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے، تو اُسے کاٹ کر رکھ دیں اور کوہِ صفا پر ہم سے ملیں۔'' حضرت خالدؓ اور اُن کے رفقاء کی راہ میں جو مشرک آیا، اُسے جہنّم رسید کرتے کوہِ صفا پر رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سے جا ملے۔ اس موقعے پر حضرت خالد بن ولیدؓ سے جھڑپ میں 12 مشرک مارے گئے، جبکہ دو صحابیؓ شہید ہوئے، وہ بھی راستا بھول کر لشکر سے جدا ہو جانے کی وجہ سے'' (الرحیق المختوم)۔

فتحِ مکّہ کے بعد آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت خالدؓ کو 30 مجاہدین کے لشکر کا امیر بنا کر ''عزیٰ'' نامی بُت گرانے کے لیے روانہ کیا۔ 8 ہجری کے ماہِ شوال میں نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے قبیلہ ہوازن کی سرکوبی کے لیے مکّہ مکرّمہ سے وادیٔ حنین کی جانب کوچ فرمایا۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ بارہ ہزار جنگجو تھے۔ 10 ہزار وہ جو فتحِ مکّہ کے وقت آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے ہم راہ تھے اور دو ہزار مکّے کے نو مسلم۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی ایک لشکر کے سالار کی حیثیت سے ساتھ تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ غزوۂ حنین کے بہت سے شکست خوردہ مشرک طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک ہزار مجاہدین کے لشکر کا امیر بنا کر ہراول دستے کے طور پر طائف روانہ کیا۔ پھر آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے بقیہ فوج کے ساتھ خود بھی طائف کا رُخ فرمایا۔

غزوۂ تبوک:۔

غزوۂ تبوک کے موقعے پر کوئی بھی رومی قبیلہ مسلمانوں سے مقابلے کے لیے تیار نہ تھا۔ سب نے آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس آ کر جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اس موقعے پر آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو بیس سواروں کا لشکر دے کر دومتہ الجندل کے حاکم، اکیدر کو گرفتار کرنے بھیجا۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ ''تم اُسے نیل گائے کا شکار کرتے پاؤ گے۔'' حضرت خالدؓ جب اُس کے قلعے کے قریب پہنچے، تو دیکھا کہ ایک نیل گائے قلعے کے دروازے پر موجود ہے اور چاندنی رات میں اکیدر اُسے شکار کرنے کے لیے قلعے سے باہر آیا ہے۔ حضرت خالدؓ نے اُسی وقت اُسے گرفتار کر کے حضور (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے جزیہ دینے کے اقرار پر اُسے چھوڑ دیا۔

نبی پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ اسلامی لشکروں کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیتے رہے۔

جنگ یمامہ

ذی الحجہ 11 ہجری کو خلیفۂ اوّل، سیّدنا صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تیرہ ہزار مجاہدین کے لشکر کا امیر بنا کر نبوّت کے جھوٹے دعوے دار، مسیلمہ کذّاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ مسیلمہ اپنے قبیلے، ربیعہ کے چالیس ہزار جنگ جوؤں کے لشکر کے ساتھ ''یمامہ'' کے مقام پر مسلمانوں کے مدِّمقابل آیا۔ اس موقعے پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بہترین جنگی حکمتِ عملی، سیاسی بصیرت اور ولولہ انگیز تقاریر کے ذریعے مجاہدین میں شوقِ شہادت کو بڑھا دیا اور پھر بپھرے شیر کی طرح مسیلمہ کی فوج کے پرخچے اُڑا دیے۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل، وحشی نے اپنا نیزہ مسیلمہ کے سینے میں اُتار کر اُسے جہنّم رسید کر دیا۔

حضرت خالدؓ عراق اور ایران میں

ابھی خالد بن ولیدؓ جنگِ یمامہ سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے آپؓ کو عراق اور ایران کی جانب پیش قدمی کا حکم صادر فرما دیا۔ چنانچہ محرّم

11 ہجری میں حضرت خالدؓ عراق کے علاقے ''ابلہ'' کو فتح کرتے ہوئے ایرانی صوبے ''حضیر'' جا پہنچے۔ اس صوبے کا حاکم، ہرمز نہایت دلیر جنگ جو سردار تھا، جس کی دھاک عرب، عراق، ایران اور ہندوستان تک بیٹھی ہوئی تھی، کیوں کہ اُس کے جنگی بیڑے ہندوستان پر بھی حملہ آور ہوئے تھے۔ ہرمز کی مدد کے لیے شاہِ ایران نے مزید ایک لاکھ فوجی بھیج دیے، جب کہ اسلامی لشکر صرف تیرہ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ یہاں حضرت خالدؓ نے ایک اور جنگی حکمتِ عملی اپنائی اور سب سے پہلے خود میدانِ جنگ میں گئے۔ اپنے گھوڑے کو ہرمز کے خیمے کے پاس کھڑا کر کے اُسے مقابلے کی دعوت دی۔ وہ باہر نکلا، دونوں میں دو بدو لڑائی ہوئی اور پھر حضرت خالدؓ نے اُسے زمین پر گرا دیا اور اُس کے سینے پر سوار ہو کر سرتن سے جدا کر دیا۔ یہ سب اتنا اچانک اور تیزی سے ہوا کہ ایرانی فوج بدحواس ہو کر بھاگ نکلی۔ اس جنگ میں بہت زیادہ مالِ غنیمت اور ہیرے جواہرات مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ حضرت خالدؓ نے عراق میں دو سال قیام کیا۔ فوج اور سامانِ حرب کی قلّت کے باوجود، ان دو برسوں میں 15 جنگیں لڑیں اور سرزمینِ عراق کو دشمنوں سے پاک کر دیا۔

جنگِ یرموک

حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں لڑی جانے والی اس جنگ میں رومی جرنیل، ہامان 2 لاکھ، 40 ہزار کا لشکر لے کر میدان میں اُترا، جب کہ مجاہدین کی تعداد 40 ہزار تھی۔ مسلمان نہایت جم کر لڑے اور فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں ایک لاکھ، تیس ہزار رومی مارے گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگ احد سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک جتنی جنگیں لڑیں ان کی تعداد 41 ہے اور ان جنگوں میں آپ نے ایک جنگ بھی نہیں ہاری۔ خالدؓ بن ولید کی کمان میں مسلمانوں نے اس قدر جنگوں میں فتح حاصل کی کہ مسلمانوں میں یہ تاثر پھیل گیا کہ ہماری فتوحات صرف خالدؓ بن ولید کی وجہ سے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو ہم شاید جنگوں میں ہار جائیں، اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصے کے لیے خالدؓ بن ولید کو کمانڈر کے عہدے سے معزول کر دیا تھا۔

بستر علالت:-

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب بستر علالت پر تھے تو آپ نے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا "میں نے ان گنت جنگوں میں حصہ لیا۔ کئی بار اپنے آپ کو ایسے خطروں میں ڈالا کہ جان بچانا مشکل نظر آتا تھا لیکن شہادت کی تمنا پوری نہ ہوئی۔ میرے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں تلوار، تیر یا نیزے کے زخم کا نشان نہ ہو۔ لیکن افسوس! موت نے مجھے بستر پر آ دبوچا۔ میدان کارزار میں شہادت نصیب نہ ہوئی۔"

اس پر لوگوں نے ان کو یہ کہا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے آپ کو" سیف اللہ" یعنی" اللہ کی تلوار" کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ آپ اگر کسی کافر کے ہاتھ سے مارے جاتے تو اس کا مطلب تھا کہ ایک دشمن خدا نے اللہ کی تلوار کو توڑ ڈالا..... جو ناممکن تھا"۔ یہ سن کر آپ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا۔

علماء کرام اس کی وجہ یہی بتاتے ہیں کہ "انہیں چونکہ سیف اللہ کا لقب دیا گیا تھا اس لیے انہیں میدان جنگ میں شہادت نصیب نہیں ہو سکی کیونکہ کسی کو مجال نہیں کہ اللہ کی تلوار کو شکست دے سکے"۔ زندگی بھر خالدؓ بن ولید کے ہاتھ میں تلوار کا دستہ رہا اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔

وفات:-

مشہور روایت کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے برطرف ہونے کے بعد عمرہ انجام دیا۔ پھر حمص میں گوشہ نشین ہو گئے۔ وفات کے وقت آپ کے پاس ایک گھوڑا، غلام اور اسلحہ تھا- آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا- [ابن سعد، ج ۷، ص ۳۹۷- طبری، ج ۴، ص ۱۴۴، ۱۶۰- ابن کثیر، ج ۴، جزء ۷، ص ۱۲۰)

18 رمضان المبارک 21 ہجری میں شام کے شہر حمص میں وفات پا گئے- وفات کے وقت آپ کی عمر 60 برس تھی- (ذہبی، ۱۰۱۴۰۹۱۴، حوادث ۱۱ھ ۴۰ھ، ص ۲۳۲) آپ کی قبر "مسجد جامع خالد بن ولید" (حمص) میں واقع ہے-

حضرت خالد بن ولیدؓ کے انتقال کی خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو ہر گھر میں کہرام مچ گیا۔ حضرت عمرؓ بہت رنجیدہ ہوئے اور اہل مدینہ کو سوگ منانے کی اجازت دے دی۔

جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبر میں اتارا جا رہا تھا تو لوگوں نے یہ دیکھا کہ آپؓ کا گھوڑا "اشکر" جس پر بیٹھ کے آپؓ نے تمام جنگیں لڑیں تھیں، وہ بھی آنسو بہا رہا تھا۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

★★★★★★★★★★★★★★★★

اہل صُفہ

صفہ کا محل وقوع

1۔ حضرت قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جب قبلہ بیت المقدس سے بدل کر خانہ کعبہ کو بنا دیا گیا تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے حکم کے مطابق شمالی دیوار پر ایک چھت ڈال کر اس چھت دار حصہ کو ''صفہ'' کا نام دے دیا گیا۔

2۔ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے قبلہ شمال میں تھا۔جب اسے تبدیل کیا گیا تو قبلہ اول کی دیوار باقی رہی اور وہی صفہ والوں کے لیے قیام گاہ قرار پائی۔(وفاء الوفا)

3۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں صفہ مسجد نبوی کے پچھلے حصہ میں اس جگہ کا نام ہے جس کو سایہ دار بنا دیا گیا تھا۔تاکہ دور دراز سے آنے والے وہ مہمان جن کا مدینہ میں کوئی رشتہ دار نہ ہو یا کوئی ٹھکانہ نہ ہو وہ بھی یہاں قیام کر سکیں۔(فتح الباری 6-295)

مقام صفہ پر وہ صحابہ کرامؓ جو آپؐ کی صحبت میں رہ کر دین حاصل کرنا چاہتے تھے۔اپنا قیام رکھا کرتے تھے۔

مسجد نبوی کے صحن کے اندر ہی ایک چبوترا بنایا گیا تھا۔جس پر سائبان ڈال دیا گیا تھا۔اس چبوترے پر وہ غریب الوطن،غیر شادی شدہ اور بے گھر لوگ پڑے رہتے تھے جنھوں نے اپنی زندگیاں اسلامی تعلیم وتربیت کے لیے وقف کر دی تھی۔یہ لوگ جنگل سے لکڑیاں لا کر بیچتے۔۔۔محنت مزدوری کرتے۔۔۔دوسرے مسلمانوں کی مدد کرتے۔ان کا زیادہ تر وقت عبادت،تلاوت قرآن پاک اور رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی صحبت اور معیت میں گزرتا۔ارشادات وفرمودات نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) سے سنتے،انہیں محفوظ رکھتے،دوسروں تک پہنچاتے-ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے-

رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے اس اگر کہیں سے صدقے کا کھانا آتا تو اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے-جب دعوت کا کھانا آتا تو انہیں بلا لیتے-ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے-ان کے لئے ایک الگ معلم مقرر کیا جس کے پاس جا کر پڑھتے-اسی بنا پر ان میں سے اکثر قاری کہلائے-دعوت اسلام کے لئے اگر کسی کو بھیجنا ہوتا تو یہ لوگ بھی بھیجے جاتے-

اصحاب صفہ کی تعداد

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اصحاب صفہ کی تعداد عام حالات میں ستر کے آس پاس رہا کرتی تھی۔البتہ کبھی کسی رفیق صفہ کو سفر پیش آ جاتا یا کوئی اپنا گھر بسا لیتا یا کسی کے زندگی کے دن پورے ہو جاتے اور وہ اللہ کو پیارا ہو جاتا تو یہ تعداد ستر سے کم ہو جاتی تھی۔لیکن بعض اوقات نئے مہمانوں کی آمد سے یہ تعداد ستر سے تجاوز کر جاتی تھی۔بعض اوقات سو کا عدد بھی پار کر جاتی تھی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے ستر اصحاب صفہ کو اس طرح دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک کو ایک جبہ بھی نصیب نہیں تھا۔بس ایک لنگی یا چادر ہوتی جسے وہ اپنی گردن میں باندھ لیتے کسی کی چادر ٹخنوں تک پہنچ جاتی تھی تو کسی کی نیم پنڈی تک ہی رہ جاتی تھی اور اس کو اپنے ہاتھ سے سمیٹے رہتے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے''-(صحیح بخاری)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں جن لوگوں کو حضرت ابو ہریرہؓ نے دیکھا وہ ان 70 کے علاوہ تھے جن کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے اسلام کی دعوت کے لیے'' بیر معونہ'' میں بھیجا تھا۔یہ لوگ بھی اصحاب صفہ ہی سے تھے۔مگر حضرت ابو ہریرہؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے شہادت سے سرفراز ہو چکے تھے۔(رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے چالیس یا ستر صحابہ کرام کو ''نجد'' بیر معونہ میں بھیجا تھا کہ وہاں جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔یہ قافلہ جب بیر معونہ پر اترا (جو بنو عامر کی زمین اور بنو سلیم کے علاقے کے درمیان واقع ہے-) تو بنو سلیم کے قبیلوں نے ان کو قتل کر دیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمۡوَاتًا (سورۃ آل عمران آیت نمبر 169)

ترجمہ:''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو''(تاریخ طبری 545/2, 550)

علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں ابو عبدالرحمن سلمیؒ نے اصحاب صفہ کی پوری تاریخ جمع کر دی ہے۔جن کی تعداد چھ،سات سو کے قریب ہے لیکن اتنی بڑی تعداد بیک وقت صفہ میں کبھی نہیں رہی۔ہمیشہ ان کی تعداد ستر کے آس پاس ہی رہی ہے۔کوئی غزوہ میں چلا جاتا،کسی کو سفر درپیش ہو جاتا،کوئی گھر بسا لیتا اور ایسے مواقع پر ان لوگوں کو صفہ کو خیر آباد کہنا پڑتا۔(مجموع فتاوی شیخ الاسلام 81/1)

مشہور اصحاب صفہؓ کے اسمائے گرامی

حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت ابوذر غفاریؓ،حضرت کعب بن مالکؓ انصاری،حضرت سلمان فارسیؓ،حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ حضرت حارثہ بن النعمانؓ،حضرت حذیفہ بن الیمانؓ،حضرت عبداللہ بن مسعودؓ،حضرت صہیب بن سنان رومیؓ،حضرت سالم مولیٰ بن ابی حذیفہؓ،حضرت بلال بن رباحؓ،حضرت سعد بن مالک ابوسعید خدریؓ۔

اصحاب صفہؓ کے مشاغل

اصحاب صفہؓ کا سارا وقت تحصیل علم دین اور خدائے واحد کی عبادت میں گزرتا تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ ان کے ساتھ بیٹھتے۔ان کو تعلیم دیتے اور ان کے ساتھ لطف ومحبت کا معاملہ فرماتے ان کی ضروریات خود بھی پوری فرماتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی تاکید فرماتے۔صحابہ کرامؓ ان کو اپنے گھروں میں لے جاتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے،نیز کھجور کے خوشے مسجد کی چھت میں لٹکا جاتے اور یہ لوگ حسب ضرورت ان سے اپنا پیٹ بھرتے۔اصحاب صفہؓ دیگر صحابہؓ کی طرح جہاد میں بھی شرکت فرماتے تھے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ان کو دعوت تبلیغ کے مشن پر روانہ فرماتے اور جو لوگ صفہ میں مقیم رہتے وہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے احادیث سن کر یاد کرلیا کرتے تھے۔ان میں سب سے زیادہ حضرت ابو ہریرہؓ کو حفظ حدیث میں شہرت حاصل ہوئی وہ خود فرماتے ہیں۔

ترجمہ:"تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے جبکہ دیگر مہاجرین وانصار اس کثرت سے احادیث بیان نہیں کرتے (تو سنو) میرے مہاجر بھائیوں کا معاملہ یہ ہے کہ بازاروں میں اپنے تجارتی کاروبار میں مشغول رہتے ہیں اور میں گزارہ بھر روزی پر قناعت کر کے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ساتھ لگا رہتا ہوں۔جب وہ لوگ غائب ہوتے ہیں تو اس وقت میں حاضر رہتا ہوں اور جب وہ لوگ بھول جاتے ہیں تو میں یاد رکھتا ہوں اور میرے انصاری بھائیوں کا یہ حال ہے کہ انہیں کھیتی باڑی ہی سے کم فرصت ملتی ہے اور میں صفہ کا ایک مسکین آدمی ہوں۔جہاں وہ لوگ نسیان کا شکار ہوتے ہیں وہاں میرا حافظہ کامیاب رہتا ہے۔حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا"جب تک میرا وعظ جاری ہے اس وقت تک جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے رکھے گا اور وعظ ختم ہونے پر اس کپڑے کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائے گا اس کو میری بات یاد ہو کر رہے گی۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے اپنی دھاری دار چادر کو پھیلا لیا تاوقت کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنا وعظ پورا فرمایا تو میں نے اس چادر کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگایا بس اسی دن سے آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کا وہ وعظ میں آج تک نہیں بھولا"۔(صحیح بخاری،کتاب البیوع)

حضرت امام مالک بن انسؓ فرماتے ہیں"ایک دن ابو طلحہؓ آئے دیکھا کہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کھڑے اصحاب صفہؓ کو قرآن کریم پڑھا رہے ہیں اور بھوک کی وجہ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیٹ پر پتھر کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا ہے۔تاکہ اس کے سہارے آپ خاتم النبیین ﷺ کی کمر سیدھی رہے۔قرآن کریم کو سمجھنا،اس کو سیکھنا،خوش الحانی کے ساتھ اس کی تلاوت کرنا اور اس کا ورد کرنا ان اصحاب صفہؓ کا شوق اور یہی ان کا مشغلہ تھا۔(حلیۃ الاولیا 342,1)

حضرت عبادہ بن صامت انصاریؓ بھی اصحاب صفہؓ کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔

اصحاب صفہؓ کا فقر وفاقہ

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ "بسا اوقات اصحاب صفہؓ بھوک کی شدت سے حالت نماز میں بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے۔باہر سے اگر کوئی اعرابی اور بدو آتا تو ان کو دیوانہ اور مجنون سمجھتا"۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ "میں بھی اصحاب صفہ میں سے تھا۔ہم میں سے کسی کے پاس ایک کپڑا بھی پورا نہ تھا۔پسینہ کی وجہ سے جسم پر میل کچیل جما رہتا تھا"

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ "اصحاب صفہ فقیر تھے۔رسول کریم (خاتم النبیین ﷺ) ان کو صحابہ کرامؓ پر تقسیم فرمادیتے کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ایک کو اور جس کے پاس تین کا کھانا موجود ہو وہ چوتھا اصحاب صفہ اپنے ساتھ لے جائے یعنی وہ تین ایک اصحاب صفہ کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لے۔جب شام ہوتی تو رسول کریم (خاتم النبیین ﷺ) اصحاب صفہ کو صحابہ کرامؓ پر تقسیم فرمادیتے۔کوئی دو کو لے جاتا اور کوئی تین کو" ۔حضرت سعد بن عبادہ اسی اصحاب صفہؓ کو اپنے ہمراہ لے جاتے اور ان کو کھانا کھلاتے۔(حلیۃ الاولیاء 341،جلد 1)

اصحاب صفہؓ نے دین کی خاطر کیا کیا تکالیف نہیں اٹھائیں۔وطن کو خیر آباد کہا،اہل وعیال،عزیز واقربا سے رشتہ توڑا۔مال وجائیداد سے ہاتھ دھوئے اور بالکل خالی ہاتھ ایک چادر میں اپنی ستر چھپائے صفہ میں آکر دین کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب صفہؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ترجمہ:''خیرات ان فقیروں کے لیے ہے جو درویش ہیں جو اللہ کی راہ میں مقید ہو گئے ہیں وہ لوگ ملک میں کہیں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف ان کے سوال کے نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتے ہیں۔ البتہ آپ خاتم النبیین ﷺ ان کو ان کے طرز عمل سے پہچان لیتے ہیں۔ یہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے (سورہ بقرہ آیت نمبر 273)

حضرت کعب بن قرظیؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جن کا مدینہ میں نہ کوئی مکان تھا نہ خاندان۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ان کو صدقہ خیرات کرنے کی ترغیب دی تھی (تقریب ترجمہ 6257)

علامہ سریؒ اور مجاہدؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ فقر و فاقہ کی سختیاں جھیلنے والا کوئی اور تھا ہی نہیں۔ یہی اصحابہ صفہ تھے۔ جو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں بے مال اور بے اہل وعیال آتے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کے قیام کے لیے صفہ تعمیر کروایا تھا۔ اس لیے ان کو اصحابہ صفہ کہا جاتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

ایک معجزہ ایک واقعہ

کیسے کیسے صبر آزما مراحل آئے اور فقر و فاقہ کے کیسے کیسے بدظن کر دینے والے موڑ آئے مگر ان اصحاب صفہؓ کے پائے ثبات میں تزلزل نہ آیا۔ بلکہ مزید استحکام ہی پیدا ہوا۔ ان سختیوں کا کچھ حال حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی سنیے جو خود بھی صفہ کے اہم رکن بلکہ صفہ کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ فرماتے ہیں ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں بھوک کی تکلیف سے کبھی زمین پر پیٹ کے بل پڑا رہتا تو کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے صحابہ کرام کی گزرگاہ پر میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ گزرے میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر میرے چہرے اور میری آواز سے میرے حال کا اندازہ کریں اور مجھے کچھ کھلا پلا کر میرا پیٹ بھریں لیکن ابو بکرؓ آگے بڑھ گئے اور کچھ نہ کہا۔ پھر حضرت عمرؓ کا وہاں سے گزر ہوا میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا جو درحقیقت میرا مقصد نہ تھا۔ میرا مقصد تو اپنا پیٹ بھرنا تھا لیکن وہ بھی نہ سمجھے اور مجھے میرے سوال کا جواب دے کر آگے بڑھ گئے۔ پھر ان کے بعد ابوالقاسم خاتم النبیین ﷺ گزرے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی تبسم فرمایا اور میرے چہرے کی زردی و پژمردگی کو پڑھ لیا اور میرے دل کی شکستگی کو تاڑ لیا۔ فرمایا "اے ابو ہریرہؓ" میں نے جواب دیا "لبیک یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ" فرمایا" میرے ساتھ آؤ"، پھر آپ خاتم النبیین ﷺ آگے آگے چلے اور میں پیچھے پیچھے تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور مجھے بھی بلا لیا۔ وہاں ایک پیالے میں مجھے دودھ نظر آیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا" یہ دودھ کہاں سے آیا ہے"؟ جواب ملا" فلاں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو ہدیہ کیا ہے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اے ابو ہریرہؓ" میں نے کہا" لبیک یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ"۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ نہ ان کے پاس مال تھا، نہ اہل وعیال نہ کوئی عزیز واقارب۔ جہاں وہ پناہ لے سکیں۔ یا جہاں سے ان کو کوئی امداد پہنچ سکے۔ جب آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس کوئی صدقے کا مال آتا تو آپ خاتم النبیین ﷺ تمام اصحاب صفہؓ کو بھیج دیتے اور آپ خاتم النبیین ﷺ خود اس میں سے بالکل تناول نہ فرماتے۔ لیکن جب ہدیہ (تحفہ) آتا تو اصحابہ صفہ کو بلواتے خود بھی تناول فرماتے اور اصحاب صفہؓ کو بھی شریک فرماتے تھے اور آج بھی جب ایسا ہی ہوا تو یہ بات مجھ پر بڑی شاق گزری۔ میں نے جی ہی جی میں کہا کہ اتنا سا دودھ تمام اہل صفہ کو کیا سیراب کرے گا؟ اس کا تو میں ہی زیادہ مستحق تھا۔ سارا میں پی لیتا تو میرے بدن کو کچھ توانائی مل جاتی۔ جب وہ لوگ آجائیں گے تو مجھ ہی کو حکم ہوگا کہ ان کو تم دودھ پلاؤ اگر ایسا ہوا تو کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ اس میں سے میرے حصے میں بھی کچھ آجائے گا۔ مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے سوا چارہ کہاں ہے؟ بحر کیف میں اصحاب صفہ کو بلا کر لے گیا۔ انہوں نے اجازت لی اور اندر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے مجھے ہی آواز دی اور فرمایا" اے ابو ہریرہ" میں نے کہا" لبیک یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ" آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" پیالہ اٹھاؤ اور ان کو پلاؤ"، ہر شخص میرے ہاتھ سے پیالہ لیتا خوب سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے واپس کر دیتا اور دودھ اس کا اتنے کا اتنا ہی رہتا۔ حتیٰ کہ تمام اہل صفہ نے اس دن خوب پیٹ بھر کر دودھ نوش فرمایا۔ جب تمام لوگ دودھ پی چکے تو وہ پیالہ جو دودھ سے اسی طرح بھرا ہوا تھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پیالے پر نظر کی اور تبسم فرمایا اور کہا" اے ابو ہریرہؓ" میں نے کہا" لبیک یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" بس اب ہم دونوں باقی ہیں"، میں نے کہا" جی ہاں اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ نے سچ فرمایا ہے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اب بیٹھ جاؤ، اب تم پیو" چنانچہ اب میں نے پینا شروع کیا۔ جب پی لیا میں نے پیالہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو واپس دینے کے لیے آپ خاتم النبیین ﷺ کی طرف بڑھایا، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اور پیو"، میں نے اور پیا۔ آپ خاتم

النبیین ﷺ بار بار فرماتے پیو، پیو اور پیو۔ یہاں تک کہ میں نے کہا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ بس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے اب بالکل گنجائش باقی نہیں رہی"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "لاؤ دکھلاؤ (کتنا دودھ بچا ہے)"میں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو پیالہ دے دیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر باقی ماندہ دودھ پی لیا‘‘۔ (صحیح بخاری)

مشترکہ کفالت

اسلام نے اپنے اصول اور ضابطے بنائے ہیں۔ جن میں باہمی کفالت اور مشترکہ ذمہ داری کی ضمانت موجود ہے۔ اگر معاشرے میں بعض افراد معذور اور مجبور ہیں اور اپنی کفالت آپ کرنے سے قاصر ہیں تو ایسے لوگوں کو اسلام نے بے سہارا نہیں چھوڑا ہے۔ بلکہ ان کی کفالت اور حاجت براری کی ذمہ داری معاشرے کے باثر افراد کے کندھوں پر ڈالی۔ جس کی وجہ سے اسلام میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا۔ جس میں غریبوں، حاجت مندوں، مظلوموں اور بے کسوں کو نہ صرف یہ کہ جینے کا حق حاصل ہوا بلکہ ان کے دکھ، درد کا مکمل مداوا بھی کر دیا گیا۔

صحابہ کرامؓ اسلامی معاشرے کا کامل ترین نمونہ تھے۔ جہاں نہ کوئی چھوٹا تھا نہ کوئی بڑا۔ ایک دکھ سب کا دکھ اور ایک خوشی سب کی خوشی تھی۔ اخلاص وایثار کا جو سمندر ان کے سینوں میں موجزن تھا وہ کب کسی نے دیکھا ہوگا؟ اسی معاشرہ کی ایک سچی تصویر پیش کرتے ہوئے محمد بن سیرینؒ (تابعی تھے) فرماتے ہیں

’’جب شام ہوتی تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اصحاب صفہؓ کو صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیتے، کوئی ایک آدمی کو لے جاتا، کوئی دو کو اور کوئی تین کو اسی طرح انہوں نے دس تک کا ذکر کیا اور حضرت سعد بن عبادہ تو کمال ہی کرتے تھے۔ روزآنہ شام کو اسی ((80 آدمیوں کو کھانا کھلاتے تھے"۔ (حلیۃ الاولیا جلد 1 صفحہ 341)

حضرت ابوذر غفاریؓ صحابہ کرامؓ کی ہمدردیوں کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں’’میں بھی صفہ والوں میں تھا۔ جب شام ہوتی تو ہم سب آپ خاتم النبیین ﷺ کے دروازے پر آ کر بیٹھ جاتے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ حکم فرماتے۔ صحابہ کرام ایک ایک آدمی کو اپنے اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاتے عموماً دس یا دس سے کچھ زیادہ باقی رہ جاتے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اپنے گھر سے کھانا لے کر آتے اور ہم لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ کھانا کھانے کا شرف حاصل کرتے۔ جب کھانے سے فراغت ہو جاتی تو آپ خاتم النبیین ﷺ فرماتے’’جاؤ مسجد میں سو جاؤ‘‘۔ (الجامع الاحکام القران 340/3)

ایک واقعہ

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ایک معجزہ بیان فرماتے ہیں کہ’’غربا کی ایک جماعت تھی جسے اصحاب صفہ کہا جاتا تھا۔ ایک شام کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحابہ صفہ میں سے تیسرے کو لے جائے۔ جس کے پاس تین آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحابہ صفہ میں سے چوتھے کو لے جائے۔ جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحابہ صفہ میں پانچویں بلکہ چھٹے کو بھی لے جائے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ تین آدمیوں کو لا کر گھر چھوڑ گئے اور آپ خاتم النبیین ﷺ دس آدمیوں کو لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس دن آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہاں ہی کھانا کھایا، کھانا کھانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ وہیں ٹھہرے رہے، عشاء کی نماز ادا کی، اس کے بعد رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو حضرت ابوبکرؓ مکان پر تشریف لائے، والدہ نے ان سے دریافت کیا آپ کہاں رک گئے تھے؟ (مہمان انتظار کر رہے تھے) انہوں نے بے ساختہ کہا ارے تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ والدہ نے کہا کہ کھانا تو بار بار پیش کیا گیا مگر وہ آپؓ کے انتظار میں انکار کرتے رہے اور ہمارے اصرار پر ان کا انکار ہی غالب رہا۔ صاحبزادے عبدالرحمن کہتے ہیں میں ڈر کے مارے ایک جگہ چھپ گیا۔ والد صاحب نے آواز دی او نادان اور بہت کچھ برا بھلا کہا۔ اس کے بعد مہمانوں سے فرمایا کہ آپ لوگ کھانا کھالیجے، بخدا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ لوگ جتنا لقمہ اٹھاتے اس سے زیادہ کھانا بڑھ جاتا۔ یہاں تک کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہ پہلے سے زیادہ موجود تھا۔ والد گرامی حضرت ابوبکرؓ نے بھی یہ دیکھ لیا اور میری والدہ کو آواز دی’’اے بنو فراس کی بہن آؤ اور تم بھی دیکھو انہوں نے کھانا دیکھا تو آپؓ کو دیکھتے ہوئے فرمایا میری آنکھوں کی ٹھنڈک یہ تو پہلے سے تین گناہ زیادہ ہے‘‘ یہ برکت دیکھ کر والد گرامی نے بھی ایک لقمہ اٹھایا اور کہا کہ میری وہ قسم بے موقعہ تھی (جسے توڑنا ضروری تھا) پھر والد گرامی وہ کھانا لے کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پاس پہنچے۔

ایک قوم سے ہمارا جنگ بندی کا معاہدہ ہوا تھا، جس کی مدت ختم ہو گئی تھی اور اب وہاں سے ایک عظیم وفد تجدید معاہدہ کے لیے آیا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے آپ کو وہ کھانا اسی طرح کھلایا کہ بارہ آدمیوں کو ذمہ دار بنایا اور ہر ذمہ دار کے ساتھ مہمانوں کی ایک کھیپ بھیجی گئی۔ یہ اللہ جانتا ہے کہ ایک

کھیپ میں کتنے لوگ تھے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ کل بارہ جماعتیں بھیجی گئیں اور سب نے اُسی کھانے میں سے کھایا (صحیح بخاری، کتاب المناقب 358:61)

کھجوروں کے خوشے

اصحابہ صفہؓ اسلام اور پیغمبر اسلام کے مہمان تھے۔ نیز باہر سے قبائل واقوام کے چھوٹے بڑے وفود کی آمد کا سلسلہ بھی دن بدن بڑھتا جارہا تھا۔ ان کی ضیافت اوران کی ضروریات کی تکمیل ایک مستقل مسئلہ تھا۔ مگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے جانثار صحابہ نے ضیافت کو ''سر دردی'' نہیں سمجھا۔ بلکہ سعادت کی معراج تصور کیا۔ ایک انصاری صحابی محمد بن مسلمہؓ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں ان مہمانوں کی ضیافت کے لیے ایک دو نکاتی پروگرام پیش کیا تھا۔

1۔ ان مہمانوں کو انصار کے گھروں میں تقسیم فرمادیا جائے۔

2۔ وقتی ضرورت کے لیے مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں کھجوروں کے خوشے لٹکا دیئے جائیں تا کہ بلا کسی تکلیف کے مہمانوں کو جب بھی ضرورت ہو ان کھجوروں کو اپنے استعمال میں لاسکیں۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان تجاویز کو منظور فرما کر محمد بن مسلمہؓ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ جب محمد بن مسلمہؓ نے مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس مہمانوں کی کثرت دیکھی تو آپ خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا کیوں نہیں آپ خاتم النبیین ﷺ ان مہمانوں کو انصار کے گھروں میں تقسیم کر دیتے؟ اور ہم مسجد نبوی کی ہر دیوار پر کھجور کے خوشے لٹکا دیں جو آنے والے وفود کے لیے سامان ضیافت ہو۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''بڑا نیک خیال ہے'' چنانچہ اس کے بعد جب محمد بن مسلمہؓ کے پاس کچھ نیا مال تیار ہوتا تو ایک گچھا لے کر مسجد نبوی میں آتے اور اسے دو ستونوں کے درمیان لٹکا دیا جاتا۔ یہ دیکھ کر دیگر صحابہ کرام بھی اچھے اچھے گچھے لا کر مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ کی دیواروں پر لٹکانے لگے اور جب کھانے کے وقت بیس یا کچھ زیادہ آدمی جمع ہوجاتے تو حضرت معاذؓ لکڑی سے مار مار کر کھجوریں گراتے اور اصحابہ صفہ باری باری آتے اور شکم سیر ہو کر واپس جاتے (اخبار مدینۃ الرسول صفحہ 88)

یہ صحابی محمد بن مسلمہؓ جنھوں نے مندرجہ بالا دونوں تجاویز پیش کیں اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کی تجاویز کو پسند فرمایا۔ یہ محمد بن مسلمہ بن خزرج انصاری حارثیؓ ہیں۔ جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جن تین جان باز صحابہ نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تھا ان میں ایک یہ بھی شامل تھے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے بعض غزوات کے مواقع پر مدینہ میں ان کو اپنی جانشینی کا شرف بھی عطا فرمایا تھا۔ ''فارس رسول خاتم النبیین ﷺ'' یعنی شہسوار رسول خاتم النبیین ﷺ کے لقب سے مشہور تھے۔ مدینہ ہی میں 42 یا 43ھ میں ستر سال کی عمر میں وفات پائی (المعارف 296، تہذیب 454/9)

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کھجور کے باغات تھے، ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کھجور کے اچھے اچھے گچھے لا کر مسجد میں لٹکا دیا کرتا تھا۔ اصحاب صفہ کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے جب انہیں بھوک ستاتی تو کوئی لکڑی لے کر آتے اور ان گچھوں پر مارتے اچھی اور پکی پکی کھجوریں نیچے گرتیں اور یہ لوگ کھا کر اپنا پیٹ بھر لیا کرتے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہیں خیر کے کاموں میں زیادہ رغبت نہ تھی۔ وہ ردی اور کچی کھجوریں لا کر لٹکا دیا کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (سورہ بقرہ آیت نمبر 267)

ترجمہ: ''اے ایمان والو نیک کام میں خرچ کیا کرو اپنی کمائی میں سے عمدہ چیز کو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین میں سے پیدا کیا ہے۔ اور ردی چیز میں سے خرچ کرنے کی طرف نیت بھی نہ لایا کرو۔ حالانکہ (اگر تم کو ردی مال دیا جائے تو) تم بھی ردی مال نہیں لیتے مگر چشم پوشی کر کے نظریں بچا کر لے لو تو اور بات ہے) اور یہ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ اللہ ہی ہر طرح تعریف کے لائق ہیں''۔ اس کے بعد وہ لوگ بھی اچھی اچھی کھجوریں لانے لگے (تفسیر ابن کثیر 568/1)

براء بن عازب بن عدی مدنی صحابیؓ ہیں۔ جنگ بدر میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں کیا تھا۔ یہ کوفہ میں فوت ہوئے اور وہیں پر دفن کئے گئے (ترغیب التہذیب 426/1 معارف ص 326)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اہل صفہ کی ایک جماعت کو کسی بات پر سرزنش کی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تک یہ خبر پہنچ گئی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا ''اے ابوبکرؓ شاید تم نے ان کو ناراض کرلیا ہے۔ اگر تم نے ان لوگوں کو ناراض کرلیا ہے تو جان لو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلیا ہے''۔ یہ سن کو حضرت ابوبکر صدیقؓ اہل صفہ کے پاس گئے اور ان سے کہا "مجھے معاف کردو شاید میں نے تم کو ناراض کر دیا ہے"۔ انہوں نے کہا ''اے ابوبکرؓ نہیں اللہ تعالیٰ آپؓ کو معاف فرمائے''۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر غفاریؓ کا اصل نام جندب اور کنیت ابوذر تھی۔ آپؓ غفاری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام جنادہ بن الواقعہ تھا اور والدہ کا نام ربیعہ غفاری تھا۔

قبیلہ غفار :-

مکہ مکرمہ سے شام و فلسطین کی طرف جاتے ہوئے بدر کے مقام کے قریب جہاں پر معرکہ بدر ہوا تھا ایک قبیلہ بنو غفار آباد تھا۔ اُس قبیلہ کے جد اعلیٰ غفار بن ضمیر تھے جو کہ کنانی النسل عرب تھے۔ (المغازی) قبیلہ غفار جس شاہراہ پر بسا ہوا تھا۔ وہاں سے اکثر تجارتی قافلے عرب کی پیداوار سے لدے ہوئے ہزاروں اونٹ لے کر شام کی طرف جاتے تھے۔ اسلام سے قبل جاہلیت کے دور میں بعض عرب قبائل کا پیشہ لوٹ مار اور غارت گری تھا۔ انہیں قبائل میں قبیلہ غفار کے لوگ بھی تھے۔ قبیلہ غفار کے ڈاکوؤں کی ایک جماعت ایسی تھی کہ جو صبح کے اندھیرے میں مختلف قبائل پر تاک کر چھاپے مارتی، چراگاہوں پر دھاوے کر کے ان کے اونٹوں کو ہنکا لاتی تھی۔ (طبقات ابن سعد، صحاح)

حضرت ابوذرؓ بھی ان لوٹ کھسوٹ اور غارت گردی کرنے والے لوگوں میں شامل تھے۔ پھر ایک روز ان کی کایا پلٹ گئی۔ قتل و غارت گردی میں عورتوں اور بچوں کی دردناک چیخوں نے قیامت کا سماں باندھ دیا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرز اٹھے۔ آپ پر آپ کی اصل فطرت غالب آگئی اور قبائلی برے اثرات جو طبعی نہ تھے زائل ہو گئے۔ اپنی ظالمانہ حرکتوں پر سخت نادم ہوئے۔ اس دن سے راہ زنی سے توبہ کر لی اور ہمیشہ کے لئے لوٹ مار کا پیشہ چھوڑ دیا۔

اُس زمانے میں لوگ دیویوں اور دیوتاؤں کو پوجتے تھے۔ بتوں کو انہوں نے محض سفارش اور شفاعت کا درجہ دے رکھا تھا۔ اپنی معمولی حاجات یا صرف دنیاوی ضروریات کو بتوں کے سامنے پیش کرتے جبکہ اپنے اہم دنیاوی اور اخروی معاملات میں صرف اللہ سے رجوع کرتے تھے۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کو سرے سے بھلا نہیں دیا تھا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ بھی اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا معبود مانتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد عاقبت کے خوف سے لرز گئے۔ مخلوق خدا پر توڑے ہوئے مظالم کے کفارے میں اپنی عمر کا باقی حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارنے کا فیصلہ کیا تاکہ گذشتہ لوٹ کھسوٹ اور غارت گری کا کفارہ ہو جائے۔ آپؓ فرماتے "میں رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی زیارت سے مشرف ہونے سے تین سال پہلے سے نمازیں پڑھتا تھا"۔ (طبقات ابن سعد۔ صحیح مسلم)

راوی نے پوچھا" آپ کس کی نماز پڑھتے تھے"؟ فرمایا "اللہ" یعنی اللہ کے لیے۔ راوی نے پوچھا" آپ کس رخ نماز پڑھتے تھے"؟ فرمایا" جدھر اللہ تعالیٰ جھکا دیتے"۔ اس بارے میں خود بیان فرماتے ہیں کہ "رات کی نماز کے لیے کھڑا ہوتا (اور کھڑا رہتا) یہاں تک کہ جب پچھلی رات بھی ختم ہونے کے قریب ہوتی تو اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیتا اور اس طرح پڑا رہتا ہوں گویا کوئی کپڑا ہے یہاں تک کہ مجھ پر دھوپ پڑنے لگتی"۔ (تو پھر میں اٹھ جاتا) (صحیح مسلم۔ طبقات ابن سعد)

یہ وہ زمانہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ملت ابراہیم کے اتمام و احیاء کے لیے خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس کا انتخاب کر چکی تھی۔ حراء کا واقعہ، نزول وحی اور بعثت کے واقعات گزر چکے تھے۔ گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا تھا۔ اس زمانے میں مکہ معظّمہ سے کوئی مسافر حضرت ابوذر غفاریؓ کے پڑاؤ کی طرف سے گزرا۔ گفتگو سے اسے معلوم ہوا کہ آپ بھی ایک خدا کو مانتے ہیں۔ اس نے کہا" جو کچھ تم کہتے ہو مکہ کا ایک شخص بھی ایک خدا کا داعی ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ پیغمبر ہے۔ اسے آسمان سے وحی آتی ہے"۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوذر غفاریؓ نے بے چینی سے پوچھا" اس کا اصلی وطن کہاں ہے؟ وہ کس قبیلے کا آدمی ہے؟ مکہ کے کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے"؟ راہ گیر نے حضرت ابوذر غفاریؓ سارا نشان و پتہ بتا دیا۔ (صحیح مسلم۔ طبقات ابن سعد)

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے متعلق حضرت ابوذرؓ نے جو کچھ سنا۔ اس کے بعد ان کے اندر ایک ہلچل سی مچ گئی۔ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) سے عقیدت والفت کا ایک پیکر اس سمندر تھا جو حضرت ابوذر غفاریؓ کے سراپے میں موجزن ہو گیا تھا۔

آپ کے بھائی انیس شاعر تھے۔ کسی شاعر سے مقابلہ کرنے کے لیے مکہ جا رہے تھے۔ حضرت ابوذرؓ نے اپنے بھائی سے کہا" میرے لیے یہ کرتے آنا کہ جو اپنے آپ کو نبی

کہتا ہے اور کہتا ہے کہ آسمان سے اس کے پاس خبریں آتی ہیں اس کے حالات دریافت کرنا۔ سننا کہ وہ کیا کہتا ہے"۔(بخاری شریف)

حضرت انیس کے واپس آنے تک کا انتظار حضرت ابوذرؓ پر بہت گراں گزرا۔ انتظار کی گھڑیاں گزارے نہ کٹتی تھیں۔ آخر حضرت انیس مکہ سے واپس آ گئے۔ حضرت ابوذرؓ نے فوراً پوچھا" تم نے اتنی دیر کیوں لگائی"؟ انہوں نے جواب دیا" اس آدمی سے ملنے میں دیر ہوگئی"۔ حضرت ابوذرؓ نے فوراً پوچھا" تم نے اسے کیسا پایا"؟" اس کا طریقہ وہی ہے جو آپ کا ہے۔ وہ اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ برائی سے منع کرتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ اپنے آپ کو رسول گمان کرتا ہے"۔(طبقات ابن سعد) حضرت ابوذرؓ نے پوچھا" مکہ والے ان کو کیسا آدمی سمجھتے ہیں"؟ انیس نے کہا" کوئی اسے شاعر کہتا ہے کوئی کاہن کہتا ہے۔ مگر میں نے ایک اچھے اشعار کے اوزان پر اس کے شعروں کو خوب جانچا ہے۔ شاعر تو وہ یقیناً نہیں ہے۔ رہا کاہن تو میں سینکڑوں کاہنوں سے بھی ملا ہوں، ان کی باتیں سنی ہیں لیکن اس شخص کے کلام کو ان کی گفتگو سے کوئی واسطہ نہیں۔ قسم خدا کی وہ سب کے سب جھوٹے ہیں۔ یقیناً یہ شخص سچا ہے"۔(طبقات ابن سعد۔ صحاح) حضرت ابوذرؓ نے پوچھا" وہ کیا کہتے ہیں"؟ حضرت انیس نے کہا" وہ تو بڑی عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں"۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا" انیس اب تم گھر رہو۔ میں جاتا ہوں تا کہ میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کون ہیں"؟(طبقات ابن سعد)

محمد بن اسماعیل بخاریؒ اور محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ راوی ہیں کہ" حضرت ابوذر غفاریؓ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ آپؓ کی پیٹھ پر ایک چھوٹی سیاہ مشک پانی سے بھری ہوئی اور زنبیل میں تھوڑے سے مقل کے دانے تھے۔ (صاحب تاج العروس لکھتے ہیں کہ مقل کھجوروں سے مشابہ ہوتا ہے۔ غیاث کا کہنا ہے کہ یہ بیروں کے مشابہ ہوتا ہے۔) آپ تلاش محبوب میں تن تنہا حجاز کے ریگستانوں کو طے کرتے ہوئے مکہ پہنچ گئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بہت جلد کسی سے دریافت کرکے آستانہ نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچ سکتے تھے لیکن طبع غیور کو یہ گوارا نہ تھا کہ اس احسان کو (جس سے گرانبار احسان ممکن نہ تھا) بت پرستوں کے وسیلے سے سر پر رکھا جائے"۔
صحیح بخاری میں ہے کہ" نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خود ڈھونڈ ا مگر اس کو ناپسند کیا کہ کسی سے پوچھیں"۔(مسلم، طبقات ابن سعد)

آپ مکہ میں گھومتے رہے۔ بھوک ستاتی تو زم زم کے چند گھونٹ پی لیتے۔ حرم میں ایک مفلوک الحال آدمی داخل ہوا۔ آپ اس کے قریب پہنچے اور کہا" جس کو تم لوگ صابی کہتے ہو وہ کہاں رہتا ہے"؟ اس شخص نے ایک بھیانک چیخ ماری اور کہا" ھنداصابی"۔ اس کافر کی آواز صاعقہ ابر کی طرح حرم میں گونجی۔ پھر جو حشر ہوا حضرت ابوذرؓ کی زبانی سنیے۔

" ڈھیلے اور ہڈیاں اٹھائے مکہ والے مجھ پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ میں چکرا کر گر گیا"۔(طبقات ابن سعد۔ صحیح مسلم) " پھر میں اٹھ گیا تو گویا میں ایک سرخ بت (یعنی خون میں لت پت) تھا۔ اسی وقت زم زم پر آیا، پانی پیا اور خون کو دھویا"۔(طبقات ابن سعد)

اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خاموشی سے تلاش جاری رکھی۔ انہی دنوں حضرت علیؓ کا گزر حرم کے اس حصہ میں ہوا جہاں ابوذرؓ تھے۔ مسافر سمجھ کر گھر لے آئے۔ رات حضرت علیؓ کے گھر میں گزاری۔ کسی قسم کی کوئی بات نہ بتائی۔ دوسرے دن پھر حرم میں جا بیٹھے۔ دوسرے دن مغرب کے بعد حضرت علیؓ نے دیکھا کہ مسافر اب تک موجود ہے۔ حضرت علیؓ پھر آپ کو گھر لے آئے۔ گھر پہنچ کر حضرت علیؓ سے جو ہو سکا مہمان نوازی کی۔ آج حضرت علیؓ سے نہ رہا گیا۔ کھانے کے بعد پوچھا" کس ضرورت سے آئے ہو"؟ دل بھر آیا۔۔۔ پیمانہ صبر چھلک پڑا۔ بولے" اگر عہد کرتے ہو تو میں بتاؤں گا"؟ حضرت علیؓ نے عہد کیا تو حضرت ابوذر غفاریؓ کہنے لگے" میں نے سنا ہے کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے میں نبی ہوں۔ میں نے اپنے بھائی کو دریافت حال کے لیے بھیجا تھا لیکن اس نے کچھ تسلی بخش خبر مجھے نہیں سنائی۔ آخر میں خود اس شخص سے ملنے کے لئے آیا ہوں"۔(طبقات ابن سعد) اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" یہ بالکل سچ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ صبح کو میرے ساتھ چلنا۔۔۔ راستے میں کوئی ایسا واقعہ نظر آئے (مثلاً کوئی کافر سامنے آجائے) کہ جس سے معلوم ہو تو میں بیٹھ جاؤں گا اور اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا۔ پھر جدھر میں جاؤں چلے جانا۔ حتیٰ کہ جہاں داخل ہو جاؤں تم بھی وہاں داخل ہو جانا"۔(بخاری شریف)

صبح ہوئی دونوں چلے۔۔۔ کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چادر اوڑھے ایک چبوترے پر آرام فرماتے تھے۔ حضرت ابوذر بے تابانہ دوڑ پڑے اور سلام عرض کیا۔ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پاس بٹھا لیا اور فرمایا" کس قبیلے کے آدمی ہو"؟ آپؐ نے فرمایا" قبیلہ غفار سے ہوں"۔ یہ سنتے ہی حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سر پکڑ لیا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تعجب ہوا کہ غفار تو راہزنی کرتے ہیں۔ پھر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مستعجب ہو کر اپنی نگاہ ان پر ڈالی۔ کیونکہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غفاریوں کے حالات سے واقف تھے۔(طبقات ابن سعد، جلد چہارم، ص 164)

اس معنی خیز خاموشی کو توڑتے ہوئے حضرت ابوذرؓ نے کہا" آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں مجھے سنایئے"۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" میں نہیں کہتا خدا فرماتا ہے"۔حضرت ابوذرؓ نے کہا" وہی سنایئے"۔حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قرآن پاک کی ایک سورت تلاوت فرمائی جسے سن کر حضرت ابوذرؓ بڑے متاثر ہوئے۔عرض کیا" آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں"۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا" اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے۔مکہ معظّمہ میں اس وقت مسلمانوں کی کل تعداد 5 تھی۔حضرت ابوذرؓ پانچویں مسلمان تھے۔(اکمال،ص594)

حضرت ابوذر غفاری سے رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" ابوذر! اس معاملے کو پوشیدہ رکھنا"۔اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو واپس ان کے قبیلے میں جانے کو کہا۔لیکن حضرت ابوذرؓ نے عرض کی" حضور میں نہیں جا سکتا جب تک کلمہ اسلام کے ساتھ مسجد حرام میں جا کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہ کر دوں۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں ان کافروں کے درمیان جا کر چیخوں گا"۔حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے رخصت ہوئے اور مسجد حرام میں پہنچے۔اس وقت قریش کا ایک مجمع وہاں موجود تھا۔ان کے سامنے جا کر گرج کر نعرہ لگایا" اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ"

یہ سننا تھا کہ کافر آپ پر ٹوٹ پڑے۔آپ کو لہولہان کر دیا۔اتنے میں حضرت عباسؓ کا گزر وہاں سے ہوا۔انھوں نے قریش سے کہا" ارے یہ کیا کر رہے ہو؟ انہیں پہچانتے نہیں یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔جدھر سے تمہارے شامی تاجروں کا راستہ ہے"۔لوگوں نے ہاتھ روک لیے۔حضرت ابوذر غفاریؓ کھڑے ہوئے---آب زم زم پی کر خون صاف کیا اور حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔وہاں پر حضرت ابوبکرؓ بھی تشریف فرما تھے۔انہوں نے پوچھا" کب سے یہاں پر ہو"؟ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا" کئی دنوں سے"۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا" کھانا کہاں سے کھاتے ہو"؟ کہا" بس آب زم زم پی لیتا ہوں"۔حضرت ابوبکرؓ نے حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت لی اور حضرت ابوذرؓ کو اپنے گھر لے گئے۔وہاں جا کر آپ کو طائف کے کچھ منقے پیش کیے۔حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ" یہ سب سے پہلا کھانا تھا جو مجھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں نصیب ہوا"۔(صحیح مسلم) اس کے بعد حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے۔

مکہ سے روانگی:-

حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" میں کھجوروں والی سرزمین کی طرف متوجہ کیا گیا ہوں اور میں اسے یثرب (مدینہ طیبہ) کے علاوہ اور کسی شہر کو خیال نہیں کرتا۔تو کیا تم اپنی قوم کو میری طرف سے تبلیغ کر سکتے ہو؟ ممکن ہے اللہ تعالیٰ سے انہیں نفع پہنچے اور تمہیں اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے"۔

حضرت ابوذرؓ تیار ہو گئے۔پھر کہا" میں اپنے گھر جاتا ہوں اور انتظار کرتا رہوں گا کہ کب جنگ کا حکم دیا جاتا ہے۔چنانچہ اسی وقت آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملوں گا"۔اس کے بعد حضرت ابوذرؓ مکہ سے روانہ ہو کر اپنے بھائی اور والدہ کے پاس پہنچے۔سارے واقعات بیان کیے اور وہ دونوں بھی مسلمان ہو گئے اور کہا کہ" اب تم اپنے قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراؤ"۔آپ دعوت وتبلیغ میں لگ گئے۔آپ نے اپنے قبیلے کو دعوت اسلام دی۔اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حق وصداقت کی کشش سے سارا قبیلہ ہی مسلمان ہو گیا۔قریب ہی آپ کا حلیف قبیلہ اسلم آباد تھا۔آپ نے اس قبیلے سے رجوع کیا۔دعوت اسلام دی یہ سارا قبیلہ بھی مسلمان ہو گیا۔

پھر جب حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ روانہ ہوئے تو حضرت ابوذرؓ سے ان کے قبیلے والوں نے اور قبیلہ اسلم کے لوگوں نے درخواست کی" ہم مدینہ جا کر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دیدار کرنا چاہتے ہیں"۔

پانچ ہجری کے ابتدائی مہینے تھے۔قبیلہ غفار اور قبیلہ اسلم کی معیت میں مبلغ اسلام حضرت ابوذرؓ مدینہ پہنچے تو حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دیدار اقدس سے ان کی آنکھوں بلکہ ان کی جانوں کو نوازتے ہوئے فرمایا" اللہ تعالیٰ غفار کی مغفرت کرے اور اسلم کو خدا سلامت رکھے"۔(صحاح مسند)

اس کے بعد حضرت ابوذر غفاریؓ نے اتنی مضبوطی سے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دامن تھام لیا کہ پھر کبھی الگ نہ ہوئے۔

اصحاب صفہ میں شمولیت:-

حضرت ابوذر غفاریؓ نے اصحاب صفہ میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔دن رات مسجد نبوی میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑ لیا تھا۔رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عشاء کے بعد انہیں بلاتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیض ہی سے حضرت ابوذر غفاریؓ نے دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان پائے۔رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جو کچھ سنا محفوظ کر لیا۔۔۔پڑھا، لکھا، حفظ کیا۔۔۔حدیث حاصل کی اور حدیث کی روایت کی۔

آپؓ بڑے محدثین میں سے تھے۔زہد وعبادت میں رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی پوری پوری پیروی کرتے تھے۔لہذا آپ مشہور ترین زاہد ہوئے۔حضرت ابوذر غفاریؓ کا شمار حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے خدام میں بھی ہوتا ہے۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی صحبت میں بے حد خوش ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت سے فارغ ہو کر مسجد نبوی میں سونے کے لیے آئے اور دن بھر کے تھکے ہوئے تھے آتے ہیں سو گئے تھوڑی دیر کے بعد آپ (خاتم النبیین ﷺ) مسجد نبوی میں آئے۔آپؐ کو انگوٹھے کے اشارے سے اٹھایا۔حضرت ابوذرؓ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔

آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "ابوذرؓ!اس وقت کیا کرو گے جب اس مسجد سے نکالے جاؤ گے"؟ حضرت ابوذرؓ دربار رسالت میں بڑے شوخ تھے۔بولے "اپنی تلوار سونت لوں گا اور جو مجھے یہاں سے نکالے گا اس کی گردن اڑا دوں گا"۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ہاتھ اٹھایا اور دعا فرمائی "اے اللہ!ابوذرؓ کی مغفرت فرما"۔اس کے بعد حضرت ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "ابوذر!ایسا نہ کرنا۔جو بھی تجھ پر حاکم ہو اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔۔۔اس کے ناک،کان اُکھڑے ہوئے کیوں نہ ہوں اگر وہ حق پر ہو تو اس کی اطاعت کرنا"۔حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا" اور اگر وہ حق پر نہ ہو تو میرے آقا"؟ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" تو اس کی کوئی اطاعت نہیں۔اطاعت صرف معروف کی ہے---اطاعت صرف معروف کی ہے"۔(مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابوذر غفاریؓ کو رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے بہت سے اسرار بتائے تھے۔جب آپ سے کوئی کچھ پوچھتا تو فرماتے" آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے جو اسرار بتائے ہیں اگر وہ پوچھتے ہو تو نہیں بتاؤں گا اس کے علاوہ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو"۔(مسند احمد بن حنبل)

جب کبھی کسی حدیث کا ذکر فرماتے تو اس طرح فرماتے:-

1- میرے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی ہے" چاشت کی نماز کی،وتر سونے سے پہلے پڑھ لیا کرو اور ہر ماہ میں تین روزے رکھنے کی"۔(مسند احمد بن حنبل۔مطبوعہ مصر)

2- میرے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) نے مجھے (اور) پانچ باتوں کی وصیت کی ہے"مسکینوں پر مہربانی کرو اور انہیں کے ساتھ نشست برخاست رکھو،ہمیشہ اپنے سے ابتر حال والوں کو دیکھو،رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو،سچ بولو اگرچہ تلخ کیوں نہ ہو اور کہتے رہو کہ گناہوں سے باز نہیں رہ سکتا اور نہ فرمانبرداری پر قادر ہو سکتا ہوں مگر صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے"۔(مسند احمد)

غزوات:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خندق کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ماہ رجب 9 ہجری میں رومیوں سے مقابلے کے لئے لشکر اسلام آگے بڑھا۔راستے میں ابوذرؓ کا اونٹ سست ہو گیا،کوشش کے باوجود آگے نہ بڑھا۔رفتار سست ہی رہی۔آپ نے اونٹ کو وہیں چھوڑا،سامان اپنی پیٹھ پر رکھا اور لشکر اسلام کے پیچھے چلتے رہے۔کافی مسافت کے بعد ایک جگہ قیام کیا۔کسی نے کہا " یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! کوئی شخص پیدل تنہا چلا آ رہا ہے"۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" ابوذرؓ ہوگا" لوگوں نے غور سے دیکھا اور کہا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)!خدا کی قسم ابوذرؓ ہیں"۔حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" خدا ابوذر پر رحم کرے وہ تنہا چلے گا،تنہا مرے گا اور تنہا ہی اٹھایا جائے گا"۔(سیرت النبی مرتبہ ابن ہشام جلد دوم)

اس کے بعد رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) ان کی طرف بڑھے پھر فرمایا" اے ابوذرؓ! اللہ نے تیرے ہر قدم کے بدلے تیرا ایک گناہ معاف کر دیا"۔رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے سامان ان کی پشت سے اتروایا۔بھوک،پیاس اور تھکن سے غش کھا کر گر پڑے۔پھر پانی طلب کیا اور پانی پیا۔

حضرت ابوذرؓ چونکہ اصحاب صفہ میں شامل تھے زیادہ تر وقت صحبت رسول (خاتم النبیین ﷺ) میں گزرتا۔ایک شخص آیا اور پوچھا" ابوذرؓ تیرا سامان کہاں ہے"؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا" ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم اپنا اچھا اچھا سامان جمع کرتے رہتے ہیں"۔پھر اس شخص نے کہا" مگر یہاں بھی تو سامان کی ضرورت ہے"؟ حضرت ابوذرؓ نے فوراً کہا" پھر تو وہ گھر والا ہمیں یہاں نہیں رہنے دے گا"؟ اس شخص نے کہا" کیا یہ بات تجھے دنیا میں حصہ لینے سے روکتی ہے"؟ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا" رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" تعجب ہے اس شخص پر جو ہمیشگی کے گھر کی تصدیق کرتا ہے پھر بھی تیاری دھوکے کے گھر کی کرتا ہے"۔وہ شخص چلا گیا۔

حضرت ابوذرؓ مسجد میں آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس جا بیٹھے۔رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اے ابوذرؓ! مسجد کے لیے بھی سلام ہے اور مسجد کا سلام یہ ہے کہ جب داخل ہو تو دو رکعت ادا کرو۔جاؤ پڑھ آؤ"۔حضرت ابوذرؓ گئے۔نماز پڑھ کر پھر آ بیٹھے۔موقع کو غنیمت جانا عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم

النبیین ﷺ) نماز کیا ہے"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" بہترین چیز ہے کم ہو یا زیادہ"۔ پوچھا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) سب سے بہترین عمل کیا ہے"؟" ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ"۔" کون سا مسلمان سب سے بڑا مسلمان ہے"؟" جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سالم رہیں"۔" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کون سی ہجرت سب سے افضل ہے"؟" گناہوں کا ترک کرنا"۔" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کون سی نماز بہتر ہے"؟" طویل قنوت والی نماز"۔" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) روزہ کیا ہے"؟" ایک فرض ہے جس پر جزا ملے گی اور اللہ کے ہاں بہت کچھ ملے گا"۔" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کون سا جہاد افضل ہے"؟" جس کا گھوڑا ذبح کر دیا گیا اور جس کا خون بہا دیا گیا"۔" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کونسے غلام بہتر ہیں"؟" جو سب سے گراں ہیں اور اللہ کے نزدیک اچھے"۔" کون سا صدقہ افضل ہے"؟" غریب آدمی کا صدقہ جو نادار کو دے"۔

ایک دن حضرت ابوذرؓ کو خیال گزرا کہ آج تو ہم آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیتے ہیں۔لیکن جنت میں کیا ہوگا؟ ہمارا وہاں جانا یا نہ جانا تو مشکوک ہے۔جنت کا حصول حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی اتباع کامل پر ہے اور ہم کب ایسے ہیں؟ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس حاضر ہوئے اور پوچھا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ایک آدمی جو کسی کو پیار کرتا ہے،اس سے محبت کرتا ہے لیکن اس میں استطاعت نہیں ہے کہ اپنے محبوب کی مانند تمام اعمال اور افعال کو بجالائے۔۔۔پھر اس کا قیامت میں کیا حال ہوگا"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) حضرت ابوذرؓ کے مقاصد کو پا گئے اور فرمایا" اے ابوذرؓ! تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے محبت کرتے ہو"۔

حضرت ابوذر غفاریؓ آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے سوال کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے- وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) سے پوچھا" اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتابیں نازل فرمائیں اور کتنے صحیفے"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" 100 صحیفے اور چار کتابیں۔50 صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے 30 حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے 10 حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نازل ہوئے 10 حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے۔اس کے علاوہ چار کتابیں ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن مجید۔

1۔ توریت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔کتابی شکل میں پوری شریعت۔

2۔ زبور۔ توریت کا ضمیمہ تھی۔حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

3۔ انجیل۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

4۔قرآن پاک۔ حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) پر نازل ہوا"۔

میں نے پوچھا" حضرت ابراھیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا خاص بات تھی"؟ ارشاد فرمایا" وہ سب ضرب المثل تھی۔مثلاً ''او مسلط اور مغرور بادشاہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تو مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے اور تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے۔کیونکہ مظلوم کی فریاد کو میں رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔''

نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) جب اپنے صحابہ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تو ان کو نصیحت فرماتے "مظلوم کی بدعا سے بچنا اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب اور راستہ نہیں ہوتا"۔(جامع ترمذی) پھر فرمایا" ان تمام صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لیے ضروری ہے کہ جب تک وہ مغلوب العقل نہ ہو جائے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کرے۔

1۔ ایک حصے میں اپنے رب کی عبادت کرے۔

2۔ دوسرے حصے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ پورے دن میں کتنے اچھے کام کیے اور کتنے برے؟

3۔اور تیسرے حصے کو کسب حلال میں خرچ کرے"۔

عاقل پر ضروری ہے اپنے اوقات کی نگہبانی کرے اپنے حالات کی درستگی میں لگا رہے اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا ہے اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔عاقل کے لیے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے سوا سفر نہ کرے۔یا آخرت کا توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ جائز ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی"؟ ارشاد فرمایا" وہ سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً میں

تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو موت کا یقین ہو کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا ہے اور عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش ہو سکتا ہے؟۔میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جسکو موت کا یقین ہو اور وہ ہنستا ہے۔میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث تغیرات انقلاب کو ہر وقت دیکھتا ہے۔پھر اس دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے میں تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو تقدیر کا یقین ہو تو پھر رنج و مشکلات میں مبتلا ہے میں تعجب کرتا ہوں اس پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہو پھر نیک اعمال نہیں کرتا"۔حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کوئی نصیحت فرمائیے"۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے پہلے تقوی کی وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''یہ تمام امور کی بنیاد اور جڑ ہے''۔(احکامات خداوندی کی پابندی تقوی ہے)۔ ''میں نے کہا اور بھی اضافہ فرما دیں۔ارشاد فرمایا کہ "تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کیا کرو کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمانوں میں ذخیرہ''۔میں نے اور اضافہ چاہا تو فرمایا ''زیادہ ہنسی سے احتراز کیا کرو کہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے''۔یعنی ظاہر اور باطن کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔میں نے اور اضافے کی بات کی تو ارشاد فرمایا کہ ''جہاد کا اہتمام کیا کرو کہ میری امت کی رہبانیت یہی ہے''۔(السلسلۃ الصحیحۃ) (راہب وہ لوگ کہلاتے تھے جو دنیا سے تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاتے ہیں)۔میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد فرمایا ''فقراء اور مسکین کے ساتھ میل جول رکھا کرو اور ان کو دوست بنایا کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو''۔میں نے اور اضافہ چاہا تو فرمایا کہ ''اپنے سے کم درجہ والے پر نگاہ رکھو تاکہ شکر کی عادت ہو اپنے سے اوپر والے کو مت دیکھو ایسا نہ ہو اللہ تعالی کی نعمتیں جو تجھ پر نہیں تجھے ان پر حسرت ہو''۔

میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد فرمایا۔''تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور ان عیوب پر اطلاع کی کوشش نہ کر جن میں تو خود مبتلا ہے۔

تجھے عیب لگانے کے لیے یہ کافی ہے۔کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہوں۔اور تو ان سے بے خبر ہے اور لوگوں سے ایسی باتیں پکڑے جن کو تو خود کرتا

پھرے''۔پھر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا دست شفقت میرے سینے پر مار کر ارشاد فرمایا:

''اے ابوذرؓ ''حسن تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کے برابر کوئی تقوی نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں۔'' (مشکوۃ المصابیح)

حضرت ابوذرؓ انتہائی کم پر قناعت کرنے والے صحابی تھے۔آپؓ کے زہد اور تقوی کو دیکھ کر غرباء اور فقراء آپ کے بہت معتقد ہو گئے تھے۔جبکہ آپ ایک بلند پایہ محدث بھی تھے اور فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے۔

ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے اور اردگرد لوگ جمع تھے۔ایک شخص بولا" کاش میں نبی کو دیکھتا"۔حضرت ابوذرؓ نے فرمایا" رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری امت میں (مجھ سے) سب سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ ہوں گے۔جو میرے بعد آئیں گے اور کہیں گے " کاش ہم سول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھتے، چاہتے۔۔۔ہماری اولاد اور مال چھن جاتا"۔

اسی اثنا میں حضرت ابوذرؓ نے جو نظر اٹھائی تو ایک اجنبی کو دیکھا۔پوچھا" تم کون ہو"؟ اس نے جواب دیا" نافع طائی"۔" کہاں کے رہنے والے ہو"؟ اس نے کہا" عراق"۔پھر اس نے پوچھا" کیا آپ حاکم بصرہ عبداللہ بن عامر کو جانتے ہیں"؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا" ہاں وہ میرے ساتھ رہتا تھا اور پڑھتا تھا۔پھر وہ امارت و ریاست کا طالب بن گیا۔جب تم بصرہ جاؤ تو اس سے کہنا۔میں ابوذر کا فرستادہ ہوں۔اس نے تمہیں سلام کہا ہے اور کہا ہے،ہم کھجور کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور اس طرح زندہ ہیں جیسے تم زندہ ہو"

نافع طائی بصرہ پہنچا اور حاکم بصرہ عبداللہ بن عامر کے پاس گیا۔عبداللہ نے آنے کی وجہ معلوم کی۔نافع نے کہا" میں شام گیا تھا۔ابوذر سے ملا انہوں نے مجھے آپ کے نام ایک پیغام بھیجا ہے"۔جو ہی عبداللہ بن عمر نے ابوذر غفاریؓ کا نام سنا تو دل خشوع اور خضوع سے بھر گیا۔نافع کو اندر بلایا۔نافع نے آتے ہی کہا" حضرت ابوذرؓ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور کہا ہے'' میں کھجوریں کھاتا ہوں، پانی پیتا ہوں اور تیری طرح زندہ ہوں"۔عبداللہ بن عمر نے یہ پیغام سنا اور زار و قطار رونے لگے۔اتنا روئے کہ دامن تر ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا" مجھ سے میرے محبوب حضرت محمد مصطفی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا" اے ابوذرؓ! سمجھو اس کو جو میں کہتا ہوں۔قطعاً'' ایک بکری جو کسی مسلمان کو حاصل ہو یہ اُس سے بہتر ہے کہ اُحد کے برابر اُس کے پاس سونا ہو اور پھر اپنے بعد اُس کو چھوڑ جائے"۔(مسند احمد)

نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ آنے کے بعد انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ کروایا۔حضرت عبدالرحمنؓ نے اپنے انصاری بھائی سے کہا" میرے پاس کچھ پنیر ہے۔مجھے بازار کا راستہ بتائیے تاکہ میں گزر بسر کا انتظام کر لوں"۔انصاری بھائی نے انھیں ایک باغ کی پیشکش کی لیکن وہ نہ مانے۔بازار جا کر تجارت

شروع کی۔ پھر اللہ تعالی نے ان کے مال میں اتنی برکت دی کے سامان تجارت اونٹوں پر آنے جانے لگا۔

ایک مرتبہ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا" عبدالرحمن! تم میری امت کے غنی لوگوں میں سے ہو لیکن جنت میں گھسٹ گھسٹ کر جاؤ گے۔ صدقہ کیا کرو کہ تمہارے پاؤں کھل جائیں"۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے یہ سن کر فرمایا" کیا میں اپنا تمام مال صدقہ کر دوں"؟ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منع فرمایا اور فرمایا" رشتہ داروں، بیواؤں، پڑوسیوں اور یتیموں پر خرچ کرو"۔ یعنی زیادہ مال، پاک مال کمانے پر مالداری کی کیفیت بھی بتا دی اور تمام مال صدقہ کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اور بتا بھی دیا کہ مال کیسے وبال بننے سے رک جاتا ہے۔

نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پردہ فرمانے کے بعد جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وفات ہوئی تو بعض صحابہ کرامؓ نے کہا" ہم کو عبدالرحمنؓ پر بہت خوف ہے کہ انہوں نے کیا کچھ نہیں چھوڑا"۔ (یعنی بہت کچھ تھوڑا) حضرت کعبؓ نے فرمایا" سبحان اللہ! عبدالرحمنؓ کے مال سے کیا خوف؟ مال طیب کمایا، طیب مال خرچ کیا اور طیب مال چھوڑ گئے"۔

یہ بات حضرت ابوذر غفاریؓ کو کسی نے جا کر بتادی کہ حضرت کعبؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ کے مال چھوڑنے پر یہ کہا ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے یہ سنا اور پیچ و تاب کھاتے ہوئے ان کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ راستے میں سے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی رسی اٹھائی اور ان کو ڈھونڈنے کے لئے اِدھر اُدھر گئے۔

جب حضرت کعب الاخبارؓ کو معلوم ہوا کہ آپؓ ان کو تلاش کر رہے ہیں تو وہ چھپ کر حضرت عثمان غنیؓ کے گھر چلے گئے۔ حضرت ابوذرؓ کو معلوم ہو گیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے گھر پر ہیں۔ حضرت ابوذرؓ حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر حضرت کعبؓ حضرت عثمانؓ کے پیچھے چھپ گئے۔ حضرت ابوذرؓ نے انہیں دیکھ لیا اور کہا کہ" او یہودی بچے! یہ تیرا قول ہے کہ عبدالرحمنؓ نے جو مال چھوڑا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ سن نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک روز جبل احد کی طرف نکلے۔ میں ان کے ہمراہ تھا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ کو پکارا اور کہا" اے ابوذرؓ!" میں نے جواب دیا" لبیک یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)"۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا" اے ابوذرؓ! بہت مال والے قیامت کے دن کم مایہ ہوں گے۔ (یعنی خسارے میں ہوں گے) مگر جس نے ایسے اور ایسے کیا (اپنے دائیں ہاتھ، بائیں ہاتھ، آگے اور پیچھے سے دیا) مگر ایسے لوگ کم ہیں"۔

پھر آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" اے ابوذرؓ!" میں نے کہا" لبیک یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)"۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا" اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر خزانہ ہو اور اس کو میں اللہ کی راہ میں خرچ کروں۔ لیکن مرنے کے دن اگر اس میں سے میرے پاس دو جو کے برابر بھی رہے گا تو مجھے اچھا معلوم نہ ہوگا"۔ میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دو ڈھیر جو کے جو بچ رہیں گے"؟ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" ابوذر دو جو بچ رہیں گے"۔ پھر فرمایا" میں کم کہہ رہا ہوں تو زیادہ کہہ رہا ہے"۔ اور تو یہودی بچے عبدالرحمنؓ کے مال چھوڑنے پر مضائقہ نہیں بتا رہا۔ تو بھی جھوٹا ہے اور جو اس بات کو اچھا جانے گا وہ بھی جھوٹا ہے"۔ اس کے جواب میں حضرت کعبؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔۔۔ پھر حضرت ابوذرؓ غصے میں باہر نکل گئے۔

شام کو روانگی:۔

مدینہ طیبہ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے جسے جبل سلع کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوذرؓ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ" جب مدینہ کی آبادی جبل سلع تک پہنچ جائے تو شام کی طرف کوچ کر جانا"۔ (یعنی جب مدینہ منورہ کی عمارات سلع پہاڑ کے برابر اونچائی تک پہنچ جائیں) اور کہا" میں گمان نہیں رکھتا کہ تمہارے حکام تمہیں اس حال پر چھوڑیں گے"۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا" یا رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو لوگ میرے اور آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کے درمیان حائل ہوں گے کیا میں ان سے جنگ نہ کروں"؟ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" نہیں ان کی سمع و اطاعت کرنا اگرچہ حبشی غلام ہی تمہارا حاکم ہو"۔

شام میں بھی آپ نے تبلیغ میں زہد پر بے حد زور دیا۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کو کھانے پر بلایا۔ طرح طرح کے کھانے دیکھ کر آپ نے فرمایا" میں تو ہفتہ میں دو سیر گیہوں کھاتا ہوں۔ اب تم صبح شام زرق برق لباس پہنتے ہو۔ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں تو تم ایسے نہیں تھے"۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا" آپ غریبوں کو امیروں کے خلاف بھڑکاتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا" نہیں میں انہیں ذخیرہ اندوزی سے منع کرتا ہوں۔ میں انہیں عذاب جہنم کی خوشخبری دیتا رہوں گا"۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے اٹھ آئے۔ ایک شخص نے کہا" تم نے امیر کو ناراض کر دیا ہے"۔ آپ نے کہا" امیر کو ناراض کرنا اللہ تعالی کو ناراض کرنے سے

بہتر ہے"۔(طبری کامل)

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ "ابوذرؓ نے لوگوں کو تنگ کر رکھا ہے۔بھلا اب لوگ ویسی زندگی کیسے گزار سکتے ہیں جیسی یہ لوگ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی حیات مبارکہ میں گزارا کرتے تھے"؟

مدینہ میں آمد:۔

حضرت عثمان غنیؓ نے ایک خاص قاصد کے ہاتھ حضرت ابوذر غفاریؓ کے پاس حکم بھیجا کہ فوراً مدینہ چلے آیئے۔حضرت ابوذر غفاریؓ نے حکم پاتے ہی اطاعت کی اور مدینہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ان کے جانے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی بیوی اور بیٹی دونوں کو آرام اور حفاظت سے مدینہ منورہ ان کے پاس بھیج دیا۔کچھ عرصہ بعد ابن سبا کے ٹولے نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے دل میں بدگمانی پیدا کردی۔حضرت ابوذرؓ نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ (ابن سبا کے لوگ) جو حضرت عثمانؓ کے خلاف ہیں وہ حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوذرؓ کے ان لوگوں کے ساتھ ملوث ہونے کے بارے میں جھوٹ بتاتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کچھ بدگمان ہوگئے ہیں۔حضرت ابوذرؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان کی بدگمانی دور کی اور کہا"اللہ کی قسم!نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں اور نہ ہی میں جانتا ہوں کہ وہ کون لوگ ہیں"؟

فتنہ وفساد سے ابوذرؓ کی لاتعلقی اور برات کے لیے یہ الفاظ خصوصاً جبکہ وہ قسم کے ساتھ ہوں کافی تھے۔حضرت عثمانؓ کو پورا یقین آ گیا۔

مدینہ سے رخصتی:۔

حضرت ابوذر غفاریؓ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی بدگمانی دور کرنے کے بعد جب وہاں سے نکلے تو یہ فیصلہ کرلیا کہ اب مدینہ منورہ سے رخصت ہونا ضروری ہے۔

حضرت المسیب سے روایت ہے کہ "حضرت ابوذرؓ کا اخراج عمل میں نہیں آیا۔(یعنی وہ مدینے سے نکالے نہیں گئے تھے) بلکہ حضرت ابوذرؓ نے ربذہ میں رہنے کی خود خواہش ظاہر کی"۔اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے کہا"اگر تم یہی چاہتے ہو تو پھر مدینہ کے کسی ناحیہ میں چلے جاؤ تاکہ قریب رہو"۔اس پر آپؓ نے فرمایا"مجھے اجازت دی جائے تاکہ میں ربذہ چلا جاؤں"۔حضرت عثمانؓ نے کہا"اچھا آپ وہاں جاسکتے ہیں۔میں بیت المال سے کچھ اونٹوں کو دودھ کے لئے آپ کے پاس بھیج دوں گا"۔لیکن حضرت ابوذرؓ نے یہ قبول نہ کیا اور حضرت عثمانؓ سے رخصت ہوکر ربذہ چلے گئے۔

اس زمانے میں ربذہ کا عامل ایک حبشی غلام مجاشع تھے۔جس طرح دنیاوی معاملات ان کے سپرد تھے۔جمعہ جماعات کا تعلق بھی انہی سے تھا۔حضرت ابوذرؓ یہاں آکر سکونت فرما ہوئے تو آپؓ بھی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔جب جماعت کھڑی ہوگئی تو مجاشع بوجہ اپنے غلام ہونے اور شرف صحابیت سے محروم ہونے کے آگے بڑھنے سے رکے۔حضرت ابوذرؓ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا" آگے بڑھو جس طرح پہلے نماز پڑھاتے تھے اب بھی پڑھاؤ"۔پھر فرمایا"مجھے سمع واطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔مجھے رسول خدا (خاتم النبیین ﷺ) نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر حبشی غلام بھی مجھ پر امیر بنایا جائے تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کی باتیں سنوں اور اس کی فرمانبرداری کروں"۔

وصال مبارک:۔

32ہجری کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ ربذہ کے بیابان میں بیمار ہوگئے۔اور بیماری میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔۔۔حج کے ایام آگئے اور خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عثمانؓ حج کے لئے مکہ روانہ ہوگئے ہیں۔حضرت ابوذرؓ بیماری کی وجہ سے حج پر نہ جاسکے۔ربذہ خالی ہوگیا۔۔۔دن گزرتے گئے،ایک دن آپ کی بیوی آپ کی بیماری اور بے سروسامانی کی وجہ سے رونے لگیں۔آپؓ نے فرمایا" فکر نہ کرو۔میں ایک روز ایک جماعت کے ساتھ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے پاس تھا۔اس وقت حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا تھا" تم لوگوں میں سے ایک شخص ویرانے میں وفات پائے گا جس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہوگی"۔اور میرے علاوہ تمام لوگ وفات پا چکے ہیں۔اب صرف میں اکیلا ہی اس بیابان میں وفات پا رہا ہوں۔تم راستے پر بیٹھ جاؤ۔ضرور مسلمانوں کی ایک جماعت اس طرف آرہی ہوگی۔بیوی نے کہا"حج کرکے لوگ واپس لوٹ گئے۔اب اس بیابان میں کون آئے گا"؟لیکن اس کے بعد آپ کی بیوی آپ کے ارشاد کے مطابق راستے پر کھڑی ہوگئیں۔زوجہ محترمہ کو بھیجنے کے بعد اپنی بیٹی سے کہا"میری بیٹی فوراً ایک بکری ذبح کرکے گوشت چولہے پر چڑھادو۔گھر میں مہمان آنے والے ہیں۔جب وہ مجھے

دفن کرلیں توتم ان سے کہنا کہ ابوذر نے آپ کو اللہ کی قسم دی ہے کہ جب تک کھانا کھالیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں"۔پھر آپؓ نے کہا"مہمانوں کی ایک اور جماعت بھی آرہی ہے۔۔جو کھاتی پیتی نہیں۔۔۔خوشبو سونگھتی ہے۔ایک نافہ مشک کا پڑا ہوا ہے اس کو گھس کر پانی میں ملاؤ اور سارے خیمے میں چھڑک دو وہ بہت جلد آنے والے ہیں"

۔

آپ کی بیوی نے تھوڑے سے انتظار کے بعد اونٹوں کا ایک مختصر سا قافلہ آتا ہوا دیکھا۔قافلے کے افراد نے سڑک پر تنہا کھڑی ہوئی عورت کے قریب آ کر اونٹوں کی نکیلیں ڈھیلی کردیں اور پوچھا" آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں"؟انہوں نے جواب دیا"اے مسلمانوں ایک اللہ کا بندہ مررہا ہے۔اس کے کفن کا سامان انتظام کردو---اللہ کے ہاں اجر پاؤگے"۔پوچھا"وہ کون شخص ہے"؟جواب دیا"رسول اللہ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کے صحابی ابوذرؓ"۔یہ سن کر سب کے اوسان خطا ہوگئے۔یکدم اونٹوں سے اتر پڑے اور دیوانہ دار بولے"ابوذرؓ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔۔۔ہمارے ماں باپ آپ پر قربان"۔

حضرت ابوذرؓ پر اس وقت نزع کا عالم تھا۔ان لوگوں کو دیکھ کر فرمایا" تم لوگوں کو خوشخبری ہو تمہارے بارے میں رسول پاک(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)سنا گئے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت میرے کفن دفن میں شریک ہوگی"۔اس کے بعد فرمایا"اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو میں اس میں کفن دیا جاتا اور میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم میں سے جو بھی مجھے کفن دے کسی صوبے کا حاکم نہ ہو،نہ حکومتی عہدہ دار ہو اور نہ کوئی قاصد یا نقیب ہو"۔

یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ یہ تمام اسی قسم کے لوگ تھے صرف ایک انصاری جوان نے کہا" مجھ میں ایسی تمام مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہیں میں آپ کو کفن دوں گا۔اس چادر میں اور 2 کپڑے مزید میرے تھیلے میں رکھے ہیں جو میری والدہ نے اپنے ہاتھ سے بنے ہیں"۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا"ہاں تم میری مرضی کے مطابق ہو۔بس مجھے انہی کپڑوں میں کفنانا"۔پھر مجھ سے فرمایا" مجھے غسل دے کر کفن پہنا کر راستے کے کنارے رکھ دینا اور دیکھتے رہنا۔سب سے پہلے سواروں کی جو جماعت گزرے گی اس کو روک کر کہنا"لوگو!یہ رسول اللہ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کے صحابی ابوذر ہیں---ان کے دفن میں تم لوگ مدد کرو"۔

آپ کی وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا گیا-تھوڑی دیر کے بعد کوفہ سے استاد المسلمین،معلم الامت،فقیہہ اسلام حضرت ابن مسعودؓ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ایک جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستے سے تشریف لے آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے راستے پر جنازہ رکھا ہوا دیکھا تو آپ نے اپنے اونٹ کو روک لیا-ان کی تقلید میں بقایا لوگوں نے بھی اپنے اپنے اونٹوں کو لگام دی اور سب اونٹوں سے اتر پڑے-پوچھا"یہ کس کا جنازہ ہے"؟لوگوں نے کہا"یہ رسول اللہ(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کے صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ کا جنازہ ہے-ان کے دفن میں ہم لوگوں کی مدد کیجئے"-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سنتے ہی ایک چیخ ماری اور بے اختیار رونے لگے اور عالم وارفتگی میں گرفتار ہوگئے -پھر فرمایا"میرے دوست!میرے بھائی!مبارک ہو تم کو رسول پاک(خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)نے سچ فرمایا تھا"ابوذر!اکیلا ہی چلتا ہے،اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا"-

اس کے بعد نماز جنازہ ہوا اور آپ کو دفن کردیا گیا-نماز جنازہ اور دفن سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقا کے ساتھ باچشم تر خیمہ میں آئے- آپ کی بیوی اور بیٹی کو تسلی دی---ان کو اپنے ساتھ لیا اور مکہ لے گئے-اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کردیا"-(مسند احمد-طبقات ابن سعد-الاستیعاب،جلد4 صفحہ 83-کامل اثیر 51 جلد سوئم-سیرت النبی ابن ہشام)

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ

نام ونسب :-

نام عمیر،کنیت ابوہریرہ، اصل خاندانی نام عبدشمس تھا-قبول اسلام کے بعد نبی کریم ﷺ نے " عمیر " نام رکھا،کنیت کی وجہ بیان کرتے ہیں" حضرت ابوہرہؓ نے ایک" ہرہ" بلی پال رکھی تھی،شب میں اس کوایک درخت میں رکھتے تھے،اورصبح کوجب بکریاں چرانے جاتے توساتھ لے لیتے اوراس کے ساتھ کھیلتے،لوگوں نے یہ غیرمعمولی دلچسپی دیکھی تو مجھ کو" ابوہریرہ" کہنے لگے"-(ترمذی،مناقب ابی ہریرہ)یہ قبیلہ دوس یمن میں آبادتھا۔

بچپن سے جوانی تک :-

حضرت ابوہرہؓ ہجرت نبوی سے تقریباً چوبیس برس پہلے اپنے وطن میں پیدا ہوئے۔حضرت ابوہریرہؓ اپنے وطن ہی میں پلے بڑھے اوراپنی زندگی کا پہلاتیس سالہ دور وہیں گذارا،وہ بچپن ہی میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے اوران کی والدہ نے نہایت عسرت وافلاس کے عالم میں ان کی پرورش کی-اہل سیر نے ان کے بچپن کے حالات بہت کم بیان کئے ہیں-صرف یہ معلوم ہواہے کووہ اپنے وطن میں بکریاں چرایا کرتے تھے،روزانہ بکریاں جنگل میں لے جاتے اورشام تک انہیں چراتے رہتے تھے-قرائن سے معلوم ہوتاہے کہ اسی زمانے میں انہوں نے لکھنے میں کچھ شدبدحاصل کرلی تھی اورکبھی کوئی شعربھی موزوں کرلیتے تھے،اگرچہ وطن میں ان کی زندگی کا بیشتر حصہ افلاس کی حالت میں گذرا،لیکن ۶ ہجری کے اواخرمیں جب انہوں نے اپنے قبیلے کے ہمراہ وطن سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی وہ اس قابل ہوگئے تھے کہ ایک غلام رکھ سکیں۔

قبول اسلام سے پہلے :-

بچپن میں چونکہ والدمحترم کاسرسے سایہ اٹھ چکاتھا،اس لئے فقروافلاس بچپن سے ان کے ساتھی بن گئے تھے،بسرہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی کپڑوں پر ملازم تھے،اورخدمت یہ سپردتھی کہ جب وہ کہیں جانے لگتیں تو یہ پیادہ ننگے پاؤں اس کی سواری کے ساتھ چلتے اتفاق سے بعدمیں یہی عورت ان کے نکاح میں بھی آئی-(طبقات ابن سعد،مناقب ابی ہریرہ)

اسلام اورہجرت:-

حضرت ابوہریرہؓ کے ایک ہم قبیلہ طفیل بن عمردوسی ہجرت عظمی سے قبل مکہ میں ہی قرآن کے معجزانہ سحر سے مسحور ہوکر اسلام قبول کرنے کے بعدتبلیغ دین کے لئے یمن تشریف لاچکے تھے-طفیل بن عمردوسی ہی کی جدوجہداورکوششوں کے نتیجے میں دوس میں اسلام پھیلا اورغزوہ خیبر کے زمانہ میں یہ یمن کے انہیں خانوادوں کولے نبی کریم(خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت بابرکت میں مدینہ منورہ حاضرہوئے،اس وقت نبی کریم(خاتم النبیین ﷺ)خیبرمیں تشریف فرماتھے،اس لئے یہ لوگ براہ راست خیبر پہنچے-(طبقات ابن سعد:۱۱۷۵/۴)

بارگاہ رسالت سے وابستگی:-

قبول اسلام کے بعدحضرت ابوہریرہؓ اصحاب صفہ میں شامل ہوگئے۔انھیں دوسال تین ماہ(دوسری روایت:چارسال)آنحضور(خاتم النبیین ﷺ) کی مسلسل صحبت میں رہنے کاشرف حاصل ہوا-اس اثنا میں وہ آپ(خاتم النبیین ﷺ)سے جدانہ ہوئے اوردنیا سے کٹ کرمسجد نبوی میں مقیم رہے۔آپ(خاتم النبیین ﷺ)کی خدمت کرتے،مختلف مہمات اورسفروں میں آپ(خاتم النبیین ﷺ) کاساتھ دیا۔فتح مکہ میں آپ(خاتم النبیین ﷺ)کے ساتھ شریک ہوئے۔حضرت ابوہریرہ کاغیرمعمولی حافظہ ذخیرۂ احادیث جمع کرنے میں معاون ہوا-وہ نبی(خاتم النبیین ﷺ)سے سوال جواب بھی کرتے،جس کی عام اصحاب جرأت نہ کرتے تھے۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں"ایک دفعہ رسول اللہ(خاتم النبیین ﷺ)نے مجھے مارنے کے لیے درہ اٹھایا-کاش آپ(خاتم النبیین ﷺ) مجھے پیٹ ہی دیتے۔آپ(خاتم النبیین ﷺ)کی ایک ضرب مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی"۔کیونکہ آپ(خاتم النبیین ﷺ)کافرمان ہے"میں نے اللہ سے عہدلے رکھاہے کہ اگرکسی مسلمان کوایذادوں یاکوڑامازوں تویہ اس کے لیے روزقیامت تیرا قرب پانے کاذریعہ بن جائے"-(بخاری،رقم ۶۳۶۱۔مسلم،رقم ۶۷۸۸۔السنن الکبریٰ،بیہقی،رقم ۱۳۰۷۶۔ابن حبان،رقم ۶۵۱۵)۔

فاقہ کشی اور شاہانہ زندگی:۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "میں نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے چپکا رہتا، خمیری (عمدہ تازہ) روٹی کھاتا نہ ریشم پہنتا، خدمت کرنے کو کوئی غلام تھا نہ باندی۔ بھوک کی شدت ختم کرنے کے لیے پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتا۔ اہل صفہ کے مسکینوں کے ساتھ جعفر بن ابو طالب نے سب سے بڑھ کر بھلائی کی۔ وہ ہمیں ساتھ لے جاتے اور گھر میں موجود کھانا کھلاتے۔ یہ بھی ہوا کہ گھی کا خالی مشکیزہ اٹھا لائے تو ہم نے اسے پھاڑا اور چپکا ہوا گھی چاٹ لیا"۔ (بخاری، رقم ۵۴۳۲۔ طبقات ابن سعد)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں "میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ہے، ان میں سے کسی کے پاس بالائی چادر (شال) نہ تھی، فقط تہ بند ہوتا یا تن پر لپیٹنے والی چادر جن کو یہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے، کوئی آدھی پنڈلی تک آتی اور کوئی ٹخنے ڈھانپ لیتی۔ وہ اسے اس خوف سے ہاتھوں میں پکڑے رہتے کہ ان کی شرم گاہ نظر نہ آنے لگے"۔ (بخاری، رقم ۴۴۲۔ ابن خزیمہ، رقم ۷۶۴۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۴۳۰)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ایک بار مکہ میں بھوک سے نڈھال ہو کر منبر اور حجر اسود کے درمیان گر پڑا تو گزرنے والے کہتے "اسے جنون لاحق ہو گیا ہے"۔ مدینہ میں بھی معمول تھا کہ بھوک کی وجہ سے میں کلیجے کے بل زمین پر لیٹ جایا کرتا تھا یا بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک روز میں (بھوکا پیاسا) اس راستے میں بیٹھ گیا جہاں سے سب گزرتے تھے، ابو بکر گزرے تو ان سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ اس امید پر کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں گے۔ وہ کچھ کہے بغیر گزر گئے۔ عمر آئے تو ان سے بھی وہی سوال کیا۔ انھوں نے بھی ساتھ چلنے کو نہ کہا۔ ابوالقاسم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آئے، آپ نے میرے چہرے سے میرے دل کا حال جان کر فرمایا "ابو ہریرہ"! میں نے عرض کیا "لبیک، یا رسول اللہ"، فرمایا "میرے ساتھ چلو"۔ گھر پہنچ کر آپ نے اندر بلا لیا، وہاں دودھ کا ایک پیالہ پڑا تھا۔ فرمایا "باقی اصحاب صفہ کو بھی بلا لو"۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں "میں غم زدہ ہو گیا، مجھے امید تھی کہ اتنا دودھ پی کر دن اور رات گزار لوں گا، مگر اللہ و رسول کی اطاعت سے انکار نہ تھا"۔ اصحاب صفہ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا "ابو ہریرہ، انھیں دودھ پلاؤ"۔ میں پیالہ پکڑ کر ان میں سے ایک ایک کو دودھ دیتا گیا، آخری شخص کو دودھ دے کر پیالہ نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دست مبارک میں دے دیا۔ اب ہم دونوں ہی رہ گئے تھے۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے متبسم ہو کر فرمایا "بیٹھ کر پیو"۔ میں پی چکا تو فرمایا "اور پی لو"۔ میں نے مزید دودھ پیا تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مزید پینے کا حکم دیا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بار بار حکم کرنے پر میں نے عرض کیا "آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجنے والے اللہ کی قسم! اب مجھ میں مزید گنجایش نہیں"۔ فرمایا "پیالہ مجھے دے دو"۔ چنانچہ بچا ہوا دودھ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نوش فرما لیا"۔ (بخاری، رقم ۶۴۵۲۔ ترمذی، رقم ۲۴۷۷۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۳۸۶۶۔ ابن حبان، رقم ۶۵۳۵)

غزوۂ موتہ:۔

۸ھ: حضرت ابو ہریرہ غزوۂ موتہ میں شریک تھے۔ رومیوں کا اسلحہ، گھوڑے اور حریر و دیبا دیکھ کر ان کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں تو حضرت ثابت بن ارقم نے کہا "تم بدر میں ہمارے ساتھ ہوتے تو جان لیتے کہ ہم نے کثرت تعداد سے فتح نہ پائی تھی"۔

زکوٰۃ اور اذان کی ذمہ داری :۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں "مجھے رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رمضان میں حاصل ہونے والی زکوٰۃ کا نگران مقرر فرمایا۔ اچانک ایک شخص آیا اور لپالپ غلہ بھرنے لگا (دوسری روایت: کھجوریں کھانے لگا)۔ میں نے اسے پکڑ لیا تو کہنے لگا "میں بہت محتاج اور عیال دار ہوں"۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اگلے دن آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دریافت فرمایا "تمھارے قیدی کا کیا بنا"؟ میں نے بتایا "میں نے اس پر ترس کھا لیا"۔ فرمایا "اس نے تجھ سے جھوٹ بولا اور اب پھر آئے گا"۔ دوسرے دن وہ پھر آ کر غلہ (کھجوریں) اٹھانے لگا تو میں نے پکڑ لیا اور کہا "آج میں ضرور تجھے نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں پیش کروں گا" ۔اس نے التجا کی "بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے، اب کبھی نہ آؤں گا"۔ میں نے پھر اسے جانے دیا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے استفسار کیا تو بتایا "اس نے اپنے فقر اور عیال مندی کا اس طرح رونا رویا کہ مجھے رحم آ گیا"۔ فرمایا "اس نے دروغ گوئی کی، کل پھر آئے گا"۔ تیسری بار میں نے اسے غلہ سمیٹتے پکڑا اور نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جانے کا عزم کیا۔ اس نے کہا "مجھے چھوڑ دو، میں تجھے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن کے ذریعے سے اللہ تمھیں فائدہ دے گا"۔ اس نے آیت الکرسی سنائی اور کہا "رات کو پڑھ لیا کرنا، شیطان رات بھر تمھارے پاس نہ پھٹکے گا"۔ علی الصبح رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا "رات تمھارے قیدی نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا"؟ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قصہ سن کر فرمایا "اگرچہ وہ دروغ گو تھا، تاہم سچ بات کہی۔ تم جانتے ہو وہ کون تھا؟ وہ شیطان تھا"

-(بخاری، رقم ۲۳۱۱۔ احمد، رقم ۲۳۶۴۰۔ مستدرک حاکم، رقم ۲۰۶۸۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۶۵۱۳)۔

آنخضور (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت علاء بن حضرمی کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تو حضرت ابو ہریرہ کو موذن بنا کر ساتھ بھیجا۔

فتح مکہ:-

فتح مکہ کے موقع پر قریش نے مکہ کے اوباشوں کو جمع کر لیا۔ آنخضرت (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت ابو ہریرہ کو بلا کر فرمایا "انصار کو پکارو، انصاری ہی میرے پاس آئیں"۔ وہ اکٹھے ہوئے تو فرمایا "انھیں کاٹ ڈالو، پھر کوہ صفا پر مجھ سے ملو"۔ انصاریوں نے جی بھر کر ان کا کشت وخون کیا، حتیٰ کہ ابوسفیان نے کہا "یا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! کیا قریش کی جانیں حلال ہوگئی ہیں- آج کے بعد قریش باقی نہ رہیں گے "؟ تب آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے عام معافی کا اعلان فرمایا "-(مسلم، رقم ۴۶۴۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۲۶۶۷۔ سنن دار قطنی، رقم ۲۳۳)۔

حج اکبر:-

۹ھ کا حج مشرکین نے اپنی جاہلی رسوم کے ساتھ ادا کیا۔ عرفہ کے دن حضرت ابوبکر ؓ نے خطبۂ حج دیا، پھر حضرت علی ؓ نے سورۂ توبہ کی پہلی چالیس آیات تلاوت کیں: 'وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ' "اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس حج اکبر کے دن اعلان ہے کہ اللہ و رسول مشرکین سے بے زار ہیں" (۹: ۳)۔ ۱۰ ذی الحجہ کو جب حاجی رمی، نحر، حلق اور طواف افاضہ سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ میں اپنے خیموں میں آئے، حضرت علی ؓ نے ان لوگوں کے افادہ کے لیے جو عرفات کا خطبہ نہ سن سکے تھے، دوبارہ اعلان کیا "جنت میں کافر داخل نہ ہونے پائے گا، اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کر سکے گا، نہ کوئی عریاں بیت اللہ کا طواف کر سکے گا، چار ماہ کی مہلت کے دوران تمام اہل شرک اپنے علاقوں اور ٹھکانوں کو لوٹ جائیں گے، البتہ جس مشرک کا رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ کوئی عہد و پیمان ہے، اپنی مدت پوری کر سکے گا"۔ حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت علی ؓ کے علاوہ بھی کچھ صحابہ کرام ؓ کی ذمہ داری لگائی کہ منیٰ میں حاجیوں کے درمیان پھر کر یہ اعلان کریں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں "ان اعلان کرنے والوں میں ایک میں بھی تھا"-(بخاری، رقم ۱۶۲۲۔ مسلم، رقم ۳۲۶۶۔ ابوداؤد، رقم ۱۹۴۶۔ ترمذی، رقم ۳۰۹۲۔ نسائی، رقم ۲۹۹۶)۔ دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے "میں بلند آواز سے پکارتا رہا، حتیٰ کہ میری آواز بیٹھ گئی"-(نسائی، رقم ۲۹۶۱۔ احمد، رقم ۷۹۷۷)

عہد خلفاء میں حضرت ابو ہریرہؓ کے کارنامے:-

i- عہد صدیقی:-

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ملکی معاملات میں کوئی حصہ نہیں لیا، اس لئے کہیں نمایاں نام نظر نہیں آتے، اس مدت میں اپنے محبوب مشغلہ میں حدیث کی اشاعت میں خاموشی سے لگے رہے-

ii- عہد عمر:-

حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا، حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا، اس دن سے ان کا فقر و فاقہ و افلاس کا خاتمہ ہوگیا، جس وقت وہاں سے واپس ہوئے تو دس ہزار روپیہ ان کے پاس موجود تھے، حضرت عمرؓ نے باز پرس کی "اتنی رقم کہاں سے ملی"؟ عرض کیا" گھوڑیوں کے بچوں، عطیوں اور غلاموں کے ٹیکس سے"- تحقیقات کرنے پر یہ بات صحیح ثابت ہوئی، تو پھر حضرت عمرؓ نے دوبارہ ان کو عہدے پر مامور کرنا چاہا، مگر حضرت ابو ہریرہ ؓ نے امارت قبول کرنے سے انکار کر دیا، حضرت عمر ؓ نے دریافت کیا کہ "امارت قبول کرنے سے آپ کو کیا عذر ہے، اس کی خواہش تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی کی تھی"؟ تو فرمایا" وہ نبی اور نبی زادے تھے، میں بیچارہ ابو ہریرہ، امیمہ کا بیٹا ہوں، میں تین باتوں سے ڈرتا ہوں، ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہوں، دوسرے یہ کہ بغیر حجت شرعی کے فیصلہ کروں، تیسرے یہ کہ مارا جاؤں میری آبروریزی کی جائے اور میرا مال چھینا جائے"-(اصابہ: ۲۰۶/۱)

iii- عہد عثمان:-

عہد خلافت عثمان غنیؓ میں خاموشی سے زندگی بسر کی، البتہ آخر میں حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے زمانے میں لوگوں کو ان کی اعانت و امداد پر آمادہ کرتے تھے اور محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمانؓ کے گھر میں بذات خود موجود تھے دیگر اور کچھ حضرات بھی ساتھ میں موجود تھے، ان ساروں کو مخاطب کر کے فرمایا" میں نے نبی

کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے سنا ہے کہ "تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف میں مبتلا ہو گے"۔لوگوں نے پوچھا" یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! اس وقت ہمارا کیا طرز عمل ہونا چاہئے"۔فرمایا"تم کو امین اور اس کے حامیوں کے ساتھ ہونا چاہئے"۔اس میں حضرت عثمانؓ کی جانب اشارہ تھا۔(مسند احمد بن حنبل ۲/۳۴۵) حضرت عثمانؓ کے محاصرہ تک حضرت ابو ہریرہؓ کا پتہ چلتا ہے، اس کے بعد آپ کی موجودگی جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ میں کہیں نظر نہیں آتی، یعنی دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے بادہ نشینی اختیار کرلی تھی، ان فتنوں کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں مروان کبھی کبھی ان کو مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا تا تھا۔(مسلم، باب انبات التکبیر فی کل خفض فی الصلاۃ الخ)

فقروغنا :۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی کے دو دور تھے، ایک فقر وافلاس وتنگ دستی کا دور، دوسرے جاہ وثروت اور خوش حالی وبارغ البالی کا دور۔

فقر وفاقہ کا دور نہایت دردانگیز دور تھا، مسلسل فاقوں سے غشی طاری ہو جاتی تھی، لیکن رحمۃ اللعالمین کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا، اس زمانہ میں حضرت ابو ہریرہؓ نے خوب مشقتیں برداشت کی، لیکن کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے، ایک دفعہ بھوک کی شدت سے بہت بے قرار ہوئے تو راستہ میں بیٹھ گئے۔حضرت ابو بکرؓ کا گزر ہوا ان سے ایک آیت پوچھی، وہ بتا کر گزر گئے اور کچھ توجہ نہ کی، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا، اس کے بعد رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کا گذر ہوا، تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) ان کی طلب کو سمجھ گئے اور ساتھ لے جا کر ان کو اور تمام اصحاب صفہ کو کھانا کھلایا۔(ترمذی: ابواب الزہد، باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی (خاتم النبیین ﷺ))

جب فقر وفاقہ اور تنگ دستی کا دور گذر چکا، خدائے باری عزوجل نے فراغت اور خوش حالی عنایت فرمائی تو فقیرانہ سادگی کو باقی رکھتے ہوئے کبھی کبھی فارغ البالی کا اظہار کیا، چنانچہ ایک مرتبہ کتان کے دو رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک کپڑے سے ناک صاف کر کے کہا" واہ واہ، ابو ہریرہؓ آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل منبر نبوی اور حضرت عائشہ ؓ کے حجرہ کے درمیان غش کھا کر گرتے تھے اور گذرنے والے تمہاری گردن پر پیر رکھ کر کہتے تھے کہ ابو ہریرہ کو جنون لاحق ہو گیا ہے ۔حالانکہ تمہاری یہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی"۔(بخاری: کتاب الاعتصام، باب ما ذکر النبی (خاتم النبیین ﷺ) وحض علی اتفاق)۔

فضل وکمال :۔

حضرت ابو ہریرہؓ اساطین علم صحابہ کرامؓ میں شمار کئے جاتے ہیں، بالاتفاق آپ صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سب سے بڑے حافظ حدیث شمار ہوتے ہیں، اگرچہ حضرت انسؓ اور حضرت ابن عمرؓ دونوں ممتاز حفاظ احادیث میں آتے ہیں، لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کثرت روایت میں ان پر بھی برتری رکھتے ہیں۔ایک دفعہ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:"ابو ہریرہؓ علم کا ظرف ہیں"۔(بخاری، کتاب العلم)

عام طور پر لوگ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے سوالات دریافت کرنے میں جھجکتے تھے، ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے دریافت کیا:" قیامت کے دن کون خوش قسمت آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی شفاعت کا زیادہ مستحق ہوگا"؟ فرمایا" تمہاری حرص علی الحدیث کو دیکھ کر میرا پہلے ہی خیال تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی نہ کرے گا"۔(مسند احمد حنبل: ۲/۳۷۳)

حدیث میں ان کا مقام :۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث کی تلاش وجستجو کو اپنے مقصود حیات بنالیا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو خود بھی بڑے حافظ حدیث شمار ہوتے تھے، فرماتے تھے کہ "ابو ہریرہ ہم میں سب سے زیادہ حدیث جانتے ہیں"۔(متدرک حاکم: ۳/۵۱۰)

امام شافعی رحمۃ اللہ کا خیال ہے کہ "حضرت ابو ہریرہؓ اپنے ہم عصر حفاظ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے"۔(تذکرہ الحفاظ: ۱/۳۱)

کثرت روایت کی وجہ :۔

بہت سے اکابر اور علماء صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے کثرت علم اور وسعت معلومات کا سبب یہ تھا کہ ان کو اس قسم کے مواقع حاصل تھے جو دوسرے صحابہ کو حاصل نہ تھے، یہ خود کثرت روایت کے وجوہ واسباب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے۔حالانکہ مہاجر وانصار ان حدیثوں کو نہیں بیان کرتے۔مگر معترضین اس پر غور نہیں کرتے کہ ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے،

اور انصار اپنی زراعت کی دیکھ بھال میں سرگرداں رہتے تھے، میں محتاج آدمی تھا، میرا سارا وقت نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صحبت میں گذرتا تھا اور جن اوقات میں وہ لوگ موجود نہ ہوتے تھے، اس وقت میں موجود رہتا تھا، دوسرے جن چیزوں کو وہ بھلا دیتے تھے، میں ان کو یاد رکھتا تھا"۔ (طبقات ابن سعد: ۲/۴)

ایک دفعہ مروان کو حضرت ابو ہریرہؓ کی کوئی بات ناگوار گذری، اس نے غصہ میں کہا "لوگ کہتے ہیں "ابو ہریرہؓ بہت حدیثیں روایت کرتے ہیں، حالانکہ وہ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کچھ ہی دنوں پہلے آئے تھے"، بولے "جب میں مدینہ آیا تو نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خیبر میں تھے، اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی اور آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات تک سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہا، آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں جاتا تھا، آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت کرتا تھا، آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہتا تھا، آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معیت میں حج کیا، اس لئے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حدیثیں جانتا ہوں، خدا کی قسم وہ جماعت جو مجھ سے پہلے آپ کی صحبت میں تھی، وہ میری حاضر باشی کی معترف تھی اور مجھ سے حدیثیں پوچھا کرتی تھی، ان پوچھنے والوں میں عمر، عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم خاص طور قابل ذکر ہیں"۔ (الاِصابۃ: ۲۰۵/۷، سیر الصحابہ: ۷۷/۲/۳)۔

آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعائیں بھی حضرت ابو ہریرہؓ کے ازیادِ علم کی سبب بنیں، بخاری کی روایت میں ہے، ایک مرتبہ انہوں نے نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نسیانِ حدیث کی شکایت کی آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "چادر پھیلاؤ"۔ انہوں نے چادر پھیلا دی، آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس میں دست مبارک ڈالے، پھر فرمایا "اس کو سینہ سے لگالو"۔ کہتے ہیں "اس کے بعد سے میں پھر کبھی نہ بھولا"۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم)

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ کا معمول تھا کہ حدیثوں کو لکھا کرتے تھے، چنانچہ بھولنے یا الفاظ کے ردوبدل کے ڈر سے جو کچھ سنتے تھے اس کو قلم بند کر لیتے تھے۔

فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمروؓ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ کو ایک حدیث سنائی ابو ہریرہؓ نے اس سے لاعلمی ظاہر کی، حسن نے کہا: میں نے یہ حدیث آپ ہی سے سنی ہے، فرمایا "اگر مجھ سے سنی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوگی"۔ چنانچہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور ایک کتاب دکھائی جس میں تمام حدیثیں درج تھیں، اسی میں وہ حدیث بھی تھی، حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اگر تم نے مجھ سے سنی ہے تو وہ ضرور لکھی ہوگی"۔ (مستدرک حاکم: ۵۱۱/۳)

آپ کے دامن کمال میں جس قدر علمی جواہر تھے، سب عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے، لیکن وہ احادیث جو فتنہ سے متعلق تھیں اور جن کو نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا زبان سے نہ نکالیں کہ یہ خود فتنہ کی بنیاد بن جاتیں، فرماتے تھے کہ "میں نے احادیث نبوی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دو ظرف میں محفوظ کئے ہیں: ایک ظرف کو پھیلایا، اگر دوسرے کو پھیلا دوں تو نرخرہ کاٹ ڈالا جائے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الفتن، طبقات ابن سعد: ۵۷/۳)

صوفیہ کہتے ہیں "یہ اسرار توحید کی امانت تھے"۔

متکلمین کہتے ہیں "وہ اسرار دین تھے"۔

لیکن محدثین کا کہنا ہے "وہ فتنہ کی حدیثیں تھیں"۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۳۷۴ ہے، ان میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں اور ۷۹ میں بخاری اور ۹۳ میں مسلم منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۲۴)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے شاگردوں اور راویوں میں عظیم صحابہ کے علاوہ تابعین کی بڑی تعداد تھی۔

بیماری وعلالت:۔

۵۷ھ میں مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے۔ مروان بن حکم سمیت بڑے بڑے لوگ عیادت کے لئے آتے، بیماری کی حالت میں زندگی کے کوئی آثار نہ رہے تھے، بستر مرگ پر پیش آنے والے منازل کا تذکرہ کرتے خوب روتے، لوگ رونے کا سبب پوچھتے تو فرماتے "میں اس دنیا کی دلفریبیوں پر نہیں روتا؛ بلکہ سفر کی طوالت اور زادِ راہ کی قلت پر آنسو بہاتا ہوں، اس وقت میں دوزخ کے نشیب وفراز کے درمیان ہوں معلوم نہیں ان سے کس راستہ پر جانا ہوگا"۔ (طبقات ابن سعد: ۱۶۲/۴)

انتقال کے بعد ولید نے نماز جنازہ پڑھائی، اکابر صحابہ کرامؓ میں حضرت ابن عمرؓ، ابو سعید خدریؓ موجود تھے۔ نماز کے بعد حضرت عثمانؓ کے صاحبزادوں نے کندھا دے کر جنت البقیع پہنچایا اور مہاجرین کے گورغریباں میں اس مخزن علم کو سپرد خاک کیا۔ (طبقات ابن سعد: ۶۳/۴، ۶۴)

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام نامی اسم گرامی بلال، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامتہ ہے، آپ کی کنیت کے سلسلہ میں کئی نام آئے ہیں ابوعبداللہ، ابوعبدالکریم، ابوعمرو- آپ عرب میں پیدا ہوئے اور آپ کی پرورش وتربیت عربوں کے درمیان ہوئی، آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہم عمر تھے۔ (مستدرک ۳۱۹/ ۳)

آپؓ کے والدین غلام تھے۔ والد اُمیہ بن خلف کا غلام تھا اور والدہ حبشہ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جو ابرہہ کے بیت اللہ پر حملہ آور ہونے کی مہم میں شریک تھیں۔ جب اصحاب الفیل کا لشکر عبرت آموز شکست سے دوچار ہوا تو شہزادی لونڈی بن گئی اور بعد میں ایک غلام کی شریکِ حیات بنی۔ اسی غلامی کی حالت میں بعثت سے تقریباً اٹھائیس برس پہلے ایک بچے نے جنم لیا جس کو تاریخ بلال حبشیؓ کے نام سے جانتی ہے۔

آپؓ کا شمار السابقون الاولون کی اس جماعت میں ہوتا ہے جو بالکل ابتدائی زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نور نبوت (خاتم النبیین ﷺ) سے فیض یاب ہونے کے بعد ایک حبشی غلام کو وہ مرتبہ ومقام عطا ہوا جس کی صدائے اللہ اکبر پر شاہ وگدا اور امیر وغریب لبیک کہتے ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپؓ کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بنے مگر آپؓ نے تمام مصائب و الام کو فولادی چٹان بن کر برداشت کیا۔ اُن کے آقا اُمیہ بن خلف نے آپؓ پر جور وستم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ مکہ کی تپتی زمین ''حرہ'' میں دوپہر کے وقت لے جاتا اور دھوپ میں تانبے کی طرح گرم ریت پر لٹا کر بھاری پتھر سینے پر رکھ دیتا تا کہ جسم ہل نہ سکے۔ پھر کہتا کہ " آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی پیروی سے باز آجاؤ اور لات وعزیٰ کے معبود برحق ہونے کا اقرار کرلو، ورنہ اسی طرح پڑے رہو گے "۔ مگر آپؓ کی زبان پر احد احد کا نغمہ ہوتا۔ اُمیہ بن خلف غضب ناک ہوکر زدوکوب کرنا شروع کر دیتا لیکن آپؓ کلمہ توحید پڑھتے رہتے۔

آپؓ کے قبول اسلام کا علم جب ابوجہل کو ہوا تو اس نے آپؓ کی ننگی پیٹھ پر گرم گرم سنگریزے رکھ دیئے جن کی حرارت وتمازت سے آپؓ کا جسم بُھن جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) سے محبت آپؓ کو اپنے توحید کے مقصد سے کبھی جدا نہیں کرسکی کیونکہ جذبۂ عشق، غیر متزلزل ایمان وعقیدت اور ناقابل شکست عزیمت آپؓ کی امتیازی شان تھی۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے لئے ظلم وتشدد کے یہ واقعات ناقابل برداشت تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے حکم پر اُمیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کیا۔ آزادی کی نعمت سے سرشار ہونے کے بعد آپؓ اسلام کے پہلے مؤذن بنے۔ ابن سعد نے قاسم بن عبد الرحمنؒ سے چند نظمیں مختص کیں جن میں اذانِ بلالی کا پہلو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ترجمہ: "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلالؓ کو آزاد کیا"۔ (بخاری مناقب بلالؓ ۵۳۱/ ۲)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا" آپ نے پہلی دفعہ حضور نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کو کیسے دیکھا"؟ تو حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"میں مکے کے لوگوں کو بہت ہی کم جانتا تھا۔ کیونکہ غلام تھا اور عرب میں غلاموں سے انسانیت سوز سلوک عام تھا، انکی استطاعت سے بڑھ کے ان سے کام لیا جاتا تھا تو مجھے کبھی اتنا وقت ہی نہیں ملتا تھا کہ باہر نکل کے لوگوں سے ملوں، لہذا مجھے حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) یا اسلام یا اس طرح کی کسی چیز کا قطعی علم نہ تھا۔ ایک دفعہ کیا ہوا کہ مجھے سخت بخار نے آلیا۔ سخت جاڑے کا موسم تھا اور انتہائی ٹھنڈ اور بخار نے مجھے کمزور کر کے رکھ دیا، لہذا میں نے لحاف اوڑھا اور لیٹ گیا۔ ادھر میرا مالک جو یہ دیکھنے آیا کہ میں جَو پیس رہا ہوں یا نہیں، وہ مجھے لحاف اوڑھ کے لیٹا دیکھ کے آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے لحاف اتارا اور سزا کے طور پہ میری قمیض بھی اتروا دی اور مجھے کھلے صحن میں دروازے کے پاس بٹھا دیا کہ یہاں بیٹھ کے جَو پیس۔ اب سخت سردی، اوپر سے بخار اور اتنی مشقت والا کام، میں روتا جاتا تھا اور جَو پیستا جاتا تھا۔ کچھ ہی دیر میں دروازے پہ دستک ہوئی، میں نے اندر آنے کی اجازت دی تو ایک نہائت متین اور پرنور چہرے والا شخص اندر داخل ہوا اور پوچھا" جوان کیوں روتے ہو"؟ جواب میں میں نے کہا" جاؤ اپنا کام کرو، تمہیں اس سے کیا میں جس وجہ سے بھی روؤں؟ یہاں پوچھنے والے بہت ہیں لیکن مداوا کوئی نہیں کرتا"۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کو کافی سخت جملے کہے۔ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) یہ جملے سن کے چل پڑے، جب چل پڑے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا" بس؟ میں نہ کہتا تھا کہ پوچھتے سب ہیں مداوا کوئی نہیں کرتا"۔۔ حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) یہ سن کر بھی چلتے رہے۔۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں" دل میں جو ہلکی سی امید جاگی تھی کہ یہ شخص کوئی مدد کرے گا وہ بھی گئی"۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ

عنہ کو اس وقت کیا معلوم کہ جس شخص سے اب اسکا واسطہ پڑا ہے وہ رحمت اللعالمین (خاتم النبیین ﷺ) ہے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں " کچھ ہی دیر میں وہ شخص واپس آ گیا۔اس کے ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا پیالہ اور دوسرے میں کھجوریں تھیں۔اس نے وہ کھجوریں اور دودھ مجھے دیا اور کہا" کھاؤ، پیو اور جا کے سو جاؤ"۔ میں نے کہا" تو یہ جو کون پیسے گا؟ نہ پیسے تو مالک صبح بہت مارے گا"۔اس نے کہا" تم سو جاؤ یہ پسے ہوئے مجھ سے لے لینا"۔۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سو گئے اور حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے ساری رات ایک اجنبی حبشی غلام کے لئے چکی پیسی۔صبح بلال کو پسے ہوئے جو دیے اور چلے گئے۔دوسری رات پھر ایسا ہی ہوا، دودھ اور دوا بلال کو دی اور ساری رات چکی پیسی۔۔ایسا تین دن مسلسل کرتے رہے جب تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ٹھیک نہ ہو گئے"۔

یہ تھا وہ تعارف جس کے بطن سے اس لافانی عشق نے جنم لیا کہ آج بھی بلال کو صحابیء رسول (خاتم النبیین ﷺ) بعد میں، عاشقِ رسول (خاتم النبیین ﷺ) پہلے کہا جاتا ہے۔

فضائل:۔

حضرت بلالؓ ان خوش نصیب فرزندانِ اسلام میں سے ہیں جنھوں نے شروع زمانہ ہی میں اسلام قبول کیا اور دین اسلام کے خاطر خوب ستائے گئے اذیتیں دی گئیں؛لیکن اسلام کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور دین کے لئے ہر مصیبت برداشت کی اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں " سب سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، سات افراد ہیں:(۱) جناب محمد رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) (۲) حضرت ابوبکرؓ (۳) حضرت عمارؓ (۴) حضرت سمیہؓ (۵) حضرت بلالؓ (۶) حضرت صہیبؓ (۷) حضرت مقدادؓ "۔(ابن اثیر)

غزوات :۔

حضرت بلالؓ نے جنگ بدر اور اُحد کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔

ہجرت کے بعد حضرت بلالؓ نے رفاقت نبوی (خاتم النبیین ﷺ) کا حق ادا کیا اور ہر غزوہ میں شامل رہے۔خاص طور پر غزوہ بدر میں اپنے سابق آقا امیہ بن خلف کو قتل کیا۔دربار رسالت (خاتم النبیین ﷺ) میں اس سے بڑھ کر اور کیا پذیرائی ہو سکتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر کبار اصحاب رسول اور سرداران قریش کے درمیان سے آپؓ کو ہی حکم اذان ملا اور آپؓ نے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی جو اس شہر اور اس گھر میں طلوع اسلام کے بعد پہلی اذان ہی نہ تھی بلکہ اعلان فتح تھا۔ایک پسے ہوئے طبقے کے فرد کی محض تقوی کی بنیاد پر اس قدر عزت افزائی صرف دین اسلام کا ہی خاصہ ہے۔

خوش نصیب غلام کے ہاتھوں بدنصیب آقا کا قتل:۔

امیہ بن خلف جمحی ان کفار مکہ میں سے تھا جو حضرت بلالؓ کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچاتا تھا اور تکلیفیں دینے کا حکم کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس نامراد و ناکام آقا کی ہلاکت اپنے ہی غلام کے ہاتھ میں مقدر فرمائی تھی۔

امام بخاریؒ نے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے روایت کی ہے، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف فرماتے ہیں " میرے اور امیہ بن خلف کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مکہ میں میرے اہل و مال کی حفاظت کرے گا اور میں مدینہ میں اس کے اہل و مال کی حفاظت کروں گا، چنانچہ غزوہ بدر میں جب لوگ سو رہے تھے۔میں امیہ بن خلف کو بچانے کے لئے اس کو پہاڑ کے جانب لے گیا؛لیکن حضرت بلالؓ نے اس کو دیکھ لیا اور انصار کی ایک جماعت کے پاس جا کر بلند آواز سے چیخنے لگے ''امیہ بن خلف، لا نجوت، ان نجا'' (یہ امیہ بن خلف ہے، میں نہ بچوں، اگر یہ بچ جائے) چنانچہ انصار کی ایک جماعت (معاذ بن عفراء، خارجہ بن زید اور خبیب بن یساف او اساف، الاستیعاب) ہمارے پیچھے پیچھے آنے لگی، جب مجھے خوف محسوس ہوا کہ یہ لوگ ہمارے قریب آ گئے، تو میں امیہ بن خلف کے بیٹے کو ان کے لئے چھوڑ دیا، تا کہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہو جائیں؛لیکن انصار کی یہ جماعت اس کو نمٹا کر دوبارہ ہمارے پیچھے ہو گئی اور ہمارے قریب آ گئی۔میں نے امیہ بن خلف سے کہا" تم جھک جاؤ"۔(گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہاتھوں کو زمین پر کھڑا کر دو) وہ موٹا آدمی تھا، اسی طرح جھک گیا جیسا میں نے کہا تھا، تو میں نے اس کو اپنے جسم سے چھپا لیا؛لیکن ان لوگوں نے اس کو چھوڑا نہیں، میرے پیر کے نیچے سے تلواریں ڈال کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ سے میرا پیر بھی زخمی ہو گیا۔راوی کا بیان ہے " حضرت عبدالرحمنؓ ہمیں وہ نشان دکھایا کرتے تھے"۔(بخاری ۲۰۸/۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ شعر پڑھا:

ترجمہ: "اے بلال! تمہارے لئے مبارک بادی ہو، رحمن تمہارے خوبیوں کو بڑھائے۔ اے بلال یقیناً تم نے اپنا بدلہ حاصل کرلیا"۔ (الاستیعاب ۵۵/۱)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنائی:

رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنائی ہے، چنانچہ امام بخاری نے حضرت ابوھریرہؓ سے امام احمد، حاکم اور ترمذی نے حضرت ابو بریدہؓ اسلمی سے روایت فرمائی ہے:

"رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے حضرت بلالؓ سے ایک دن نماز فجر کے بعد دریافت فرمایا" مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں سب سے زیادہ قابل قبول عمل کونسا کیا ہے؟ اس لئے کہ آج کی رات جنت میں میرے آگے آگے تمہاری جوتوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی"؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا" کوئی زیادہ قابل قبول عمل میں نے نہیں کیا، البتہ دن اور رات میں جب بھی میں وضو کرتا ہوں، تو اس وضو سے اللہ تعالیٰ جتنی توفیق دیں نماز پڑھ لیتا ہوں"۔

مستدرک کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ " دن رات میں جس وقت بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو فوراً وضو کرلیتا ہوں" ۔(بخاری باب فضل الطھور بالليل والنھار ۱۵۴/۱ مسلم ۲۹۲/۱، المستدرک ۳۲۲/۳)، ترمذی عن ابی بریدۃ مناقب عمر ۲۰۹/۲)

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے وصال کے بعد:۔

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہوگیا، اس لئے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے بقیہ ایام جہاد میں گزار دیں۔ یہ سوچ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا" اے اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کے خلیفہ وجانشین! میں نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" مؤمن کا سب سے بہترین عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا" اے بلالؓ! تم کیا چاہتے ہو"؟ عرض کیا" میں اللہ کی راہ میں سرحدوں کی حفاظت میں بقیہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں"۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے منع فرمایا، تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا" اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا ہے، تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں"۔ اس بات پر حضرت ابوبکرؓ خاموش ہوگئے اور حضرت بلالؓ ملک شام چلے گئے۔

رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے وصال کے بعد روضہ اقدس پر حاضری:۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ذکر فرمایا ہے" حضرت بلالؓ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے، ایک مرتبہ حضور (خاتم النبیین ﷺ) کی خواب میں زیارت کی، حضور (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا" اے بلال! یہ کیا ظلم ہے، ہمارے پاس کبھی نہیں آتے"۔ آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، اور رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی قبر اطہر پر حاضری دی اور رونے لگے، پھر حضرات حسنینؓ آئے، ان سے لپٹ گئے اور انھیں چومنے لگ۔

حضرات حسنینؓ نے اذان کی فرمائش کی، لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی، اذان دینا شروع کیا اور مدینہ میں حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑنے کی وجہ سے کہرام مچ گیا، عورتیں تک روتی ہوئی گھروں سے نکل پڑیں، چندروز قیام فرما کر دوبارہ دمشق چلے گئے" ۔(اسد الغابہ ۲۳۸/۱)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ "جابیہ" تشریف لے گئے، ساتھیوں نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی" حضرت بلالؓ کو اذان کی فرمائش کی جائے"، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ کو اذان کی فرمائش کی، آپ نے اذان دی، اس دن سے زیادکسی اور دن مسلمانوں کو زیادہ روتے ہوئے دیکھا نہیں گیا۔(رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی یاد تازہ ہوجانے کی وجہ سے)(طبقات ابن سعد ۲۳۶/۳)

وفات

20 محرم، ہجرت کے بیسویں سال دمشق کے محلہ باب الصغیر میں تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ جب وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ کے زبان مبارک پر یہ شعر تھا غدانلقی الاحبۃ★محمدا وحزبہ

ترجمہ:" کل ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے، محمد (خاتم النبیین ﷺ) اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھیوں سے ملیں گے"۔

آپ کی بیوی کہنے لگی" واویلاہ، ہائے افسوس! آپ فرمارہے تھے: وافرحاہ، ہائے خوشی!"۔

نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خادم خاص سفر وحضر کے مؤذن اللہ کے نبی (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شیدائی ۲۰ ھ میں دمشق میں تا قیام قیامت اپنی یاد کو چھوڑتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی اور باب صغیر کے پاس مدفون ہوئے۔(سیر ۲۱۹/ ۳،مستدرک ۳۲۳/ ۳)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کو جب آپؓ کی وفات کی خبر ملی تو روتے روتے نڈھال ہوگئے۔بار بار فرماتے تھے " آہ! ہمارا سردار حضرت بلالؓ ہمیں داغ جدائی دے گیا''۔

اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات کو بلند فرمائے،آپؓ کی طرح ہمیں بھی قبول فرمائے۔(آمین)

★★★★★★★★★★★★★

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جائے پیدائش اور نسبت:

نام: سلمان، والد کا نام: بودخشان بن مورسلان۔ مذہب کے لحاظ سے آتش پرست تھے۔ پیدائش کے وقت والد نے مابہ نام رکھا تھا۔کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ملک فارس کے شہر اصفہان یارام ہرمز میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے فارسی کہلاتے ہیں۔

حضرت سلمانؓ فارسی پیغمبر اسلام (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشہور صحابی اور اسلام کی عظیم شخصیات میں سے ہیں۔ وہ ایران کے شہر اصفہان کے علاقے جی کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایک علمی وثقافتی ماحول میں یا دوسرے لفظوں میں جندی شاپور کی یونیورسٹی کے قلب اور روشن خیال حلقوں میں تربیت پائی۔ انہوں نے بچپن ہی سے مختلف ادیان کی حقیقت جاننے کی کوشش کی۔ حضرت سلمانؓ شروع میں زرتشتی تھے لیکن اس دین میں ان کو اپنے سوالوں کا جواب نہ ملا اور مسیحی مذہب کی جانب مائل ہو گئے۔لیکن اس دین نے بھی ان کو قائل نہیں کیا لہذا وہ حقیقت کو پانے کے لیے گھر سے نکل پڑے اور شام چلے گئے۔

حاکم اور بیہقی نے حضرت سلیمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ ان سے لوگوں نے پوچھا" آپؓ کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے میں سب سے پہلے کون سا واقعہ ہوا"؟

حضرت سلمانؓ فارسیؓ نے بتایا" میں یتیم تھا اور" رام ہرمز" میں سکونت تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے یہ بھی بتایا" ہم مجوسی تھے۔ میرا باپ ایک کسان تھا۔ وہ ایک معلم کے پاس جا کر پڑھا کرتا تھا۔ میں نے بھی اس معلم کی صحبت اختیار کر لی۔ معلم کی عادت تھی کہ جب اس کی مجلس درس سے شاگرد رخصت ہو جاتے تو وہ اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا تا کہ لوگ یہ نہ جان سکیں کہ یہ پہاڑ پر چڑھ کر پرے جانے والا ایک استاد اور معلم ہے۔ ایک روز میں نے ان سے کہا" آپ کہاں جاتے ہیں؟ آپ روزانہ جہاں جاتے ہیں مجھے بھی وہاں لے کر جائیں"۔ انہوں نے کہا" تم ابھی بچے ہو۔ اندیشہ ہے کہ تم دوسروں سے کہہ دو گے"۔ میں نے کہا" ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ اس کا خوف نہ کیجئے"۔ انھوں نے مجھے بتایا" اس پہاڑ پر ایک قوم رہتی ہے جس کی عبادت اور تزکیہ کا ایک خاص طریقہ ہے۔ وہ لوگ اللہ اور آخرت کو یاد کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ہم لوگ آگ کو پوجنے والے بت پرست ہیں اور ہم لوگ صحیح راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں"۔ میں نے ان سے کہا" ان لوگوں کے پاس مجھے بھی لے چلیے"۔ انہوں نے کہا" میں اللہ والوں سے اجازت لے لوں"۔ پھر عالم نے ان سے اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ میں ان کے پاس عالم کے ساتھ پہنچا۔ وہ چھ یا سات لوگ تھے۔ حالت ان کی یہ تھی کہ کثرت عبادت اور ریاضت سے نیم جان، دن میں روزہ دار اور رات میں قیام کرنے والے، غذا کے لیے درختوں کے پتے کھا لیتے۔ (یہ عیسائی راہب تھے) ہم ان کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ثنا کی اور کچھ انبیاءؑ سابقین کا ذکر کیا۔ حتی کے حضرت عیسی علیہ السلام کے ذکر تک پہنچ گئے۔ بتایا کہ" اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر مرد کے پیدا کیا تھا اور پھر اللہ نے ان کو منصب رسالت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسیحا یعنی مردوں کو زندہ اور بیماروں کو شفا دینے والا بنایا۔ مگر زیادہ تر لوگوں نے ان کے معاملے میں کفر ہی اختیار کیے رکھا۔ کچھ لوگوں نے پیروی اختیار کی"۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا" برخودار! بے شک سب کا رب ایک ہے۔ سب کو آخرت درپیش ہے۔ اور سب کا انجام، طرفین میں سے کسی ایک طرف ہو گا۔۔۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی جانب۔۔۔ جو لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں" لاریب وہ کافر اور ضلالت میں مبتلا ہیں"۔ اللہ ان سے ان کے اعمال کی بنا پر بیزار ہے اور وہ دین حق سے گم کردہ راہ ہیں"۔

پھر ہم لوٹ آئے۔ دوسرے دن پھر گئے۔ انہوں نے پھر خطاب کیا اور خوب اچھی طرح ہم کو سمجھایا۔ پھر میں مستقلاً ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ مجھ کو ہمہ وقت اپنے پاس پا کر انہوں نے مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا" اے سلیمان! تم ابھی بچے ہو۔ تم اتنا زہد و ریاضت نہ کر سکو گے۔ لہذا جو میسر ہو کھاؤ پیو اور عبادت کر کے سو جاؤ"۔

کچھ ہی عرصے کے بعد بادشاہ کو خبر ہو گئی اور اس نے انہیں جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ میں نے راہبوں سے کہا" میں وطن چھوڑ سکتا ہوں لیکن آپ لوگوں سے جدا نہیں ہو سکتا"۔ چنانچہ ان کے ہمراہ ہی میں بھی موصل پہنچ گیا۔ وہاں کچھ لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ اس کے بعد غار سے ایک آدمی آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ سب لوگ ادب و احترام کے ساتھ اس کے روبرو بیٹھ گئے۔ اس نے میرے ساتھی راہبوں سے سوال کیا" اب تک تم لوگ کہاں تھے"؟ انہوں نے سارے حالات بتائے۔ اس نے دریافت کیا" یہ بچہ کون ہے"؟ انہوں نے میری بہت تعریف کی اور بتایا" یہ پوری طرح ہدایت پر عمل کرتا ہے"۔ اس کے بعد اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ انبیاء کرامؑ کا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعام و اکرام فرمائے ہیں ان کا ذکر کیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ذکر کیا۔ بعد ازاں سامعین کو نصیحت کی اور کہا" اللہ سے ڈرو اور جو کچھ حضرت عیسی علیہ

السلام لائے ہیں اس کے مطابق عمل کرو۔ ان کی مخالفت نہ کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری مخالفت کرے گا"۔ اس کے بعد اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا" میں اب آپ سے جدا نہیں ہوں گا"۔ اس نے جواب دیا" بچے تم اتنی برداشت نہیں رکھتے کہ میرے ساتھ رہ سکو۔ میں اپنے اس غار سے باہر نہیں آتا"۔ میں نے کہا" میں تو اب آپ سے جدا نہیں ہو سکتا"۔ میری دوبارہ درخواست پر اس نے مجھے ساتھ لیا اور غار میں داخل ہو گیا۔ میں نے غار نشین راہب کو سوتے اور کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔ وہ تمام وقت رکوع اور سجود میں رہتا۔ حتیٰ کہ دوسرا اتوار آ گیا۔ پھر جب صبح ہوئی تو ہم باہر نکلے۔ اس نے باہر موجود لوگوں سے خطاب کیا۔ پھر غار میں آ گیا۔ میں بھی ساتھ ہی آ گیا۔ وہ ہر اتوار کو نکلتا، لوگوں کا اجتماع ہوتا، وعظ و نصیحت کرتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا میں بھی اس کے ساتھ رہا۔ ایک روز وہ نکلا اور معمول کے خطاب کے بعد اس نے کہا" اے لوگو! میری عمر بہت ہو گئی ہے، میری ہڈیاں گھل گئی ہیں۔ میرا آخری وقت قریب ہے۔ ایک عرصہ سے میں بیت المقدس کی حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں مجھے وہاں ضروری جانا ہے"۔ میں نے فوراً کہا" میں تم سے جدا نہیں ہوں گا"۔ چنانچہ ایک دن ہم دونوں روانہ ہوئے اور بیت المقدس پہنچ گئے۔ وہ مجھ سے اکثر باتیں کرتا۔ وہاں پہنچ کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ آخرت کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے کبھی وہ کہتا" ابھی ایک رسول آئینگے۔ اے سلیمان! اللہ تعالیٰ عنقریب ایک رسول کو مبعوث فرمائے گا۔ جس کا نام احمد ہے۔ وہ تہامہ سے ظاہر ہوگا۔ (عرب کا علاقہ تہامہ کہلاتا تھا۔ مکہ، مدینہ، طائف اور خیبر اس کے مشہور شہر تھے) اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا، صدقہ نہیں کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ یاد رکھو! اس کا ظہور بہت نزدیک ہے۔ میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں اس کے عہد کو نہیں پا سکوں گا۔ تم اگر پاؤ تو ان کی تصدیق کرنا اور ان کا اتباع کرنا"۔ میں نے سوال کیا" اگر وہ اس دین کو جس کی تعلیم و تربیت آپ نے مجھے دی ہے۔ ترک کرنے کا حکم دیں"۔ انہوں نے کہا" ہاں اگر وہ تمہیں اس کا حکم بھی دیں تو ترک کر دینا اور انہیں کی بات کو ماننا"۔

اس کے بعد وہ بیت المقدس کے عبادت خانے سے باہر آیا۔ اس کے دروازے پر ایک مجبور اور لاچار شخص بیٹھا تھا۔ راہب نے اس سے کہا" مجھے اپنا ہاتھ دے"۔ پھر اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا" قم بسم اللہ --- یعنی اللہ کے نام سے کھڑا ہو جا"۔ تو وہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گیا۔ (میں اس لاچار آدمی کو کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔) گویا اس کو رسیوں سے باندھا ہوا تھا۔ اسی اثنا میں راہب نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میں تلاش راہب میں بھاگا۔ جب بھی میں لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھتا تو وہ کہتے " آگے جا رہا ہے"۔ راستے میں بنی کلب کے سوار مجھے ملے۔ میں نے ان سے بھی راہب کے بارے میں پوچھا۔ معلوم نہیں انہوں نے کیا سمجھا۔ مجھے ایک اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور اپنے علاقے میں لے گئے۔ پھر ایک انصاری خاتون نے مجھے خرید لیا اور اپنے کھجوروں کے باغ میں مجھے نگہداشت پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔ مجھے ایک نبی کی آمد کی خبر ملی۔ میں نے باغ سے کچھ کھجوریں لیں اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ بہت لوگ موجود تھے۔ میں نے کھجوریں حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے رکھ دیں۔ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" یہ کیسی ہیں"؟ میں نے عرض کیا" یہ صدقہ ہے"۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حاضرین سے کہا" کھاؤ"۔ مگر خود نہ کھایا۔ میں نے کچھ دیر وہاں قیام کیا اور واپس آ گیا۔ اب میں نے باغ میں سے کچھ اور کھجوریں لیں اور حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اصحاب رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہاں موجود تھے۔ میں نے وہ کچھ کھجوریں حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے رکھ دیں۔ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" یہ کیسی ہیں"؟ میں نے کہا" یہ ہدیہ ہیں"۔ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بسم اللہ پڑھی اور کھجوروں کو کھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی کھانے کے لئے کہا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طرز عمل کو دیکھ کر میں نے دل میں کہا" یہ نبی موعود (آنے والے نبی) کی نشانیوں میں سے ہے"۔

اس کے بعد میں حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دائیں بائیں اور پشت کی طرف گیا۔ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا مطلب سمجھ گئے۔ اپنے جسم سے کپڑا ہٹا دیا۔ میں نے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھ لیا۔ میں سامنے آ کر بیٹھ گیا اور صدق دل سے کہا

" اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّکَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ

پڑھ کر حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آیا"۔

اس طرح حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گمشدہ گوہر کو پا لیا اور نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی انہیں ان کے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا۔ اس کے بعد سے وہ رسول خدا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ رہے اور آنحضرت (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نزدیک آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کا نام سلمانؓ رکھا کہ جو سلامتی اور تسلیم سے لیا گیا ہے۔ نبی

کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے ان کے لیے اس خوبصورت نام کا انتخاب حضرت سلمانؓ فارسی کی روح اور باطن کی پاکیزگی کی علامت ہے۔

ظہور اسلام کے بعد ایرانیوں نے کھلے دل سے اسلام کو قبول کیا اور اس دین الہی کی تعلیمات کے سائے میں اسلامی تمدن کی بہت زیادہ خدمت کی۔ جن افراد نے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کیا ان میں حضرت سلمانؓ فارسی بھی شامل ہیں۔ ان کا شمار اسلام اور ایران کی اہم شخصیات میں ہوتا ہے۔

غزوات میں شرکت:

سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور پھر برابر ہر غزوہ میں شریک رہے۔ غزوہ خندق میں آپ رضی اللہ عنہ ہی کے مشورے کے مطابق مدینہ کے گرد خندقیں کھودی گئیں جس سے دشمن کو مشکلات اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے فضائل:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہمیشہ جنگوں میں نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ رہے۔ لیکن پانچویں صدی ہجری میں ہونے والی جنگ احزاب یا جنگ خندق میں ان کی دانائی و دانش نے مسلمانوں کی بہت زیادہ مدد کی۔ انہوں نے اس جنگ میں تجویز پیش کی کہ دشمن کے بڑے لشکر کے حملے کو روکنے کے لیے مدینہ کے چاروں طرف ایک خندق کھودی جائے اس تجویز کو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بہت پسند کیا۔ اس روز انصار کہہ رہے تھے کہ "حضرت سلمانؓ ہم میں سے ہیں"۔ مہاجرین کا کہنا تھا کہ "نہیں حضرت سلمانؓ ہم میں سے ہیں"۔ لیکن آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے جواب میں کہا کہ "حضرت سلمانؓ "منّا اہل البیت" یعنی" حضرت سلمانؓ ہم اہل بیت میں سے ہے"۔ حضرت سلمانؓ نے اسی طرح غزہ طائف میں بھی اہم کردار ادا کیا اور منجنیق بنا کر دشمن کو شکست کا مزہ چکھنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت سلمانؓ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قریبی صحابیوں میں سے تھے۔ وہ انتہائی فاضل اور پرہیزگار تھے۔ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کئی بار ان کے علم و دانش اور دانائی کی تعریف کی۔ اس کے علاوہ ان کے اخلاق اور ایمان کی بھی ستائش کی ہے۔ حضرت سلمانؓ فارسی کے وسیع علم کی وجہ سے نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نزدیک ان کا خاص مقام و مرتبہ تھا۔ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے "بے شک سلمانؓ کو علم عطا کیا گیا ہے"۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزہد، الحدیث: ۱۴، ج ۸، ص ۱۸۰۔)

فرزند رسول حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ "رسول خدا (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ اسرار و رموز کہ جسے دوسرے لوگ سمجھنے اور برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، حضرت سلمانؓ کو بتاتے تھے اور انہیں ان اسرار و رموز کی حفاظت کا حقدار سمجھتے تھے"۔ **حضرت سلمانؓ کے القاب میں سے ایک لقب محدث ہے۔**

حضرت سلمانؓ ہمیشہ اور ہر قسم کے حالات میں نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حامی و مددگار رہے۔ وہ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رحلت کے بعد ان چند لوگوں میں شامل تھے کہ جو پوری سنجیدگی اور ہوشیاری کے ساتھ مختلف میدانوں میں موجود رہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک آپ کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند تھا۔ **حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں لقمان حکیم کا لقب دیا تھا۔**

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ "حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کن خوبیوں کے جامع تھے"؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" لقمان حکیم کی جگہ اپنے لیے تم ان (سلمان رضی اللہ عنہ) ہی کو سمجھ لو"، پھر فرمایا" وہ تو ہم یعنی اہل بیت میں سے ہیں اور وہ ہمارے ہی ہیں، علم اول اور علم آخر انہوں نے حاصل کیا، کتاب اول (انجیل) اور کتاب آخر (قرآن کریم) پڑھی۔ وہ (علم کا) ایسا سمندر ہیں جو ختم نہ ہو سکے"۔

حضرت سلمانؓ فارسی نے نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بھی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ ساسانیوں کے دارالحکومت مدائن کی فتح کے دوران انہوں نے برسوں کے بعد اپنے ایرانی ہم وطنوں سے بات چیت کی اور انہیں محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین میں مساوات اور اخوت و بھائی چارے کے بارے میں بتایا۔ جس کے باعث ان کے دل پسیج گئے اور انہوں نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس جنگ میں حضرت سلمانؓ فارسی کا ایک ہدف و مقصد یہ تھا کہ اس زمانے میں ایران میں زرتشتی مذہبی رہنماؤں کے ظلم و ستم اور طبقاتی ظلم کا خاتمہ کیا جائے۔ حضرت سلمانؓ حمص اور دمشق کی فتح میں بھی شریک تھے اور ماضی کی مانند وہ مسلمانوں کی فوجی و عسکری امور میں رہنمائی کر رہے تھے۔

ممتاز مؤرخ احمد بن یحیی بلاذری لکھتے ہیں کہ "دمشق کے لوگوں نے حضرت سلمانؓ کا ایسا استقبال کیا کہ جس طرح کسی خلیفہ کا استقبال کرتے ہیں۔ یہاں

تک کہ دمشق کا کوئی بھی ایسا اہم اور ممتاز شخص نہیں تھا کہ جس نے حضرت سلمانؓ کو اپنا گھر پیش نہ کیا ہو"۔

حضرت سلمانؓ کو خلیفہ دوئم کے دور میں مدائن کی حکومت سونپی گئی اور وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک یعنی انیس سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ جب وہ مدائن کے حاکم تھے تو ان کی مالی حالت میں ذراسی تبدیلی بھی رونما نہیں ہوئی تھی اور جیسا کہ ان کی زندگی کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ "وہ حکومتی خزانے سے ایک دینار بھی لینے سے گریز کرتے تھے اور زنبیلیں بنا کر اپنے اخراجات پورے کرتے تھے۔ ان کا لباس صرف ایک سادہ عبا تھی"۔

سید عالم (خاتم النبیین ﷺ) نے ارشاد فرمایا "بلاشبہ جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔ 1- حضرت علی رضی اللہ عنہ 2- حضرت عمار رضی اللہ عنہ 3- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی"۔ (جامع ترمذی، جلد 3، حدیث نمبر 3797)

اِبنِ بُرَیدَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے"۔ سوال کیا گیا "یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)! وہ کون ہیں"؟ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "علیؓ ان میں سے ہیں، (یہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے تین بار فرمایا) اور پھر ابوذرؓ، پھر سلمانؓ اور مقدادؓ ہیں"۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1685، سنن ابن ماجہ: جلد اول: حدیث نمبر 149، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 907)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے ارشاد فرمایا "(دین حق کے بارے میں) سبقت لے جانے والے اور دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے چار لوگ ہیں: 1- میں عرب والوں سے سبقت لے جانے والا ہوں 2- حضرت صہیبؓ روم والوں سے 3- حضرت سلمانؓ فارس والوں سے 4- حضرت بلالؓ حبشہ والوں سے"۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر بلال بن رباح، موذن رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ)، حدیث: ۵۲۴۳)

تواضع:۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سادہ طبیعت اور متواضع انسان ہی نہ تھے بلکہ شہرت اور بڑائی کو ساری امت کے لئے مصیبت کا پیش خیمہ سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدائن کے گورنر مقرر کر دیئے گئے، تقریباً پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر تھا، لیکن آپ سارا وظیفہ صدقہ کر دیتے اور ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے، گورنر ہو کر بھی ایک کوٹھڑی تک نہ بنائی بلکہ ایک "عبا" پاس تھی، آدھی بچھا لیتے تھے اور آدھی کو اوڑھ لیتے تھے اور درختوں کے سایہ میں آرام فرما لیتے۔ جب سایہ چھٹ جاتا تو سایہ کے ساتھ خود بھی سرک جاتے تھے، کبھی صرف درخت پر کپڑا ڈال کر کام چلا لیا کرتے اور اسی کو مکان کی جگہ استعمال فرما لیا کرتے۔

گورنری کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص شام سے مدائن آیا-- اسکے پاس بُھس کا بوجھ تھا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی کہ خالی ہاتھ ہیں تو کہنے لگا کہ "آپ ذرا میرا بوجھ لے چلیں"، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بُھس کا گٹھڑا اٹھا کر سر پر رکھ لیا، جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو اس شخص سے کہا "اے میاں! یہ تو گورنر ہیں ان کو تو نے کیوں لاد دیا"؟ یہ سن کر وہ شخص بڑا شرمندہ ہوا اور معذرت کرنے لگا- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اب تو تیرے گھر تک میں ہی پہنچاؤں گا، جب میں نے ایک نیک کام کی نیت کر لی تو اب اسے پورا کئے بغیر نہ چھوڑوں گا"۔

قبیلہ بنی عبس کا ایک شخص، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس نیت سے ایک سفر میں ساتھی بنا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کچھ سیکھے مگر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کو خادم بنا کر نہیں رکھا بلکہ چھوٹے بڑے کام خود کرتے رہے اور ان کو کسی طرح بھی کام میں نہ پڑنے دیا۔ اگر وہ آٹا گوندھ دیتا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹی پکا دیتے تھے اور اگر وہ سواریوں کے لئے چارہ فراہم کر دیتا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کو پانی پلا کر لاتے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کلمات حکمت و مواعظت:۔

1- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مرتبہ قریش فخر کے طور پر اپنے نسب کی بڑائی بیان کرنے لگے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انکی بات سن کر فرمایا "میں تو اپنے کو ذرا بھی قابل فخر نہیں سمجھتا، میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میں ناپاک نطفہ سے پیدا کیا گیا ہوں اور مر کر بدبودار نعش بن جاؤں گا، اسکے بعد مجھے میزانِ عدل (قیامت کے دن انصاف کے ترازو) پر کھڑا کیا جائے گا، اگر اس وقت میری نیکیاں بھاری نکلیں تو میں عزت و شرافت کا مستحق ہوں اور اگر میری نیکیاں گناہوں کے مقابلہ میں ہلکی رہ گئیں تو میں رزیل اور حقیر ہوں"۔

2- ایک مرتبہ جریر نامی ایک شخص سے فرمایا "اللہ کے لئے تواضع اختیار کر، جو شخص دنیا میں اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے روز بلند فرمائے گا"۔

3- ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "دل اور جسم کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا ہو، اور ایک اپاہج ہو- اپاہج کو درخت پر کھجور نظر آئی مگر توڑ نہیں سکتا اور اندھا توڑ سکتا ہے مگر اسے نظر نہیں آتا ہے۔ لہٰذا اپاہج نے اندھے سے کہا کہ "مجھے کاندھے پر چڑھا کر کھجور تک پہنچا دے تو میں توڑ لوں گا"- (اور دونوں ملکر کھالیں گے) لہٰذا اندھے نے اس کی بات مان لی اور دونوں کو کھجور مل گئی- بالکل اسی طرح دل اور جسم کی مثال ہے کہ دل سمجھ سکتا ہے، حق و باطل کی تمیز کرسکتا ہے مگر عمل کرنا اسکے بس کا کام نہیں اور جسم عمل کرسکتا ہے مگر کھوٹے کھرے کا فرق نہیں کرسکتا- لہٰذا اگر دونوں مل کر عمل کریں تو آخرت کے اعمال کر سکتے ہیں کہ ایک سمجھ لے اور دوسرا کرلے"۔

مشہور عارف محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ "اہل بیت کے ساتھ حضرت سلمانؓ کا پیوند، رسول خدا کی جانب سے حضرت سلمانؓ کے اعلی مقام و مرتبے اور باطنی پاکیزگی کی گواہی کی عکاسی کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت سلمانؓ کا اہل بیت میں سے ہونے کا مطلب نسبی پیوند نہیں ہے بلکہ یہ پیوند اعلی انسانی صفات کی بنیاد پر ہے"۔

ممتاز عالم دین شیخ طوسی بھی اپنی کتاب امالی میں منصور بن رومی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام جعفر صادق سے کہا "اے میرے آقا! میں آپ سے حضرت سلمانؓ فارسی کے بارے میں بہت سی باتیں سنتا ہوں، اس کا سبب کیا ہے"؟ آپ نے فرمایا" حضرت سلمانؓ فارسی نہ کہو بلکہ حضرت سلمانؓ محمدی کہو۔ میں ان کی زیادہ باتیں کرتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں تین اہم خصوصیات موجود تھیں، پہلی یہ کہ وہ اپنے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی باتوں کو اپنی باتوں پر مقدم رکھتے تھے۔ دوسری یہ کہ غریبوں کو دوست رکھتے تھے اور انہیں امیروں پر ترجیح دیتے تھے اور تیسری یہ کہ علم اور علما سے محبت کرتے تھے"۔

حیات مبارکہ کے آخری لمحات:۔

جب وفات کا وقت بالکل ہی قریب آپہنچا تو حضرت سلمانؓ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا "اے بقیرہ! یہ سب دروازے کھول دے، کیونکہ آج میرے پاس زیارت کرنے والے (فرشتے) آئیں گے"- پھر اپنی بیوی سے فرمایا "وہ مشک کہاں گیا جو بلنجر سے آیا تھا"؟ بیوی نے عرض کیا "یہ موجود ہے"! فرمایا "اسے پانی میں ڈال کر میرے بستر کے چاروں طرف چھڑک دے کیونکہ میرے پاس ایسے بندے آنے والے ہیں جو نہ انسان ہیں نہ جن، جو خوشبو سونگھتے ہیں، کھانا نہیں کھاتے، مشک چھڑک کر ذرا دیر کے لئے میرے پاس سے ہٹ جاؤ"- چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور مشک چھڑک کر ذرا دیر کو ان سے علیحدہ ہوگئی پھر جو آکر دیکھا تو ان کی روح مبارک پرواز کرچکی تھی۔

علالت اور وفات:۔

حضرت سلمانؓ فارسی تینتیس یا پینتیس ہجری قمری میں تراسی کی عمر میں مدائن میں انتقال کرگئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کو غسل و کفن دیا اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پیغمبر اسلام کے اس عظیم صحابی کا مزار بغداد کے جنوب میں پینتیس کلومیٹر کے فاصلے پر مدائن میں واقع ہے۔

★★★★★★★★★★★★★★★

مُصَنِّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین ﷺ مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین	خاتم النبیین ﷺ مُحسنِ اِنسانیت	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۱)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۲)
مُختصر تذکرئہ انبیاءکرامؑ، صحابہ کرامؓ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کے لئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۱)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۲)

www.jamaat-aysha.com